اسلام کا
نظامِ حسبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأْمُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

تالیف
شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہؒ

ترجمہ و حواشی
ڈاکٹر حافظ اکرام الحق یٰسین

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا
نظامِ حسبہ

تالیف

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)

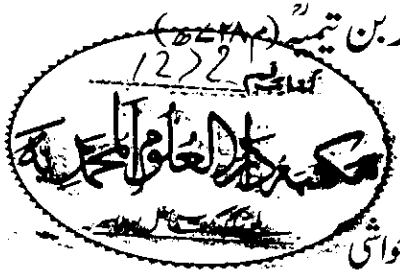

ترجمہ وحواشی

ڈاکٹر حافظ اِکرام الحق یٰسین

www.KitaboSunnat.com

شریعۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ طباعت ونشر بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اسلام کا نظامِ حسبہ
مصنف	:	شیخ الاسلام تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ
مترجم	:	ڈاکٹر حافظ اِکرام الحق یٰسین
رہنمائی	:	پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
نظرثانی	:	حافظ حبیب الرحمٰن
پروف ریڈنگ	:	حافظ محمود انور
مدیرِ منشورات	:	ڈاکٹر محمد طاہر منصوری
ناشر	:	شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
مطبع	:	اظہار سنز پرنٹرز زریبی گن روڈ لاہور
سرورق	:	محمد طارق اعظم
تعداد	:	۱۰۰۰
اشاعتِ اول	:	مارچ ۲۰۰۶ء

ISBN 969-8263-46-2

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱	فہرست مضامین	iii
۲	پیش لفظ	vii
۳	عرضِ مترجم	xi
۴	حِسبہ کا فکری اور تاریخی پسِ منظر	xiii
۵	اصطلاحی تعریف، دائرۂ کار	xv
۶	فکری پسِ منظر	xvii
۷	خلافتِ عباسیہ سے قبل نظامِ حِسبہ کا تصور	xxiii
۸	قرآنِ مجید سے مثالیں	xxiv
۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احتسابی اقدامات	xxviii
۱۰	ادارۂ حِسبہ کا قیام	xxxi
۱۱	حِسبہ کے موضوع پر تالیفات	xxxiv
۱۲	پاکستان میں حِسبہ کا قیام	xxxv
۱۳	امام ابن تیمیہؒ کا تعارف، شخصیت	xxxvii
۱۴	سوانحی خاکہ	xl
۱۵	وطنِ مالوف	xlv
۱۶	خاندان کا علمی مقام	xlvi

کتاب قسم
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷	سیاسی حالات	xlvii
۱۸	خاکہ نظمِ مملکتِ دمشق	liii
۱۹	اہم واقعات	lvi
۲۰	ابنِ تیمیہؒ کے دور میں حسبہ	lix
۲۱	محتسب کی تقرری کا پروانہ	lx
۲۲	زیرِ نظر کتاب	lxvi
۲۳	مقدمہ مؤلف	۳
۲۴	مقصد تالیف	۴
۲۵	اجتماعیت	۵
۲۶	امیر کی اطاعت	۶
۲۷	فصل: ۱	
۲۸	اداروں اور حکومتی مناصب کی غرض وغایت	۱۱
۲۹	فصل: ۲	
۳۰	محکموں کے حدودِ کار اور افسران مجاز کے اختیارات	۱۷
۳۱	محتسب کا دائرۂ کار	۱۸
۳۲	منکرات اور ان کے احکام	۲۴
۳۳	ذخیرہ اندوزی	۲۷
۳۴	نرخ مقرر کرنے کا موقع اور حکم	۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵	خدمات کی اجرت کا تعین	۴۰
۳۶	پہلی صورت	۴۶
۳۷	دوسری صورت	۴۹
۳۸	فصل : ۳	
۳۹	بدعات کا ارتکاب	۶۷
۴۰	فصل : ۴	
۴۱	شرعی سزاؤں کا تصور	۶۹
۴۲	فصل : ۵	
۴۳	مالی سزائیں بطورِ تعزیر	۷۷
۴۴	حقوق اللہ	۸۱
۴۵	فصل : ۶	
۴۶	اشیاء کی ہیئت تبدیل کرنا	۸۷
۴۷	فصل: ۷	
۴۸	جزاء وسزا کا شرعی معیار	۹۱
۴۹	فصل :۸	
۵۰	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مفہوم وحدود	۹۵
۵۱	داعی کا دائرۂ کار	۱۰۲
۵۲	دعوتی عمل اور جہاد کا اصلاحی کردار	۱۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳	ایک مغالطے کی وضاحت	۱۰۵
۵۴	فتنوں کے دور میں دعوت و جہاد کا عمل	۱۰۷
۵۵	خواہش پرستی کی وضاحت	۱۱۱
۵۶	دین و دنیا میں خواہش پرستی کا فرق	۱۱۲
۵۷	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بنیادی مقصد	۱۱۵
۵۸	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معیار	۱۱۶
۵۹	امر و نواہی کی شرائط	۱۱۷
۶۰	امت کی دعوتی ذمہ داری	۱۲۰
۶۱	منکرات کے اسباب	۱۲۸
۶۲	ظلم اور جہل کے مظاہر	۱۲۹
۶۳	ذاتی مفاد کی بنا پر محرمات کا ارتکاب	۱۳۱
۶۴	انسانوں کی نفسیاتی تقسیم اور نفس کی اقسام	۱۳۳
۶۵	برائی اور نیکی کے محرکات	۱۳۷
۶۶	صبر کیا ہے؟	۱۵۱
۶۷	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری	۱۶۶
۶۸	اولی الامر کون ہیں؟	۱۶۹
۶۹	فصل :۹ ، اعمال کی کسوٹی	۱۷۱
۷۰	اشاریہ	۱۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) آٹھویں صدی ہجری کے وہ عالم دین ہیں جن کی ساری زندگی مسلسل جہاد اور معرکوں میں گزری۔ انہوں نے اپنے دور کے معاشرے، تہذیب اور رواج وتمدن کو دین کی روح کے ساتھ مربوط کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ خود ایک بلند فکر، جذبہ کی شدت اور اخلاص کی حرارت رکھنے والے راسخ العقیدہ، مفسر، محدث، فقیہ، متکلم اور نقاد تھے۔ انہوں نے معاشرے میں اسلام کی حقیقی روح کو بیدار کرنے کے لیے ہر محاذ پر جہاد کیا۔ وہ کبھی اسلامی فکر وعقائد کو آلودہ کرنے والے افکار کے خلاف نبرد آزما دکھائی دیتے ہیں تو کبھی معاشرتی برائیوں اور توہم پرستیوں کے خلاف جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی مفاد پرستوں سے ان کی معرکہ آرائی ہوتی ہے تو کبھی وقت کے خودسر حکمرانوں سے پنجہ آزمائی۔

شہر حران ان کا مقام پیدائش ہے جو اس وقت ملکِ شام کی حدود میں واقع تھا۔ یہ وہ خطہ ہے جو فلسفہ ومنطق کا بڑا مرکز رہا ہے۔ ابن تیمیہؒ کو علوم عقلیہ پر دسترس شاید یہاں کے فلاسفہ اور متکلمین سے مباحثے اور اس فن کی کتب کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہو۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قوت حافظہ اور بلا کی ذہانت سے نوازا تھا۔ انہوں نے پوری قوت استدلال کے ساتھ اہل فلسفہ اور منطقیوں کا رد کیا۔

دین کی حقیقی روح سے ناواقف اور کم علم زہاد تزکیہ واحسان کے صاف شفاف چشمہ کو آلودہ کرنے میں مصروف تھے، انہوں نے کمزور تاویلات کا سہارا لے کر شرک وبدعات اور غیر اسلامی رسوم ورواج کا دروازہ کھول رکھا تھا، ابن تیمیہؒ نے ان کے خلاف بڑا علمی جہاد کیا اور بہت مدلل اور مؤثر انداز میں نہ صرف یہ کہ ان کا رد کیا، بلکہ تصوف کو اس کی صحیح روح کے ساتھ پیش کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصوف پر ابن تیمیہؒ نے بہت سے رسائل لکھے، ان میں: قاعدة في أمراض القلوب و شفائها، قاعدة في تزكية النفوس ، قاعدة في محبة الله للعبد و محبة العبد لله تعالىٰ، قاعدة في الإخلاص و التوكل، قاعدة في الزهد والورَع، رسالة العين و القلب و أحواله، شرح حديث إنما الأعمال بالنيّات اور التحفة العراقية في الأعمال القلبية زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی زندگی صرف تعلیم وتدریس، تصنیف وتحقیق اور مباحثہ و مکالمات ہی میں نہیں گزری، بلکہ وہ ایک عظیم الشان مجاہد اور باصلاحیت قائد کی حیثیت سے بھی نمایاں ہوئے۔ تاتاریوں کے خلاف انہوں نے نہ صرف شامیوں کو منظم کیا، بلکہ مصریوں کو بھی جہاد پر آمادہ کیا اور ایک مجاہد کی حیثیت سے خود بھی تاتاریوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ یہ ابنِ تیمیہؒ کی قائدانہ اور مجاہدانہ صلاحیت ہی تھی کہ تاتاریوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی اور اس طرح اس فتنے کا سدباب ہوا۔

تاتاریوں کے فتنہ کا سدباب کرنے کے بعد ابن تیمیہؒ پھر دعوتی، اصلاحی اور تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ ابن تیمیہؒ کی زندگی میں اعلیٰ درجے کا ایمان اور دینی حمیت نظر آتی ہے۔ ان کی حیات اس حدیث کا مصداق تھی کہ مَن رَأى مِنكُم مُنكَراً فَليغيّرهُ بيده، فمَن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان ۔ اضعف ایمان کے وہ ہرگز قائل نہیں تھے، وہ ہمیشہ کلمہ حق ادا کرنے کے لیے صف اول میں رہے اور جہاد باليد اور جهاد باللسان کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

ابن تیمیہؒ کے زمانے میں امور سلطنت میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ حکام اور امراء دین کے تقاضوں کو صحیح طور پر ادا نہیں کر رہے تھے۔ سیاسی اور انتظامی ادارے بھی دین و شریعت کی روح کے مطابق کام نہیں کر رہے تھے۔ ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور حکمرانی کے قواعد اور اصولوں کی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن تیمیہؒ نے نظم حکومت وسیاست پر تین رسالے لکھے ہیں: السیاسة الشرعیة في إصلاح الراعي والرعیة ،الأمر بالمعروف و النهي عن المنکر،الحسبة فی الإسلام ۔ یہ تینوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی کتاب السیاسة الشرعیة کا اردو زبان میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے جو بھارت اور پاکستان کے مطابع سے شائع ہوا ہے۔ الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر اور الحسبة فی الإسلام اپنے موضوع پر بہت اہم رسائل ہیں۔ یہ دونوں عربی میں تو متعدد بار شائع ہو چکے ہیں لیکن اردو دان طبقہ کے لیے ان سے استفادہ کرنا مشکل تھا۔

شریعہ اکیڈمی نے موضوع کی اہمیت اور ہمارے معاشرہ میں اس کی افادیت کے پیش نظر اسے اردو میں منتقل کر کے شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے ترجمہ کرانے کے لیے جس عربی نسخہ کا انتخاب کیا اس میں الحسبة في الإسلام اور الأمر بالمعروف و النهي عن المنکر کو ملا کر ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ''حسبہ'' ہی کا ایک موضوع ہے۔ ہمارے خیال میں جس مطبع نے ان دونوں رسائل کو یکجا کر کے شائع کرنے کا فیصلہ کیا اس نے بہت صحیح فیصلہ کیا۔ اس طرح احتساب کے موضوع پر یہ رسالہ زیادہ مفید ہو گیا ہے۔

اسلامی نظام زندگی میں عدل وانصاف کو یقینی بنانے اور معاشرے کو منظم و مستحکم کرنے کے لیے بہت سے ادارے متعارف کرائے گئے۔ انہی میں ایک ادارہ احتساب ہے۔ احتساب کی بنیاد قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ہر نفس کو اس بات پر نظر رکھنا چاہیے کہ وہ کل (روز قیامت) کے لیے کیا بھیج رہا ہے)۔

اس آیت مبارکہ میں اپنے گزشتہ اعمال پر محاسبہ کرنے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ احادیث میں ایمان کے ساتھ احتساب کا ذکر بھی ملتا ہے۔ محاسبہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اصلاح معاشرہ اور قیام عدل کے لیے بہت ضروری ہے، اسی لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا کرتے تھے: حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُحَاسَبُوا (یوم حساب کو جو محاسبہ ہونے والا ہے اس سے پہلے خود ہی اپنا محاسبہ کرلو)۔

مسلم مفکرین نے احتساب کے موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، خاص طور پر ان اہل علم نے جنہوں نے سیاست اور مملکت کے نظم ونسق پر قلم اٹھایا ہے۔ اس کام کا آغاز تیسری صدی ہجری میں ہوگیا تھا۔ اس پر ماوردیؒ، ابویعلی حنبلیؒ اور امام غزالیؒ نے اجمالاً، یا تفصیلاً بحث کی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے غالباً سب سے پہلے الحسبة في الإسلام کے عنوان سے کتاب مرتب کی اور اس میں تمام ضروری مباحث کو جمع کردیا۔

شریعہ اکیڈمی کو یہ اعزاز حاصل ہورہا ہے کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کررہی ہے۔ ترجمانی کا کام ہماری اکیڈمی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر اکرام الحق یٰسین نے بہت محنت سے انجام دیا ہے۔

اس کتاب کو طباعت کے مراحل تک پہنچانے میں اکیڈمی کے بہت سے لوگوں کی مساعی جمیلہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف، مترجم اور ان تمام حضرات کو اپنے فضل اور رحمتوں سے نوازیں جنہوں نے اس مسودے کو قابل اشاعت بنانے میں مخلصانہ کوشش کی۔

ہمیں امید ہے کہ یہ ترجمہ بھی اہل علم کے لیے عموماً اور وکلا، نیز قانون اور نظام عدل سے وابستہ دیگر حضرات کے لیے خصوصاً مفید ثابت ہوگا۔ ہماری یہ سعی ان حضرات کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی جو اس مملکت خداداد میں ایسا نظام زندگی چاہتے ہیں جس کی بنیادیں ہماری اپنی تہذیب اور روایات سے ملتی ہوں۔ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَهُوَ وَلِيُّ التَّوفِيقُ۔

محمد یوسف فاروقی
ڈائریکٹر جنرل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مترجم

الحمد لله رب العالمين- أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله- والصلاة والسلام على رسوله الأمين- أرسله بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً - وعلى آله وصحبه أجمعين والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين، امابعد!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانی دمشقی کی مؤقر تالیف الحسبة في الإسلام کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا موضوع اسلام کا نظامِ حسبہ ہے۔ یہ نظام صدیوں تک ممالکِ اسلامیہ میں ایک نہایت مفید سرکاری ادارے کے طور پر کام کرتا رہا۔ دینی امور ہوں یا عام زندگی، اچھائی کو فروغ دینا اور برائی کو ختم کرنا اس کا دائرۂ کار تھا۔ اسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام دیا گیا۔ اس میں صرف انتظامی اقدامات کو ہی ذریعۂ اصلاح نہیں بنایا گیا، بلکہ شریعت کی پوری حکمتیں، اخلاقی ضوابط، مفادِ عامہ کا تحفظ اور دفعِ مضرت کے شرعی اصول اپنے تمام مفاہیم کے ساتھ اس نظام کے عناصرِ تکوینیہ میں شامل تھے۔ اس نظام کی تشکیل اور ادارے کے قیام کے لیے قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ کو مشعلِ راہ بنایا گیا۔ ان میں مفاد پرستی اور تھانے دارانہ دہشت کو دخل نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنیادی طور پر داعی إلی اللہ تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی دعوت کے دو اہم پہلو ہیں۔ عہدِ نبوی میں دعوت کے عمل کی قیادت خود آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے، جب کہ صحابہ کرامؓ آپ کی اقتدا میں مصروفِ عمل رہے۔ یہ عمل زبانی رہنمائی سے شروع ہوتا اور عملی نفاذ پر اس کی تکمیل ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد ممکن نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کسی ایک شخصیت میں سما سکیں۔ نہ کوئی ایسی ہستی تھی جو آپ کی تمام ذمہ داریاں اکیلے نبھا سکے۔ آبادی بڑھنے اور حدودِ سلطنت میں وسعت آنے کے ساتھ یہ کام اور بھی مشکل ہوتا چلا گیا۔ چناں چہ جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ ہی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکھائے ہوئے اشتراکِ عمل کے اصول کے تحت خلفاء اور حکام اپنے لیے معاونین کا تعین کرتے رہے۔ یوں رفتہ رفتہ ہر ذمہ داری نے ایک ادارے کی شکل اختیار کر لی۔ ہر ادارے میں اس کے افسرانِ مجاز اور اہلکار متعین ہونے لگے۔ نظامِ حسبہ کی کہانی بھی کچھ یوں ہی ہے۔ جب یہ نظام قائم ہوا تو اس کی فکری تائید اور شرعی رہنمائی کے لیے علمائے امت نے اپنے اپنے دور میں اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی طرح کی ایک علمی کاوش ہے۔

اس کے مؤلف امام ابن تیمیہؒ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپؒ کا دور مسلمانوں کی علمی، سیاسی اور معاشی پستی کا دور تھا۔ تاتاریوں کا فتنہ عروج پر تھا۔ مصر کی خوارزم شاہی سلطنت کا وجود مٹ چکا تھا۔ بغداد ہلاکو خان کے ہاتھوں لُٹ چکا تھا اور اس کی عباسی خلافت کی بساط لپیٹی جا چکی تھی۔ مصر میں مملوکی سلاطین تاتاری لشکروں کی یلغار روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ شام کا علاقہ تاتاریوں اور مسلمانوں کی کش مکش کے نتیجے میں مختلف عسکری قوتوں کے درمیان جھول رہا تھا۔ ابن تیمیہؒ نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی۔ خاندان کے علمی پسِ منظر کے ساتھ ساتھ حالاتِ زمانہ کی آنکھ مچولی نے بھی ان کی تربیت میں خصوصی کردار ادا کیا۔ علمی پختگی، تقلیدِ مذہب کے ساتھ ساتھ مجتہدانہ صلاحیت، مفکرانہ بصیرت، بے دھڑک بات کر جانے کا ملکہ اور نفاذِ دین کے لیے تن من دھن وار دینے کی دُھن ان کی نمایاں صفات تھیں۔

ہم نے اس کتاب کے ترجمے میں سلیس اردو زبان استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں منقول احادیث و آثار کے واضح حوالہ جات ذکر کر دیے ہیں۔ اس کے شروع میں حسبہ کے فکری اور تاریخی پسِ منظر اور مؤلف کے مختصر تعارف کے ساتھ اس ماحول کا منظر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اس کی تالیف عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کام کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے امتِ مسلمہ کے لیے نفع بخش بنائے، آمین۔

اکرام الحق یٰسین

فروری ۲۰۰۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حِسبہ کا فکری اور تاریخی پسِ منظر

حسبہ کا ادارہ ایک زمانے تک ممالکِ اسلامیہ کے فعال اداروں میں شامل رہا ہے۔ اس ادارے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پروقار نظام کے ذریعے شعائرِ دینیہ کی اقامت وتعظیم، معاشرے کے اسلامی تشخص کے تحفظ، تزکیہ ونفاست کی اعلیٰ اقدار کی پاس داری اور رفاہِ عامہ کے باب میں اسلام کے زریں اصولوں کی عمل داری کے لیے بہت مؤثر کردار ادا کیا۔ نظامِ حسبہ اگرچہ ایک مستقل ادارے کے طور پر تو خلافتِ عباسیہ میں کہیں منظرِ عام پر آیا مگر اس کے ابتدائی خدوخال خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے ہی بہت واضح طور پر متعارف ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور تک پہنچتے پہنچتے اس ادارے کا خاکہ اور زیادہ واضح ہوگیا تھا۔ یہ ارتقائی عمل حسبہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ تمام ادارے اسی طرح وجود میں آئے۔ اسلامی ممالک کے تمام اداروں میں بنیادی رہنمائی قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ ہی سے لی جاتی رہی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اصطلاح کی لغوی تحقیق، نظام کی فکری اساس اور ادارے کے تاریخی پسِ منظر پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے تاکہ زیرِ نظر کتاب کے مطالعہ سے کما حقہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔

حسبہ کی لغوی تحقیق

حِسْبَة عربی زبان میں حسب سے مشتق ہے۔ اس مادہ کے مختلف اوزان اور مشتقات مختلف معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ ان سب معانی کو سامنے رکھ کر ان کا تجزیہ کیا جائے تو نظامِ حسبہ کے کئی خدوخال تشکیل پاتے ہیں جس سے اس کا ایک اجمالی خاکہ ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ چناں چہ کَرُمَ یَکْرُمُ کے وزن پر حَسُبَ یَحْسُبُ کا معنی خاندانی شرافت والا ہونا ہے۔ یہ معنی اشیاء کے جوہر کی سلامتی اور معیار (Quality) کے تحفظ کا پہلو نمایاں کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَصَرَ یَنْصُرُ کے وزن پر حَسَبَ یَحْسُبُ (شمار کرنا) اس کی کمیت (Quantity) کا پہلو واضح کرتا ہے۔ سَمِعَ یَسْمَعُ کے وزن پر حَسِبَ یَحْسَبُ (گمان کرنا) اعمال و معاملات میں ذہنی استحضار یعنی حسنِ نیت کا درس دیتا ہے۔ اَلْحَسْبُ (کافی ہو جانا) حدود و قیود کی پابندی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ احتِسَاب کے معانی گمان کرنا، شمار کرنا، آزمائش کرنا، منکرات سے منع کرنا، قناعت کرنا، رُک جانا، باز رہنا وغیرہ، خود احتسابی اور معاشرے میں بے راہ روی کے خاتمے کے لیے فعال کردار ادا کرنے کا پتہ دیتے ہیں۔ حَاسَبَ مُحاسبة وحِساباً (حسابات کی جانچ پڑتال کرنا) امور کی انتظامی نگرانی اور کسی بے اعتدالی کی صورت میں مناسب کارروائی کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو یکجا کرنے سے جو خاکہ سامنے آتا ہے وہی قریب قریب اسلام کے نظامِ حسبہ کا خاکہ ہے۔ مشہور امامِ لغت ابن منظور افریقی کہتے ہیں:

> احتساب (اجر وثواب کی نیت) اعمالِ صالحہ میں ہوتا ہے۔ مصائب کے وقت احتساب کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہ کر صبر کے ذریعے اجر کی جستجو اور اس کے حصول کی طرف بڑھے۔ ہر قسم کی نیکی کو اس پر متوقع ثواب کی طلب کے لیے اس کے مقررہ طریقے کے مطابق استعمال کرنا اور بجالانا بھی احتساب ہے۔

الحِسبة انتظام و انصرام کے معنی میں بھی آتا ہے، چناں چہ کہا جاتا ہے: حَسُنَ الحِسبة في الأمر: أي حَسُنَ التدبير والكفاية والنظرِ فيه فلاں شخص معاملات میں بہترین حسبہ والا ہے یعنی ان کی تدبیر اور دیکھ بھال خوب کرنے والا ہے اور انہیں چلانے کی پوری استعداد رکھتا ہے۔ احتسبَ فلان علىٰ فلان کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے فلاں شخص کے غلط کاموں پر مواخذہ کیا ہے(۱)۔

۱۔ لسان العرب (حسب) ۱:۳۱۴، القاموس المحیط ۱:۹۵، تاج العروس (حسب) ۱:۴۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماوردیؒ الأحکام السلطانیة میں کہتے ہیں:

یہ لفظ حَسبُکَ (رُک جاؤ) سے مشتق ہے۔ محتسب بھی لوگوں کے حقوق میں کمی کرنے والوں سے ان کا تحفظ کرتا ہے۔

نحاس کہتے ہیں:

لغت میں محتسب کی اصل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مفادات کے تحفظ کی سعی کرتا ہے(۱)۔

اصطلاحی تعریف

حسبہ کی اصطلاحی تعریف میں مختلف عبارات ملتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

إنها الأمر بالمعروف إذاظهر تركه ،والنهي عن المنكر إذاظهر فعله(۲)۔

حسبہ امر بالمعروف کا نام ہے جب کہ اسے علی الاعلان ترک کیا جارہا ہو، اور نہی عن المنکر کا نام ہے جب کہ اس کا علی الاعلان ارتکاب ہورہا ہو۔

قلقشندیؒ کہتے ہیں:

محتسب وہ شخص ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ ناپ تول اور اسی طرح کے دوسرے معاملات کی نگرانی کرنا بھی اسی کا کام ہے(۳)۔

دائرۂ کار

حسبہ کی عمل داری چوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اندر ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں اصطلاحات کی مختصراً وضاحت کردی جائے۔

مفسر محمد طاہر ابن عاشور ارشادِ باری تعالیٰ: وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ..... کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

۱۔ صبح الأعشیٰ في صناعة الإنشاء ۵:۴۲۵

۲۔ الموسوعة الفقهية ،کویت، ۱۷:۲۲۳

۳۔ صبح الأعشیٰ ۵:۴۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معروف اس کو کہتے ہیں جسے لوگ جانتے ہوں۔ یہ لفظ مجازاً ایسے کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مقبول اور پسندیدہ ہوں۔ کیوں کہ کوئی چیز جب مشہور ہوتی ہے تو لوگ اس سے مانوس ہوتے ہیں، اسے قبول بھی کرتے ہیں اور پسند بھی کرتے ہیں۔ یہاں معروف سے مراد ایسے امور ہیں جو عقلاً بھی مقبول ہوں اور شریعت کے لحاظ سے بھی ..... منکر مجازاً ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جو ناپسندیدہ ہوں۔ ناپسندیدگی جہاں ہوتی ہے وہیں انکار بھی پایا جاتا ہے۔ منکر لغت میں جہالت کو کہا جاتا ہے۔ اسی لیے غیر مانوس کو نکرہ کہا جاتا ہے۔ یہاں منکر سے مراد ایسے امور ہیں جن سے ظاہری عوارض کے اثرات ہٹا لیے جائیں تو فطرتاً ناپسندیدہ محسوس ہوں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امر اور نہی قول اور کلام کی قسم سے ہیں۔ چناں چہ جس بات کا انسان کو مکلّف کیا گیا ہے وہ معروف کا بیان اور اس کا حکم کرنا ہے اور منکر کی وضاحت اور اس سے نہی ہے ..... باقی جہاں تک امر اور نہی کے مخاطبین کے اس پر عمل کا تعلق ہے تو یہ انہی کے سپرد ہے یا حکام کی ذمہ داری ہے جو کہ ان سے وہ کام کروا سکتے ہیں جن کا انہیں حکم کیا گیا ہے(۱)۔

حافظ ابن القیمؒ الجوزیہ حسبہ کے دائرۂ کار کا مزید تعین یوں کرتے ہیں:

ادارۂ حسبہ ایسے امر بالمعروف اور ایسے نہی عن المنکر سے متعلق ہے جو دیگر محکمہ جات کے منتظمین، قاضیوں اور دیوانِ حاکم وغیرہ کے دائرۂ کار میں نہیں آتے۔ اس کے بعد انہوں نے والیِ حسبہ کے کام گنوائے ہیں جن میں:

عام لوگوں کو پانچ وقت کی نماز کا کہنا۔ جو نہ پڑھے اسے جسمانی یا قید کی سزا دینا۔ ائمہ اور مؤذنین کی نگرانی کرنا۔ امت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے اور شریعت کے طریقے سے نکلنے والے کو اس کا پابند کرنا۔ جہاں اس کا اپنا بس نہ چلے وہاں والی حرب یا قاضی کی

۱۔ التحریر والتنویر ۱:۸۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد حاصل کرنا۔ جمعہ، جماعت کی نماز، امانت کی ادائیگی، سچ بولنے اور قول و فعل میں خیر خواہی کو مدنظر رکھنے کا حکم کرنا۔ لوگوں کو خیانت، ناپ تول میں کمی بیشی نیز مصنوعات اور اشیاء تجارت میں ملاوٹ سے روکنا اور ناپ تول کے پیمانوں کی نگرانی کرنا۔ سودی کاروبار کرنے والوں، سود کو جائز کر کے پیش کرنے والے حیلہ باز دلالوں اور بازار پہنچنے سے پہلے راستے سے سامان خریدنے والوں کی سرکوبی کرنا۔ ان تمام امور میں کارروائی کے لیے اسے دعویٰ یا مدعا علیہ کی حاضری کی ضرورت نہیں (۱)۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ محتسب کو لوگوں کا پیچھا کرنے، جاسوسی کرنے اور خواہ مخواہ کی تفتیش یا محض شک کی بنا پر بلا اجازت گھروں میں گھس جانے کا اختیار نہیں ہے (۲)۔

فکری پسِ منظر

کسی نظام کی تشکیل میں فکری اساس کا بہت دخل ہوتا ہے۔ نظامِ حسبہ کی فکری اساس سے مراد وہ دلائل اور نصوص ہیں جنہیں مدِّنظر رکھ کر وقتاً فوقتاً اس نظام کے تصوراتی خدوخال تشکیل پاتے رہے۔ ان میں قرآن وسنت کی وہ نصوص بھی شامل ہیں جن سے اس نظام کے کسی پہلو کی وضاحت ہوتی ہے اور مفسرین ومحدثین کے وہ اقوال بھی ہیں جو انہوں نے آیات واحادیث کی تفسیر وتشریح کے دوران حسبہ کے بارے میں نقل کیے یا خود قلم بند کیے۔ فقہاء کے اقوال سے یہاں حتی الامکان اجتناب کیا جائے گا کیوں کہ حسبہ بذاتِ خود ایک فقہی موضوع ہے اور کتبِ فقہ میں اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

آیات

انسان کو بلا روک ٹوک نہیں چھوڑا جائے گا

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی [القیامة ۷۵:۳۶]۔

کیا انسان اس خیال میں ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

۱۔ الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة ۱:۳۴۹، ۳۵۲

۲۔ شرح صحیح مسلم ۲:۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتِ مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ [آل عمران ۳:۱۱۰]۔

تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ایمان والوں کی باہمی خیر خواہی

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ [التوبة ۹:۷۱]۔

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے دوسرے کے رفیق ہیں، نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں۔

مستقل جماعت کی تشکیل

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [آل عمران ۳:۱۰۴]۔

اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے۔ اور پورے کامیاب یہی لوگ ہیں۔

حکومت کی ذمہ داری

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ، وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ [الحج ۲۲:۴۰-۴۱]۔

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعثتِ انبیاء کا بنیادی مقصد

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ [النحل ۱۶:۳۶]۔

اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔

عوامی سطح پر قیامِ عدل کے لیے تمام ممکن ذرائع کا استعمال

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ [الحدید ۵۷:۲۵]۔

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا پیدا کیا، اس میں خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔ اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو ظاہر کر دے۔ بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔

احادیث

اس موضوع پر کثیر تعداد میں احادیث منقول ہیں۔ یہاں بطورِ مثال درج ذیل دو احادیث نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

اپنی صلاحیت کے مطابق برائی کو مٹانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے

مَن رأى منكم مُنكرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِه، فَان لم يستطع فبلسانِه فإن لَمْ يستطِع فبِقَلبِه وذلك أضعف الإيمان(۱)۔

۱۔ صحیح مسلم: كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان.....۱:۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اسے ہاتھ سے روک دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دِل سے اسے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

برائی کو نہ مٹانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے

إن الناس إذا رأوا المنكر فلم يغيروه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه (۱)۔

جب لوگ بُرائی کو دیکھیں اور اسے ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مفسرین اور شراحِ حدیث کے چند ایسے اقوال نقل کر دیے جائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں حسبہ کے قواعد وضوابط بنیادی طور پر قرآن وسنت ہی کی روشنی میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ بعض اقوال سے اس کے تاریخی پسِ منظر پر بھی روشنی پڑتی ہے اور دورِ صحابہ سے لے کر خلافتِ عباسیہ تک اس ادارے کے قیام کے لیے جو اقدامات ہوئے ان کا پتہ ملتا ہے۔

مفسرین کے اقوال

امام قرطبیؒ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول: اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ کی تفسیر بیان کرنے کے بعد درج ذیل فقہی مسئلہ بیان کیا ہے:

اگر کسی انسان کو اپنے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ منصبِ قضا یا منصبِ حسبہ کی ذمہ داریاں صحیح نباہ سکتا ہے اور اس وقت کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو جس میں یہ صلاحیت موجود ہو تو اس پر فرضِ عین ہے کہ یہ منصب سنبھالے اور اس منصب کی اہلیت کے لیے جو ضروری کوائف ہیں مثلاً علم اور استعداد وغیرہ، اس کے بارے میں بتائے

۱۔ مسند امام احمد: مسند ابي بكر الصديقؓ ۱:۵، اس کے علاوہ ترمذی، ابن ماجہ، ابویعلی اور بیہقی وغیرہ نے بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ نقل کیے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا (۱)۔

مفسر ابن عاشورؒ یُرِیدُونَ وَجْهَهُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حساب کا مطلب کسی ایسی چیز کی اکائیوں کو گننا ہے جس میں اکائیاں پائی جاتی ہوں۔ جب احوال آپس میں خلط ملط ہو جائیں تو احوال کی تحقیق کو چیز کی اکائیاں گننے کے مشابہ قرار دے کر یہی لفظ مجازاً ان کے درمیان فرق کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ حِسبہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اس سے مراد بازار والے لوگوں کے احوال کو تحقیقی نظر سے دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کن لوگوں کے احوال ٹھیک طریقے پر ہیں اور کن کے احوال اس کے برعکس ہیں۔ حاسَبَ فلاناً علیٰ أعماله کا معنیٰ کسی کے اعمال کا بغور مطالعہ کرنا اور ان کا پیچھا کرنا ہے (۲)۔

وہ اولوالامر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تو یہاں اولوالامر سے مراد خلیفہ سے لے کر والیِ حسبہ تک وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے علاوہ ہیں (۳)۔

محدثین کے اقوال

حافظ ابن حجرؒ نے ارشادِ نبوی: من لم یسأل الإمارة أعانه الله علیها ۔ (جو شخص کوئی منصب خود طلب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی ذمہ داریاں نبھانے میں اس کی مدد فرماتے ہیں) کی شرح میں لکھا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن ذمہ داریوں کا تعلق حکومتی مناصب سے ہے انہیں خود طلب کرنا مکروہ ہے۔ اسی لفظ امارت میں منصبِ قضا اور حسبہ بھی شامل ہیں (۴)۔

۱۔ تفسیر قرطبی: سورۂ یوسف ۱۲: ۵۵

۲۔ التحریر والتنویر ۱: ۳۰۲، وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔ الأنعام ۶: ۵۲

۳۔ التحریر والتنویر ۱: ۹۷۳، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ النساء ۴: ۵۹

۴۔ فتح الباري ۱۳: ۱۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدرالدین عینیؒ نے ارشادِ نبوی:

یا عبدالرحمن بن سمرة لاتسأل الإمارة ، فإنک إن أوتیتها عن مسألة وُکِلتَ إلیها.....

اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت خود طلب نہ کرو، اگر تمہیں وہ مانگنے پر دے دی گئی تو تمہیں اسی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ کے تحت لکھا ہے:

اور اس میں حکومتی مناصب جیسے قضا اور حسبہ وغیرہ خود طلب کرنے کی کراہت کا بیان ہے(۱)۔

امام نوویؒ نے باب بیان کون النهي عن المنکر من الإیمان کے تحت لکھا ہے:

قاضی قضاۃ ابوالحسن ماوردی، بصری، شافعی نے اپنی کتاب الأحکام السلطانیة میں اس مسئلہ پر علماء کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو بادشاہِ وقت منصبِ حسبہ پر فائز کرے کیا اسے اختیار ہے کہ لوگوں کو اپنا فقہی مسلک اختیار کرنے پر مجبور کرے؟(۲)

کچھ آگے چل کر امام نوویؒ کہتے ہیں:

ماوردیؒ نے اپنی کتاب احکامِ سلطانیہ کے آخر میں حسبہ کے بارے میں ایک عمدہ باب ذکر کیا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بہت سے قواعد وضوابط پر مشتمل ہے۔ میں نے یہاں صرف اس کے مقاصد ذکر کیے ہیں۔ اس باب میں اس پر تفصیلی بحث اس لیے کر دی ہے کہ یہ بڑے فائدے کی چیز ہے۔ اس کی ضرورت بھی بہت پڑتی ہے اور اس لیے بھی کہ حسبہ اسلام کی عظیم ترین بنیادوں میں سے ایک ہے، واللہ اعلم(۳)۔

۱۔ عمدة القاري ۲:۱۶۵

۲۔ شرح النووی علیٰ صحیح مسلم ۲:۲۱، ۲۴

۳۔ حوالہ بالا ۲:۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ عینیؒ اور ابن عاشورؒ نے نقل کیا ہے:

ابن دریدؒ کہتے ہیں: میں نے اس کی فلاں بات کا احتساب کیا یعنی اسے اس کی غلطی پر آگاہ کیا۔ اسی سے **محتسب البلد** (یعنی علاقے کا محتسب) ماخوذ ہے (۱)۔

امام مسلمؒ نے ابن الساعدی کی ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے مجھے ایک مرتبہ صدقات کا نگران مقرر کیا۔ جب میں نے سب صدقات جمع کر کے ان کی خدمت میں پیش کر دیے تو انہوں نے میرے لیے حق خدمت کے طور پر کچھ رقم دینے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کیا: میں نے تو یہ کام اللہ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر بھی اللہ کے ذمے ہے۔ آپ نے فرمایا: جو کچھ تمہیں دیا جا رہا ہے لے لو۔ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اسی طرح ایک خدمت بجالایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے بدلے کچھ عطا فرمایا۔ میں نے بھی یہی بات عرض کی جو آپ کہہ رہے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

إذا أُعطِيتَ شيئاً من غير أن تَسألَ فكُلْ وتصدّق (۲)۔

جب تمہیں بن مانگے کچھ عطا کر دیا جائے تو اسے خود بھی کھاؤ اور صدقہ بھی کرو۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسلمانوں کی خدمات بجالانے پر اجرت لینے کا جواز ہے۔ یہ خدمت خواہ دینی ہو یا دنیوی جیسے قضا اور حسبہ وغیرہ، واللہ اعلم (۳)۔

خلافتِ عباسیہ سے قبل نظامِ حسبہ کا تصور

اسلامی معاشرے کے قیام کے ابتدائی ایام میں ہر طرح کی فکری اور انتظامی سرگرمیوں

۱۔ عمدة القاری ۱:۳۱۲، التحریر والتنویر ۱:۲۱۹۵، (اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ، یوسف ۱۲:۵۵

۲۔ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب إباحة الأخذ لمن أعطي من غير مسئلة.....۲:۷۲۳

۳۔ شرح نوویؒ ۷:۱۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بنیادی محور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حسبِ ضرورت کچھ ذمہ داریاں حضرات صحابۂ کرامؓ کو تفویض ہوتی رہیں۔ یہی سلسلہ خلفاءِ راشدینؓ کے دور میں بھی چلتا رہا۔ جوں جوں مملکتِ اسلامیہ کی حدود میں وسعت اور آبادی میں اضافہ ہوتا گیا، اسے فکری اور انتظامی طور پر منظم و مربوط رکھنے کے لیے ذمہ داریوں کے نئے نئے پہلو سامنے آتے گئے اور ان کے دائرہ کار کی وسعت کی بنا پر انہیں نبھانے کے لیے اشخاص سے بڑھ کر باقاعدہ ادارے تشکیل دینے کی ضرورت بھی پیش آئی۔ انتظامیہ، عدلیہ اور دیگر تمام ادارے انہیں مراحل سے گزر کر وجود میں آئے۔ آج تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ ادارۂ حسبہ کا حال بھی دیگر اداروں سے کچھ مختلف نہیں۔ اس کے ابتدائی مراحل کو ایک ترتیب سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم بہت سے ایسے ارشاداتِ الٰہیہ سے معمور ہے جن سے حسبہ کے مذکورہ تصور کے کسی نہ کسی پہلو کے بارے میں براہِ راست تنبیہ پائی جاتی ہے۔ حدیثِ نبوی کے ذخیرہ میں زبانی ارشادات کے علاوہ ایسے عملی اقدامات کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں جن سے ان امور کی مستقل نگرانی اور انتظام کا پتہ چلتا ہے۔ عہدِ خلفاءِ راشدین میں ایسے امور کی نگرانی اور اصلاح کے لیے مستقل اقدامات اور تقرریوں کی متعدد مثالیں بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ اس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

قرآنِ مجید سے مثالیں

سزا کے طور پر حلال کو حرام کر دیا گیا

فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللهِ كَثِيراً وَّ أَخْذِهِمُ الرِّبٰو وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ [النساء ۴:۱۶۰]۔

تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب بہت سی پاکیزہ چیزیں بھی ان پر حرام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیں جو پہلے ان پر حلال تھیں۔ یہ ان کے اللہ کی راہ سے اکثر روکتے رہنے کی سزا بھی تھی، سود لینے کی بھی حالاں کہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھانے کی بھی۔

غافلانہ نماز اور مفادِ عامہ میں کوتاہی پر تنبیہ

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ. الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ[الماعون ۱۰۷:۴]۔

تو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریا کاری کرتے ہیں اور استعمال کی چیزیں مانگے سے نہیں دیتے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ہم ڈول، ہنڈیا اور کدال کو ماعون میں شمار کیا کرتے تھے (۱)۔

ناپ تول میں کمی بیشی پر تنبیہ

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ[المطففین ۸۳:۱،۲،۳]۔

ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

امام طبریؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! اہلِ مدینہ ناپ تول پورا رکھتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا:

ان کے لیے اس سے کیا مانع ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے: وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ اور آپ نے یہاں سے لے کر يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ تک

۱۔ مسند بزار: مسند عبداللہ بن مسعود ۵:۱۳۲؛ سنن ابی داؤد: کتاب الزکاۃ، باب في حقوق المال ۲:۱۲۴ میں الماعون کے بعد علی عهد رسول الله کے الفاظ زیادہ ہیں جب کہ الفأس کا ذکر نہیں ہے، سنن بیہقی: کتاب الزکاۃ، باب ماورد في تفسير الماعون ۶:۱۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیاتِ کریمہ کی تلاوت کی۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد منقول ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں سب سے زیادہ برے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے سورۂ مطففین نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی حالت کو درست کر لیا (۱)۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا:

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ. وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ. وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ [الشعراء ۲۶: ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳]۔

دیکھو! پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو۔ اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔

بوقتِ ضرورت گواہی کا حکم

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا [البقرۃ ۲: ۲۸۲]۔

اور جب گواہ طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں۔

پیشہ ورانہ مہارت کا مفادِ عامہ کے لیے استعمال

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ [البقرۃ ۲: ۲۸۲]۔

اور لکھنے والا جیسے اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے اسے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احتسابی ذمہ داریاں

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ

۱۔ تفسیر طبری ۱۲: ۴۸۳، المطففین ۸۳: ۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيهِمُ الْخَبَائِثَ[الأعراف۷:۱۵۷]۔

وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں، پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احتسابی ہدایات

الجالب مرزوق والمحتكر ملعون (۱)۔

دوسرے شہر سے سامان لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔

لا يحتكر إلا خاطىء (۲)۔

ذخیرہ اندوزی وہی شخص کرتا ہے جو غلطی پر ہو۔

دَعُوا الناس يرزق اللّٰه بعضَهم مِن بعض (۳)۔

لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے:

لا يمنَعنَّ جار جاره أن يغرز خشبة في جداره (۴)۔

کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے۔

۱۔ سنن ابن ماجہ: كتاب التجارات، باب الحكرة والجلب ۲:۷۲۸، سنن دارمی: كتاب البيوع، باب في النهي عن الاحتكار ۲:۶۹۹

۲۔ صحیح مسلم: كتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار في الأقوات ۳:۱۲۲۸، سنن ابوداود: كتاب الاجارة، باب في النهي عن الحكرة ۳:۲۷۱

۳۔ صحیح مسلم: كتاب البيوع، باب لايبيع الحاضر للبادي ۳:۱۱۵۷

۴۔ صحیح بخاری: كتاب المظالم، باب لايمنع جاره أن يغرز خشبة في جداره ۲:۸۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احتسابی اقدامات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی جفتی پر اجرت لینے اور آٹا پیس کر پیمانہ بھر لینے سے منع فرمایا (۱)۔

دوسری حدیث میں کتے کی قیمت وصول کرنے، جسم پر نشانات لگانے کی کمائی، پچھنا لگانے کی اجرت لینے سے منع فرمانا منقول ہے(۲)۔ڈول ادھار دے دینے اور سانڈ سے جفتی کروانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کا حق قرار دیا(۳)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو ہاتھ کے ساتھ کچھ نمی سی لگ گئی۔آپؐ نے غلّے کے مالک سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ بارش سے بھیگ گیا ہے۔آپؐ نے فرمایا:

أفَلا جعَلتَه فوقَ الطعام كي يراه الناس من غشنا فليس منا وفي رواية من غش فليس مني(۴)۔

تم نے اسے غلّے کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔جس نے ملاوٹ کر کے ہمیں کچھ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ایک روایت میں ہے: جس نے

۱۔ مسند ابویعلیٰ: **مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه** ۲:۳۰۱،سنن بیہقی: **كتاب البيوع ، باب النهي عن عسب الفحل** ۸:۲۵۰اور سنن دارقطنی: **كتاب البيوع** ۳:۴۷ میں بھی انہی سے منقول ہے مگر **قفيز الطحان** (آٹا پیس کر پیمانہ بھر لینے) کے الفاظ حدیث کے ایک راوی عبیداللہ بن موسیٰ کی طرف منسوب ہیں،نیل الاوطار: **باب النهى عن أن يكون النفع والأجر مجهولا** ۳:۳۲۹ میں اس حدیث کی سند پر جرح اور مفہوم کے بارے میں علماء کی آراء منقول ہیں۔

۲۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ: **مسند أبي هريرة** ۲:۴۴۰،سنن بیہقی: **كتاب البيوع ، باب النهي عن عسب الفحل** ۸:۲۵۰اور سنن دارقطنی: **كتاب البيوع** ۳:۴۷

۳۔ صحیح مسلم: **كتاب الزكاة ، باب إثم مانع الزكاة** ۲:۶۸۴

۴۔ صحیح مسلم: **كتاب الايمان ، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم : من غشنا فليس منا** ۱:۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:

میں ایک دِن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بزاز کی دکان پر گئے اور چار درہم کے پاجامے خریدے۔ بازار میں ایک شخص وزن کرنے کے لیے مقرر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف گئے اور ارشاد فرمایا: اتّـزِن و أرْجِـح یعنی ٹھیک تولا کرو اور وزن والا پلڑا کچھ جھکتے دیا کرو۔ اس نے کہا: یہ بات تو پہلے میں نے کبھی کسی سے نہیں سنی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے اس سے کہا: اپنے دین کے بارے میں ظلم سے باز آجاؤ۔ کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے؟ یہ سن کر اس نے ترازو ایک طرف پھینکا اور تیزی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چومنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک کو اس سے چھڑایا اور فرمایا: یہ کام تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں تو تم لوگوں میں سے ہی ایک آدمی ہوں۔ بس تم وزن ٹھیک کیا کرو اور پلڑا جھکنے دیا کرو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاجامے لیے اور چل دیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے آگے بڑھ کر پاجامے آپ کے ہاتھ سے لینے کی کوشش کی تاکہ اٹھا کر لے جاؤں تو آپ نے فرمایا: ''صاحب الشیئ أحق بشیئہ أن یحملہ إلاأن یکون ضعیفاً یعجز عنہ فیعینہ أخوہ المسلم'' یعنی چیز کے مالک کا زیادہ حق ہے کہ اپنی چیز کو اٹھائے۔ البتہ اگر وہ اتنا کمزور ہو کہ اٹھا نہ سکے تو اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کر سکتا ہے(۱)۔

۱۔ معجم اوسط ۶:۳۴۹، ۳۵۰، مسند أبي یعلی: مسند أبي ھریرۃ ۱۱:۲۳، شعب الإیمان: الأربعون من شعب الإیمان .....باب في الملابس والزي والأواني ، فصل فیما کان یلبسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الثیاب.....۵:۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد ضرار کو گرانا بھی احتسابی عمل کی مثال ہے (۱)۔

ایک انصاری صحابی کی زمین میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کا درخت کھڑا تھا۔ اسی زمین میں انصاری صحابیؓ کے اہلِ خانہ بھی مقیم تھے۔ حضرت سمرہؓ کے بار بار زمین میں جانے سے زمین کے مالک کو تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہؓ کو حکم دیا کہ یا تو اس سے درخت کی قیمت وصول کر لو یا اسے تحفے میں دے دو، مگر وہ کسی بات پر راضی نہ ہوئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین والے صحابیؓ کو یہ درخت اکھاڑ پھینکنے کی اجازت دے دی اور سمرہؓ کو فرمایا: إنما أنت مضار یعنی تم ایک ضرر رساں شخص ہو (۲)۔ فتح خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ برتن توڑ دینے کا حکم فرمانا بھی ہے جن میں گدھوں کا گوشت تھا۔ پھر جب لوگوں نے ان سے گوشت نکال کر پھینک دینے کی اور برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی (۳)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں شکار کرنے والے کے کپڑے چھین لینے کی اجازت دی ہوئی تھی (۴)۔

جماعت کی نماز چھوڑنے والوں کو تنبیہ کے سلسلے میں ان کے گھروں کو آگ لگانے کی بات کرنا بھی احتسابی حکمتِ عملی کا بہترین نمونہ ہے (۵)۔

۱۔ مستدرک حاکم: کتاب الأهوال ۴:۶۳۸

۲۔ سنن ابی داؤد: کتاب الأقضية، أبواب من القضاء ۳:۳۱۵ اور سنن بیہقی: کتاب: باب كتابة القطائع، باب ماقضى فيما بين الناس بمافيه صلاحهم ۹:۱۲۵

۳۔ صحیح بخاری: کتاب المظالم، باب هل تكسر الدنان التي فيها الخمر أو تخرق. ۲:۸۷۶

۴۔ سنن ابی داؤد: أول كتاب المناسك، باب في تحريم المدينة ۲:۲۱۷، مسند امام احمد: مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاصؓ ۱:۲۷۶

۵۔ صحیح مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف ۱:۴۵۱، سنن ابوداود: كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة ۱:۱۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمال کا احتساب

صدقات کے محصل ابن اللتبیہؓ ازدی کے پاس تحائف دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے باقاعدہ حساب لیا اور اس حیثیت میں تحائف لینے پر ان کی خوب سرزنش کی اور آخرت کا حساب یاد دلایا (۱)۔

اسی طرح کے بیسیوں اقدامات کتبِ تاریخ و سیر میں منقول ہیں۔ جن سے واضح طور پر اس عمل کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ باقی جہاں تک بطورِ ادارہ حسبہ کے قیام کا تعلق ہے تو وہ بھی یقیناً انہی مراحل سے گزر اجن سے دوسرے ادارے گزرتے چلے آئے ہیں۔

ادارۂ حسبہ کا قیام

اسلامی ریاست کے ابتدائی عرصہ میں تمام انتظامی اختیارات کا محور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی تھی۔ کبھی کبھار حسبِ ضرورت مختلف صحابۂ کرام کو بھی ذمہ داریاں سونپی جاتی رہیں یا احکام صادر فرما کر ان کا نفاذ صحابۂ کرام کے ذریعے کروایا جاتا رہا جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ کا مدینہ منورہ کی طرف اور حضرت سعید بن العاصؓ کا مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا جانا بعض کتب میں منقول ہے (۲)۔

عہدِ صدیقی میں خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے۔ آپ کے مقرر کردہ تمام عمال اپنے اپنے علاقوں میں روشِ زندگی کی عمومی نگرانی اور اصلاح کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ اس لیے مستقل اداروں کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت انتظامی امور کی تنظیم و ترتیب اور مختلف اداروں کے قیام کے حوالے سے انقلابی دور شمار ہوتا ہے۔ آپ نے مملکتِ اسلامیہ کو آٹھ بڑے صوبوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الهبة وفضلها، باب من لم يقبل الهدية لعلة ۲: ۲۱۷

۲۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ڈاکٹر ایس ایم نازص ۲۴۵ بحوالہ التراتیب الإداریة، عبدالحی کتانی ج ۱ ص ۲۵۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق میں خراسان، آذربیجان اور فارس کے تین صوبے اس کے علاوہ تھے۔ ہر صوبے اور ہر شہر میں آپؓ نے مختلف محکمے قائم کیے اور ان کے افسر مقرر کیے۔ شروع شروع میں آپ کے عہدِ خلافت میں کچھ عرصہ تک حسبہ کا شعبہ قضا کے ماتحت رہا۔ جن کی ذمہ داریوں میں احتسابی سرگرمیاں باقاعدہ شامل تھیں۔ خود حضرت عمرؓ کا دِن رات مدینہ منورہ کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے گشت کرنا اور مسلسل اصلاحِ احوال کرتے رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ محتسبِ اعلیٰ کی ذمہ داریاں بھی نبھاتے تھے۔ مثال کے طور پر آپؓ نے بازار کے نرخ برابر رکھنے کی خاطر حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو جو کہ منقیٰ بیچ رہے تھے فرمایا تھا: یا تو اپنا سامان بازار کے مروجہ نرخ کے مطابق بیچو یا ہمارے بازار سے سامان اٹھالو(۱)۔ محمد بن مسلمہ نے جب ضحاک بن خلیفہ کو پانی کی نالی اپنی زمین سے گزارنے کی اجازت نہ دی تو حضرت عمرؓ نے پہلے انہیں سمجھایا کہ تمہارا اس میں نقصان نہیں اور بھائی کا فائدہ ہو جائے گا مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے یہ حکم جاری فرمایا: اللہ کی قسم وہ اسے ضرور گزارے گا، اگرچہ تمہارے پیٹ پر سے گزارنا پڑے (۲)۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جب عام لوگوں سے دور الگ رہنے کے لیے حویلی بنوائی تو حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اسے جلانے کے لیے بھیجا اور انہوں نے جا کر اسے جلا دیا (۳)۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے رُوَیشِد ثقفی کی دوکان کو جس میں شراب بیچی جاتی تھی جلانے کا حکم دیا اور اسے فرمایا کہ تم تو رُوَیشِد (ہدایت یافتہ) نہیں بلکہ فُوَیسِق (بدعمل) ہو(۴)۔

جب آبادی زیادہ اور ارضِ خلافت وسیع ہوگئی تو آپؓ نے بازار وغیرہ کی نگرانی کے

۱۔ مؤطا امام مالکؒ: کتاب البیوع، باب الحکرة والتربص ۲:۶۵۱، مصنف عبدالرزاق: کتاب البیوع، باب هل یسعر؟ ۸:۲۰۷، سنن بیہقی: کتاب البیوع، باب التسعیر ۸:۳۵۲

۲۔ مؤطا امام مالکؒ: کتاب الأقضیة، باب القضاء في المرفق ۲:۷۴۶، سنن بیہقی: کتاب کتابة القطائع، باب ماقضی فیما بین الناس بمافي صلاحهم..... ۹:۱۲۴

۳۔ مسند احمد: مسند عمر بن الخطابؓ ۱:۸۸

۴۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب المغازي، باب بیع الخمر ۶:۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے الگ عمال بھی مقرر کیے۔ ان تقرریوں کو محکمۂ حسبہ کی باقاعدہ ابتدا کہا گیا ہے۔ مشہور محدّث محمد متقی ہندی نے امام زہریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بازار کی نگرانی کے لیے عبداللہ بن عتبہ کو مقرر کیا۔ پھر انہوں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ علماء کہتے ہیں: یہی محکمۂ حسبہ کی اصل بنیاد ہے (۱)۔

مفسر ابن عاشور حسبہ کی ضرورت اور اس کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں: چوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے لیے خاص صلاحیت کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ اس کا دارومدار معروف اور منکر کے بارے میں خاص سطح کے علم اور اسی طرح یہ تبدیلی لانے اور لوگوں کو یہ بات سمجھانے کے لیے خاص سطح کے اختیارات کی ضرورت تھی تو اس بنا پر مسلم حکام نے منکرات پر نظر رکھنے اور انہیں بدلنے کی خاص کیفیات کا تعین کرنے کے لیے ماتحت حکام مقرر کرنے کا فیصلہ کیا اور اس محکمے کا نام ''حسبہ'' رکھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے اس محکمہ کی سربراہ اُم شفاء کو مقرر کیا تھا۔ عباسی دور میں اس منصب پر فائز رہنے والے لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ مشہور ہوا وہ ابن عائشہ تھا۔ وہ حق کے معاملے میں ایک سخت گیر آدمی تھا۔ مغربی ممالک میں اس محکمہ کو ''ولایتِ سوق'' کہا جاتا تھا۔ قرطبہ میں امام ابن قاسم کے شاگرد محمد بن خالد بن مرتنیل المعروف اشیخ (م ۲۲۰ھ) اس کے سربراہ رہے۔ بنوحفص کے عہدِ حکومت میں بھی حسبہ کا محکمہ بہت فعال محکمہ شمار ہوتا تھا۔ کئی ممالک میں حسبہ کو عدلیہ میں ضم کر دیا گیا جیسا کہ بنوحفص کی حکومت کے بعد تیونس میں ہوا (۲)۔

قلقشندیؒ کہتے ہیں:

> سب سے پہلے جس نے حِسبہ کا کام کیا اور اپنی خلافت میں دُرّہ استعمال کیا وہ حضرت عمرؓ تھے۔ مصر کی خلافتِ فاطمیہ میں بعض اوقات حِسبہ کا کام پولیس کے

۱۔ کنز العمال ۵:۹۸۴

۲۔ التحریر و التنویر ۱:۸۰۱، ارشادِ باری تعالیٰ: وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ .....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے بھی کر دیا جاتا تھا جیسا کہ اس دور کے سرکاری پروانوں میں منقول ہے(۱)۔

حضرت عمرؓ کے دور میں حسبہ کے باب میں اس قدر پیش رفت ہوئی کہ بعد میں مستقل محکمہ کے قیام کے لیے اسے بنیاد قرار دے دیا گیا۔ یہ ایک طبعی بات ہے کہ دورِ فاروقی میں اس پیش رفت کے بعد جب ہمیں عباسی دور میں حسبہ کے نام سے ایک مستقل اور فعال ادارہ نظر آتا ہے تو درمیانی عرصہ میں اس کے ارتقائی مراحل ایک تسلسل سے قائم رہے۔ ہر دور سے مثالیں جمع کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ عباسی دور کے بعد مصر کی فاطمی حکومتوں ترکوں کی عثمانی خلافت مسلم سپین (اندلس) کے مختلف ادوار، ایران کی پوری اسلامی تاریخ اور اسلامی ہند میں یہ ادارہ تسلسل سے قائم رہا۔ دورِ حاضر میں نظامِ احتساب کی مختلف شکلیں بھی دراصل اسی تاریخ سے وابستہ ہیں(۲)۔

ہر ادارہ میں اصلاح کی گنجائش تو نکلتی ہی رہتی ہے مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ادارہ نے اصلاحِ معاشرہ اور تحفظِ مفادِ عامہ میں جس قدر خدمات سرانجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ شاید کسی بھی دوسرے ادارے میں اتنی فعالیت کی مثال نہیں ملتی۔

حسبہ کے موضوع پر تالیفات

اس موضوع پر اگرچہ مستقل تالیفات کی بھی کمی نہیں مگر مستقل تالیفات سے پہلے مسلم مفکرین نے اپنی قابلِ قدر تالیفات میں اس موضوع کو خاصی اہمیت دی ہے۔ اس طرح کی کتب میں ابوالحسن ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) کی **الأحكام السلطانية**، ابن حزم اندلسیؒ (م ۴۵۶ھ) کی **الفصل في الملل والأهواء والنحل**، ابویعلی فراء (م ۴۵۸ھ) کی **الأحكام السلطانية**، امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کی **إحياء علوم الدين** اور ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کا مشہورِ زمانہ مقدمہ: **العبر وديوان المبتدأ والخبر** بہت مفید ہیں۔ مستقل تصانیف میں عبدالرحمٰن شیرزیؒ (۵۸۹ھ) کی **نهاية الرتبة في أحكام الحسبة**، امام ابن تیمیہؒ

۱۔ **صبح الأعشىٰ في صناعة الإنشاء** ۵:۴۲۵

۲۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۶۵ تا ۳۷۳ میں اس کی عمدہ تفصیل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنبلیؒ (م ۷۲۸ھ) کی الحسبة في الإسلام، ابن اخوۃ شافعیؒ (م ۷۲۹ھ) کی معالم القربة في أحكام الحسبة، ابن بسام محتسب (م ۸۴۴ھ) کی نهاية الرتبة في طلب الحسبة، سقطی مالقی کی کتاب في آداب الحسبة، ابن عبدون اشبیلی کی رسالة في القضاء والحسبة، محتسبِ ہند ضیاء الدین سنامی (حنفی) کی نصاب الاحتساب، ڈاکٹر مصطفیٰ علوی کی محتسبِ اسلام، محمد المبارک (م ۱۴۰۲ھ) کی نظام الحسبة عند ابن تيمية، الحسبة في الإسلام مؤلفہ احمد مصطفیٰ مراغی، ابراہیم دسوقی شہاوی کی الحسبة في الإسلام، ڈاکٹر ایس ایم ناز کی اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان کتب کے علاوہ حسبہ کے متعلق مباحث احکام سیاست، ولایت، احکام سوق اور متداول کتب فقہ واصول فقہ میں جابجا ملتے ہیں۔ حسبہ کی فعالیت اور افادیت سے پوری طرح واقفیت کے لیے ان سرکاری پروانوں کا مطالعہ بہت دلچسپ ہے جو مختلف ممالک اسلامیہ کے حکام کی طرف سے محتسبین کی تعیین کے وقت جاری کیے جاتے تھے۔ یہ دستاویزات عام طور پر احکام سلطانیہ اور سیاسیات سے متعلق کتب میں تقاليد الحسبة کے عنوان سے محفوظ ہیں۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں حسبہ کے تاریخی پسِ منظر پر اچھی معلومات جمع کی گئی ہیں۔ ادارۂ حسبہ، عدالتی نظام اور فریادرسی کے دیگر اداروں کے آپس میں تعارفی موازنہ کے لیے کویت کے موسوعہ فقہیہ جلد ۱۷ کا مطالعہ بہتر ہے۔

پاکستان میں حسبہ کا قیام

پاکستان میں معاصر طرز کا ادارۂ احتساب پہلے سے قائم ہے اور اپنے مقام پر قابلِ قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ چوں کہ اس مملکتِ خداداد کی بنیاد اسلام کے نام پر رکھی گئی تھی اس لیے اسے اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی کوششیں وقتاً فوقتاً ایک تسلسل سے جاری رہیں۔ اسلام کا فلاحی نظام دینی و دنیوی دونوں طرح کی فلاح کا ضامن ہے اور اسلام کا نظامِ حسبہ عملاً اس مقصد کی برآوری میں اہم کردار ادا کر چکا ہے۔ اس کے پیشِ نظر یہاں ادارۂ حسبہ کے قیام کے لیے حکومتی سطح پر بنیادی کوششیں ہوئیں جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

آئینِ پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۳۱ کے مطابق ریاست نے یہ ذمہ داری قبول کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی زندگی اسلام کی بنیادی آقدار اور فکری اساس کے مطابق ڈھالنے کے قابل بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اور یہ کہ انہیں ایسی تمام سہولیات بہم پہنچائی جائیں جو قرآن وسنت کی روشنی میں مقصدِ حیات کا ادراک کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہوں(۱)۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۹۶ء میں (انگریزی) اور ۱۹۹۸ء میں (اردو) میں چھپنے والی رپورٹ میں ادارۂ حسبہ کے قیام کی سفارش کی اور اس کے دائرۂ کار کے بارے میں تجاویز دیں۔

صوبہ سرحد کی حکومت کی طرف سے آئینِ پاکستان کے مذکورہ آرٹیکل اور کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ۲۲ مئی ۲۰۰۳ء کو حسبہ ایکٹ منظور کیا گیا جو تا حال بعض تکنیکی وجوہات کی بنا پر نافذ العمل نہیں ہو سکا۔

پاکستانی الیکٹرانک میڈیا کے علاوہ اخبارات وجرائد میں اس ایکٹ کے حوالے سے کافی مواد شائع ہو چکا ہے جس سے موجودہ دور میں اس ادارے کو فعال بنانے کے لیے سنجیدہ کوششوں میں خاصی مدد مل سکتی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کی تالیف **الحسبة في الإسلام** ایک بہت اہم دستاویز ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک اور صحابہ وتابعین کے ادوار میں احتسابی عمل کے رہنما اصول جمع کیے گئے ہیں۔ امید ہے ان شاء اللہ اس کا یہ اردو ترجمہ اس موضوع پر مطالعہ کے شائقین کے لیے بہترین معاون ثابت ہوگا۔

۱۔ The Constitution of Pakistan 1973 Article:31

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہؒ کا تعارف

شخصیت

شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ نمیری، حرّانی، دمشقی، حنبلی، عہدِ مملوکی کے نابغۂ روزگار علماء میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک مجدد کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپؒ ایسی معرکۃ الآراء شخصیت کے مالک تھے کہ آپؒ کے موافقین اور مخالفین میں دونوں طرف اہلِ علم کا ایک جمِ غفیر نظر آتا ہے۔ آپؒ نے عقائد، فقہ، ردفرقِ باطلہ، تصوف اور سیاست سمیت تقریباً ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور اہلِ علم میں منفرد مقام پایا۔ آپؒ بہت فصیح اللسان اور قادر الکلام تھے۔ علم وحکمت، تعبیر وتفسیر اور علمِ اصول میں انہیں خاص مہارت حاصل تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد دمشق کے دار الحدیث السکریۃ کی مسندِ حدیث پر جب آپؒ نے پہلا درس دیا، اس وقت آپؒ کی عمر بیس سال کے قریب تھی۔ اس میں قاضی القضاۃ اور دیگر مشائخِ زمانہ موجود تھے۔ آپؒ نے صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بارے میں اتنے نکات بیان کیے کہ سامعین دنگ رہ گئے۔ شیخ الاسلام تاج الدین فزاری شافعی (م ۶۹۰ھ) نے ان کا پورا درس حرف بحرف قلم بند کر کے دار الحدیث السکریۃ کے کتب خانہ میں محفوظ کروادیا(۱)۔ ذہانت اور بے پناہ علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ آپؒ کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ آپؒ نے اپنے دور کے علماء سے کئی مناظرے بھی کیے اور حکومتِ وقت کے ساتھ مل کر تاتاریوں اور باغیوں کے خلاف عملی جہاد میں بھی حصہ لیا۔ نفاذِ شریعت کی کوششوں کے سلسلہ میں آپ کو کئی تجاویز وشکایات لے کر وفود کے ساتھ حکام کے پاس جانے کا موقع بھی ملا(۲)۔ آپؒ کا انداز محققانہ اور مزاج سخت گیر تھا۔ ایک

۱۔ امام ابن تیمیہؒ مؤلفہ افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری ص ۴۳

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۳:۳۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ آپؒ کو قاضی کا عہدہ بھی پیش کیا گیا مگر آپؒ نے حکومتی شرائط سے متفق نہ ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا (۱)۔ موصوف کی انسانیت دوستی کا یہ عالم تھا کہ شام کے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے تاتاری مسلمان بادشاہ غازان کے پاس جا پہنچے۔ اس نے آپ کے احترام میں صرف مسلمان قیدیوں کی رہائی کا اشارہ دیا تو آپؒ اس پر راضی نہ ہوئے اور یہ کہہ کر سب قیدیوں کی رہائی پر اصرار کیا کہ یہودی اور نصرانی بھی ہماری رعایا ہیں اور ان کے جان و مال کی حفاظت ہم پر ضروری ہے۔ چناں چہ سبھی کو رہا کر دیا گیا(۲)۔

آپؒ بے باک اس قدر تھے کہ ۲۷ ربیع الاول ۶۹۹ھ کو جب شام کے شہر حمص اور سلمیہ کے درمیان وادی خازندار میں تاتاری سلطان غازان اور سلطانِ مصر ملک ناصر محمد بن قلاؤن کے درمیان سخت لڑائی کے نتیجے میں بہت تباہی ہوئی، مصری اور شامی فوجوں کا بہت نقصان ہوا اور ملک ناصر بھی فرار ہو کر قاہرہ پہنچ گئے تو امام ابن تیمیہؒ مشائخِ دمشق کو لے کر ۳ ربیع الثانی ۶۹۹ھ کو بعلبک کے قریب تاتاری بادشاہ غازان سے ملاقات کرنے پہنچ گئے۔ انہوں نے بادشاہ کے سامنے بہت پر جوش انداز میں عدل و انصاف کی خوبیاں بیان کیں اور اس کے آباء واجداد کے مظالم کے ساتھ ساتھ ان کے بعض اصولوں اور وفائے عہد کا تذکرہ کیا۔ غازان اگرچہ اس سے قبل ہی مسلمان ہو چکا تھا مگر تاتاری غیر تاتاری کی لڑائی تسلسل سے جاری تھی۔ آپ کی تقریر اس قدر سخت اور اس کے جملے اس قدر تند و تیز تھے کہ پورے وفد کو آپ کے قتل ہو جانے کا یقین ہو چلا۔ غازان نے انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے امراء کے سامنے ان کی بے باکی اور شجاعت کی تعریف کی اور ان سے دعاؤں کی درخواست کی۔ آپ نے اس کے لیے یہ دعا کی:

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ غازان تیرا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑ رہا ہے، اور وہ تیری راہ میں جہاد کے لیے نکلا ہے تو تو اس کی مدد کر۔ اور اگر تیرے علم میں ہے کہ وہ مال و دولت حاصل

۱۔ صبح الأعشی ۱۱: ۲۰۲، ۲۰۳

۲۔ امام ابن تیمیہ مؤلفہ کوکب عمری ص ۹۴ بحوالہ الرسالۃ القبرصیہ ص ۱۳، ۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے نکلا ہے تو اس کو اس کی پوری جزا عطا کر۔ غازان اس پوری دعا پر آمین کہتا رہا۔

آپؒ کی حق گوئی اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ غازان نے آپؒ کے وفد کے لیے دستر خوان لگوایا مگر آپ نے وہاں کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: میں یہ کھانا کیسے کھا سکتا ہوں جب کہ اس کو لوٹ کھسوٹ کے مال سے تیار کیا گیا ہے(۱)۔

ابن تیمیہؒ نے کسی کے خوف اور انجام کی پرواہ کیے بغیر اپنی منفرد علمی تحقیقات کی اشاعت کی۔ اپنے بعض علمی مباحثوں اور فتووں کی وجہ سے آپؒ کو ایک مدت تک قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں، حتیٰ کہ جب داعیٔ اجل آپ کی ملاقات کو آیا تو آپؒ زندگی کی آخری قید کاٹ رہے تھے اور آپ کا جنازہ جیل ہی سے نکلا۔ آپؒ کی کل مدتِ قید سوا چھ سال بنتی ہے۔ خیر الدین زرکلی نے دُرَر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف چار ہزار اجزاء سے متجاوز ہیں۔ فوات الوفیات میں ان کی تعداد تین سو مجلد منقول ہے۔ ان میں سے آپؒ کا ایک مبسوط فتاویٰ، الجوامع، السیاسة الشرعیة، الجمع بین العقل والنقل، الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول، رفع الملام عن الأئمة الأعلام، مجموعة الرسائل والمسائل بھی ہیں۔ آپؒ کے حالاتِ زندگی پر ابن قدامہؒ نے العقود الدریة في مناقب شیخ الإسلام أحمد بن تیمیةؒ، شیخ مرعی حنبلیؒ نے الکوکب الدریة، سراج الدین عمر البزار نے الأعلام العلیة في مناقب ابن تیمیةؒ، عبدالسلام حافظ نے الإمام ابن تیمیة، شیخ محمد ابوزہرہ نے ابن تیمیة: حیاته وعصره۔ آراؤه وفقهه اور اسی طرح شہاب الدین احمد بن یحییٰ بن فضل اللہ العمری، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی حنبلی وغیرہ کئی اہلِ علم نے علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں(۲)۔ اردو میں آپ کے سوانح پر ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب: امام ابن تیمیہ، افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری کی مبسوط کتاب امام ابن تیمیہؒ اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی تاریخ و دعوت و عزیمت جلد دوم بہت مفید ہیں۔

۱۔ البدایة والنهایة ۱۴: ۷۹، مجموع الدرر ص ۱۶۲

۲۔ الأعلام، زرکلی ۱: ۱۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوانحی خاکہ

امام ابن تیمیہؒ ۱۲ ربیع الاول ۶۶۱ھ / ۱۲۶۳ء کو جدید ترکی کے قدیم شہر حرّان میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی پیدائش سے پانچ سال پہلے ۴ صفر ۶۵۶ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۲۵۸ء کو تاتاری سردار ہلاکو خان بغداد کے آخری عباسی فرماں روا ابواحمد عبداللہ بن منصور (مستعصم باللہ) کو قتل کر کے شہر کو تباہ و برباد کر چکا تھا۔ اس کے بعد وہ یہاں اپنا نائب مقرر کر کے ملکِ شام اور ملکِ مصر پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا(۱)۔ شام کی طرف جاتے ہوئے تاتاریوں کے راستے میں آنے والا پہلا اہم شہر حرّان تھا جس کی بربادی کے خوف سے وہاں کے بہت سے خاندان شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ابن تیمیہؒ نے بھی ۶۶۷ھ میں چھ سال کی عمر میں اپنے والد محترم اور خاندان کے ساتھ دمشق کی طرف ہجرت کی۔ آپؒ کے کل نو بھائی تھے۔ آپؒ نے دمشق کے محلّہ قصاعین میں واقع دارِحدیث سکّریہ اور سطح قاسیون میں واقع مدرسہ حنبلیہ میں (۶۶۷ھ تا ۶۸۳ھ) تعلیم حاصل کی اور کم عمری میں ہی علمی میدان میں بڑا مقام حاصل کر لیا(۲)۔ ۳۰ ذی الحجہ ۶۸۲ھ کو آپؒ کے والد نے وفات پائی اور ان کی جگہ آپؒ دارحدیث سکریہ کے شیخ حدیث مقرر ہوئے۔ ۲ محرم الحرام ۶۸۳ھ کو آپؒ نے یہاں پہلا درس دیا جس میں شہر کے قضاۃ اور عمائدین سب نے شرکت کی(۳)۔ اس وقت آپؒ کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ اسی عرصہ میں آپ نے فتویٰ دینا بھی شروع کر دیا۔ ۶۹۰ھ میں آپؒ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپؒ نے قبول نہیں کیا۔ آپؒ نے ۶۹۲ھ میں **العقیدۃ الواسطیۃ** لکھی۔ ۶۹۳ھ میں آپؒ نے عساف نامی عیسائی گستاخِ رسول کا مقدمہ لے کر نائبِ دمشق عزالدین الحمومی کے پاس گئے اور اسی سال شانِ رسالت میں اپنی مشہور کتاب **الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول** لکھی۔ درس، تبلیغ اور تصنیف کا یہ سلسلہ پچھلے

۱۔ امام ابن تیمیہ مؤلفہ افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری ص ۸۳، الاعلام، زرکلی ۱۴۰:۱

۲۔ امام ابن تیمیہ کوکن عمری ص ۵۶

۳۔ حوالہ بالا ص ۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرہ برس سے پورے سکون کے ساتھ چلا آ رہا تھا اور کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ ۶۹۸ھ میں شام کے شہر حما سے آپؒ کو ایک استفتا موصول ہوا جس کا جواب آپؒ نے العقیدۃ الحمویۃ کے عنوان سے ایک ہی مجلس میں مرتب کر ڈالا۔ اس میں آپؒ نے متکلمین کے اندازِ تحقیق کو باطل قرار دیا جس کی وجہ سے بہت اشتعال پھیلا اور آپؒ کے لیے مسلسل آزمائشوں کا دور شروع ہوا (۱)۔ ۷۰۲ھ میں آپؒ نے مقامِ شقحب پر تاتاریوں کے خلاف جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا۔ ۷۰۴ھ میں کسرواں کے وحشی قبائل پر حملہ کیا اور فتح حاصل کی۔ ۷۰۵ھ میں سلطانِ مصر (ملک ناصر محمد بن قلاؤن) نے آپ کو مصر طلب کیا۔ ۷۰۵ھ تا ۷۰۷ھ اٹھارہ ماہ تک آپؒ مصر کے قلعۂ جبل میں قید رہے۔ ۷۰۸ھ میں قید سے رہا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم و تدریس اور افتاء و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ ۷۰۹ھ میں بادشاہ کے درباریوں کی شکایات پر انہیں اسکندریہ بھیج دیا گیا۔ وہاں جاتے ہی انہوں نے تعلیم و تدریس اور افتاء و ارشاد کا کام شروع کر دیا۔ ۷۱۱ھ میں آپؒ کی سفارش پر جمال الدین اقوش افرم کو طرابلسِ شام کا نائب بنایا گیا۔ ۷۱۲ھ میں سلطانِ مصر نے آپؒ کے کہنے پر نائبِ دمشق کو ایک فرمان بھیجا جس میں رشوت یا دیگر مالی فوائد کی خاطر کسی عہدہ پر تقرری سے منع کیا گیا تا کہ اختیارات نااہل لوگوں کے ہاتھ میں نہ آ جائیں۔ اسی سال رمضان میں ایک اور فرمانِ شاہی کے ذریعے حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص قتل کا مرتکب ہو تو اس کو کوئی دوسرا شخص قتل نہ کرے بلکہ عدالتی طریقۂ کار کے مطابق اسے پکڑ کر مقدمہ چلایا جائے اور جرم ثابت ہونے پر اس سے قصاص لیا جائے۔ یہ فرمان بھی ابن تیمیہؒ کے مشورے پر جاری ہوا۔ ۷۱۲ھ میں سلطانِ مصر (ملک ناصر) اپنے لشکر کے ساتھ ابن تیمیہؒ کو لے کر تاتاریوں کے مقابلے کے لیے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام غزہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ تاتاری بغیر جنگ کے واپس جا چکے ہیں۔ ابن تیمیہؒ یہیں لشکر سے علیحدہ ہو گئے اور بیت المقدس کی زیارت کرنے کے بعد یکم

۱۔ الکواکب الدریۃ ص ۱۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذی القعدہ ۷۱۲ھ بروز بدھ، دمشق سے سات سال دور رہنے کے بعد وہاں واپس پہنچے۔ان کے ساتھ ان کے دو بھائی اور کئی ساتھی بھی تھے۔بہت خلقت آپؒ کے استقبال کو نکلی۔اس وقت سلطان اپنے لشکر کو شام اور قریبی علاقوں میں ٹھہرا کر حج کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ابن تیمیہؒ یہاں تدریس و تالیف اور ارشاد و افتاء میں مصروف ہو گئے۔ان کے بعض فتاویٰ فقہی مذاہب کے مطابق ہوتے تھے اور بعض اپنے اجتہادات کی بنا پر ائمۂ اربعہ سے مختلف ہوتے تھے۔محرم ۷۱۳ھ میں سلطان حج سے واپس آئے اور لشکر کو لے کر مصر روانہ ہو گئے مگر ابن تیمیہؒ دمشق میں ٹھہر گئے(۱)۔

۲۰ شوال ۷۱۶ھ بروز بدھ امامؒ کی والدہ سیدہ منعم بنت عبدالرحمٰن بن علی بن عبدوس حرانیہ ستر سال سے زائد عمر میں فوت ہوئیں اور انہیں صوفیہ کے مقبرے میں دفن کیا گیا(۲)۔۲۵ صفر ۷۱۷ھ بروز اتوار کو دمشق میں نائبِ شام ملک الامراء امیر تنکز کے حکم سے جامع مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔جس کے قبلہ کی تعیین میں کئی روز تک علماء میں اختلاف چلتا رہا اور بالآخر ابن تیمیہؒ کی رائے پر فیصلہ ہوا (۳)۔

ربیع الاول ۷۱۸ھ کے وسط میں ایک سلطانی فرمان کے ذریعے طلاق کی قسم کھانے کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کو آئندہ فتویٰ دینے سے روک دیا گیا(۴)۔۲۲ رجب ۷۲۰ھ بروز جمعرات کو دار السعادہ میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں خود نائبِ سلطنت اور دیگر زعماء کے علاوہ تمام فقہی مذاہب کے قضاۃ اور مفتی شریک ہوئے۔اس مجلس میں امام ابن تیمیہؒ کے دوبارہ طلاق کے مسئلے پر فتویٰ دینے کا معاملہ زیرِ بحث آیا۔امام بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔انہیں ایسا کرنے پر سب کی ناراضگی کی اطلاع کی گئی اور قلعۂ دمشق میں قید کر دیا گیا۔اس قید میں وہ پانچ ماہ اور اٹھارہ دن تک رہے۔۱۰ محرم ۷۲۱ھ بروز پیر ایک فرمانِ سلطانی سے آپؒ کی رہائی عمل میں آئی اور آپؒ اپنے گھر کو گئے(۵)۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۴:۶۶-۶۷

۲۔ حوالہ بالا ۱۴:۷۹

۳۔ حوالہ بالا ۱۴:۸۱

۴۔ حوالہ بالا ۱۴:۸۷

۵۔ حوالہ بالا ۱۴:۹۷،۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶ شعبان ۷۲۶ھ کو بروزِ پیر بوقتِ عصر دمشق میں ایک بار پھر ابن تیمیہؒ کی گرفتاری کے سلطانی احکام پہنچے تو انہیں گرفتار کرنے کے لیے دمشق کے نائبِ سلطنت نے مدیرِ اوقاف تنکز اور حاجبِ دمشق ابن خطیری کو بھیجا۔ وہ اپنے ساتھ ایک گاڑی بھی لائے جس میں موصوف کو بٹھا کر قلعۂ دمشق لے جایا گیا۔ وہاں ان کے لیے ایک مناسب جگہ کا تعین کیا گیا، تمام ضروریاتِ زندگی فراہم کی گئیں اور بھائی زین الدین کو خدمت کے لیے پاس رہنے کی اجازت دی گئی۔ امامؒ نے قید خانہ جاتے ہوئے بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا: میں تو کب سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جمعہ ۱۰ شعبان کو جامع دمشق میں فرمانِ شاہی پڑھ کر سنایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ کارروائی ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ایک فتوے کی بنا پر کی گئی تھی جس میں انہوں نے انبیاء اور صالحین کی قبور کی زیارت اور ان کی طرف رختِ سفر باندھنے کے بارے میں ایک فتویٰ دیا تھا۔ ۱۵ شعبان بروز بدھ قاضی قضاۃ نے نائبِ سلطنت کے حکم کی بنا پر ابن تیمیہؒ کے بہت سے ساتھیوں کو قید کر دیا جنہیں کچھ دِن بعد رہا کر دیا گیا مگر شمس الدین محمد بن قیم الجوزیہ قلعہ میں قید رہے اور قضیہ ختم کر دیا گیا۔ ۱۰ ذی القعدہ بروز بدھ ابن تیمیہؒ کی جگہ مدرسہ حنبلیہ میں شیخ برہان الدین احمد بن ہلال زرعی نے درس دیا تو ابن تیمیہؒ کے شاگردوں پر یہ بات بہت ناگوار گزری۔ انہی دنوں حاجبِ دمشق ابن الخطیری، قاضی جمال الدین بن جملہ اور مدیرِ اوقاف ناصر الدین مختلف اوقات میں جا کر امام ابن تیمیہؒ سے ان کے فتوے کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے رہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں: انہوں نے زیارتِ قبور کے لیے رختِ سفر باندھنے کو ناجائز قرار دیا تھا نہ کہ زیارتِ قبور کو۔ اس کی فضیلت تو ان کی کتابوں میں جا بجا ملتی ہے، مگر ان پر الزام لگا کر انہیں سزا دلوائی گئی(۱)۔ ۲۲ ذی قعدہ ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء کی رات کو قلعۂ دمشق کے اسی ہال میں امام ابن تیمیہؒ کی وفات ہوئی جس میں وہ قید تھے۔ لوگوں کے اصرار پر پہلے مردوں کو اور پھر عورتوں کو ان کی زیارت کے لیے جانے کی اجازت

۱۔ البدایۃ و النہایۃ ۱۴: ۱۲۳، ۱۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی گئی۔ لوگوں نے وہاں بیٹھ کر غسل سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ پھر زائرین وہاں سے نکلے تو آپؒ کی میت کو غسل دیا گیا۔ جامع مسجد اور وہاں سے قلعہ کے درمیان کا سارا علاقہ مخلوقِ خدا سے بھر گیا۔ دن کی چوتھی ساعت کے قریب جامع مسجد میں ان کا جنازہ رکھا گیا اور کثرتِ ازدحام کی وجہ سے فوج طلب کر لی گئی۔ سپاہیوں نے زائرین کی دھکم پیل سے بچانے کے لیے میت کو گھیرے میں لیے رکھا۔ پہلے قلعے میں ان کی نمازِ جنازہ شیخ محمد بن تمام پڑھا چکے تھے۔ نمازِ ظہر کے بعد جامع اموی میں دوبارہ پڑھی گئی۔ خلقِ کثیر آپؒ کے جنازے کو آئی جس سے راستے بازار اور گلیاں اَٹ گئے۔ جنازہ اٹھایا گیا تو ذکر اذکار، سسکیوں، ترحیمات، موصوف کے لیے تعریفی جملوں اور دعاؤں کی ملی جلی آوازیں فضاؤں میں گونج رہی تھیں۔ لوگوں نے عقیدت میں اپنے رومال اور پگڑیاں ان کی میت پر ڈال دیں۔ ہجوم کی وجہ سے کسی کو اپنے جوتوں، کپڑوں اور پگڑیوں کا ہوش نہ رہا۔ سوقِ خلیل میں ان کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن نے ان کا تیسرا جنازہ پڑھایا جس میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ کے بعد مقبرۂ صوفیہ میں امامؒ کو اپنے بھائی شرف الدین عبداللہؒ کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ حافظ ابن کثیرؒ کے اندازے کے مطابق پندرہ ہزار خواتین اور ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ تک یا اس سے بھی زیادہ مرد ان کے جنازے کے لیے نکلے۔ ان کے غسل سے بچا ہوا پانی لوگوں نے پی لیا، اس میں استعمال سے بچ رہنے والے بیری کے پتے اٹھا کر تقسیم کر لیے، پارچے والا ایک دھاگا جو جوؤں سے تحفظ کے لیے ان کے گلے میں لٹکا رہتا تھا، وہ ڈیڑھ سو درہم میں بکا، اور جو ٹوپی وہ پہنتے تھے وہ ایک شخص نے پانچ سو درہم میں خریدی۔ ان کے لیے بہت سے قرآن ختم کیے گئے اور عرصہ تک آپ کی قبر پر لوگوں کا تانتا بندھا رہا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی وفات پر تعزیتی قصائد لکھے اور بہت سوں نے آپ کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا(۱)۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۴: ۱۳۵، ۱۳۶، امام ابن تیمیہ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۴۵، الأعلام، زرکلی ۱: ۱۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیرِ نظر کتاب امام موصوف کی مصلحانہ شان کا ایک نمونہ اور ملتِ اسلامیہ کے کھوئے ہوئے وقار کی بازیابی کے لیے آپ کی تڑپ کا آئینہ ہے۔ کسی تالیف کے مضمون کو اس کی اصطلاحات کے ساتھ سمجھنے کے لیے زمانۂ تالیف کے حالات اور مؤلف کے پسِ منظر سے واقفیت کی جو اہمیت ہے اس کے پیشِ نظر یہاں آپؒ کے خاندانی پسِ منظر اور اس عہد کے سیاسی و معاشرتی آفاق کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

وطنِ مالوف

شہر حرّان جدید ترکی کے جزیرۂ فرات میں اُرفا کے جنوب میں ۴۸ کلومیٹر پر نہرِ بلخ کے سرچشمے کے قریب واقع ہے۔ یہ مرکزی کردستان کا علاقہ ہے۔ اُرفا کو اڈیسا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا عربی نام رُہا تھا۔ آج کل یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں مکئی، تمباکو اور گنے کی کاشت ہوتی ہے اور بھیڑیں پالی جاتی ہیں۔ اس میں شہد کے چھتے کی طرز پر بکثرت بنے ہوئے گھر آج بھی آباد ہیں، جہاں پالتو جانوروں کے گوبر سے بنائے گئے اُپلے ہر سو پھیلے نظر آتے ہیں۔

ترکی کے اس شہر کے علاوہ حران نام کا ایک شہر عراق میں بھی ہے اور ایک شام میں بھی۔ عراق میں اسی سے ملتے جلتے نام والی وادی حوران بھی ہے(۱)۔

ابن تیمیہؒ کی پیدائش کے وقت یہ شہر ملکِ شام کی حدود میں تھا اور اہم سرحدی مرکز شمار ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد سب سے پہلا شہر یہی آباد کیا گیا(۲)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت یہیں ہوئی۔ یہی ان کے خاندان کا مسکن تھا اور اس کے بانی بھی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے چچا ہاران تھے(۳)۔ انہی کے نام پر یہ مشہور ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ

۱۔ امام ابن تیمیہؒ کوکن عمری ص ۴، EncyclopaediaBritanica5:717، www.sotaliraq.com/irq/najiakrawi,www.adiyamanli.org/urfa.html۔

۲۔ معجم البلدان ۳:۲۴۲

۳۔ تاریخ الطبري ۱:۱۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرّان ہوگیا۔ اس کی اصل شہرت صابیوں کی وجہ سے تھی۔ جو یہاں قدیم زمانے سے آباد تھے۔ انہوں نے یہاں عبادت کے لیے مختلف ہیکل بنائے تھے جن کی تعداد بارہ تھی(۱)۔ مؤرخ مسعودیؒ کے مطابق حران میں باب الرقہ کے قریب مغلتیا نامی ہیکل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نے بنایا تھا(۲)۔

دورِ فاروقی میں ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی زیرِ قیادت ان کے ایک جرنیل حضرت عیاض بن غنم کی کوشش سے حران کی فتح عمل میں آئی تھی۔ بنوامیہ کے دور میں اس شہر کو بہت اہمیت حاصل رہی اور شاہی خاندان کے بہت سے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے۔ بنوعباس کے دور میں یہاں بہت سے مشہور فلسفی اور نجوم و ہیئت کے ماہر پیدا ہوئے۔ ابونصر فارابی نے حران کے صابی فلاسفہ سے ہی اس وقت کے جدید علوم حاصل کیے(۳)۔ محمد بن جبیر اندلسی نے اپنے سفر نامے میں اس کے موسم کو سخت خشک اور گرم بتلایا ہے(۴)۔

خاندان کا علمی مقام

ابن تیمیہؒ کے آباؤ اجداد حران میں مدتوں سے آباد تھے اور انہیں ہر دور میں علاقے کی مرکزی دینی شخصیات کا مقام حاصل رہا۔ آپ کے شاگردِ رشید حافظ ابن کثیرؒ کے مطابق امام موصوف کے ایک دور کے دادا کی والدہ کا نام تیمیہ تھا۔ اسی کی وجہ سے پورا خاندان ابن تیمیہ مشہور ہوا۔ اس وقت یہاں فقہ حنبلی رائج تھا اور امام موصوف کے آباء واجداد نسل در نسل یہاں کے مشائخ چلے آرہے تھے۔ آپؒ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ابوالمحاسن عبدالرحیم بن عبدالسلام حرّان کی مسند تدریس اور مشیخہ و وعظ پر فائز تھے۔ یہ مسند انہیں ۶۵۲ھ میں اپنے والد گرامی مجدالدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ کی وفات کے بعد وراثت میں ملی تھی(۵)۔

۱۔ الملل والنحل، شہرستانی ۲:۱۵۵

۲۔ امام ابن تیمیہ، کوکن عمری، ص ۷، تقویم البلدان، ابی الفداء ص ۲۷۶

۳،۴۔ امام ابن تیمیہ مؤلفہ کوکن عمری ص ۹، ۱۰

۵۔ حوالہ بالا ص ۸۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی حالات

منگولیا کے مہم جو تاتاریوں کا فتنہ زوروں پر تھا۔ وہ جہاں جاتے خون کی ندیاں بہا دیتے اور شہر کے شہر تباہ کر دیتے تھے۔ چنگیز خان نے خوارزم شاہی جیسی عظیم سلطنت کے پرخچے اڑا دیے تھے اور تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی دھاک بیٹھ چکی تھی(۱)۔ وہ ایک ان پڑھ، بے رحم اور سفاک آدمی تھا۔ اس دوران اس نے چین، ہندوستان، افغانستان، ایران اور ترکی کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کیا اور دولتِ اسلامیہ کو مشرقی حدود سے لے کر فتح کرنا شروع کیا یہاں تک کہ عراق تک پہنچ گیا۔ اس کی فوجوں کی تعداد سات لاکھ اور مملکت کی وسعت چار لاکھ مربع میل تک پہنچ گئی تھی(۲)۔ چنگیز خان کے بعد اس کا لڑکا اوکتائی خان (۶۲۴ تا ۶۴۳ھ) اور اس کے بعد اس کا پوتا کیوک خان بن اوکتائی خان (۶۴۳ تا ۶۴۷ھ) گزر چکے تو تاتاری سرداروں نے چنگیز خان کے دوسرے پوتے منگو خان بن تولی خان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ منگو خان نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو ایران کا مستقل حاکم بنا دیا۔ اس کی حکومت ایلخانی مملکت کے نام سے مشہور ہوئی(۳)۔

۱۔ امام ابن تیمیہؒ کو کن عمری ص ۸۳، یہ لوگ جنوبی سائبیریا کے باسی تاتاریوں کی ایک شاخ سے تھے جو بعد میں مغول یا مغل کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ سلسلہ چنگیز خان (۵۴۸ھ/۱۱۶۷ء-۶۲۴ھ/۱۲۲۷ء) کی دہشت ناک جنگی مہموں سے شروع ہوا۔ اس کا اصل نام تموجین بن یسوکای تھا۔ اس کا باپ یسوکای قبیلہ کا بھتیجا تھا جو اصلی مغولوں کا آخری خان تھا۔ اسی کے نام پر آگے چل کر تمام مغول زبان بولنے والوں کا نام پڑا۔ مغول بارہویں صدی عیسوی کے پہلے حصے میں مشرقی منگولیا میں غالب رہے لیکن پھر انہیں علاقہ بوئر نور کے قبیلے تاتار کے آگے ہتھیار ڈالنا پڑے۔ چنگیز خان کا بچپن اور لڑکپن نہایت کٹھن حالات میں گزرا مگر جوان ہو کر اس نے مغولوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے زبردست طاقت بنائی اور ۵۹۹ تا ۶۲۴ھ بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۷:۶۹۱ و مابعد۔

۲۔ alshirazi.com/compilations/history/men_tamaddon

۳۔ ایلخانیوں سے مراد وہ تاتاری خاندان ہے جس نے فارس (ایران)، عراق، شام کے کچھ حصوں، اناضول (ترکی) کے مشرقی حصوں اور قفقاز میں ۱۲۵۶ سے ۱۳۳۵ء تک حکومت کی۔ ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء سے ان کا مرکز تبریز اور نظامِ حکومت سلطانی رہا۔ جب چنگیز خان کے پوتے ..... بقیہ آئندہ صفحہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۴۰ھ سے بغداد پر عباسی فرماں روا ابواحمد عبداللہ بن منصور (مستعصم باللہ) کی حکومت تھی۔ خیرالدین زرکلی کے بقول اس زمانے میں بغداد کی عباسی خلافت بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکی تھی اور خلفاء کے ہاتھ میں بغداد کے قصرِ شاہی کے علاوہ کچھ نہیں رہا تھا۔ ایک طرف تاتاری لشکروں کا طوفان بپھرا پھرتا تھا اور دوسری طرف خلافت کے وزراء اور فوجی قائدین اس قدر سرکش ہو چکے تھے کہ خلفاء اپنے آپ کو ان کے سامنے بے بس سمجھتے تھے۔ سنی شیعہ کشمکش زوروں پر تھی اور سنی خلیفہ مستعصم کا شیعہ وزیر مؤید الدین ابن العلقمی اس کے نظامِ مملکت کا کرتا دھرتا تھا۔ ہلاکو خان نے ۴ صفر ۶۵۶ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۲۵۸ء کو بغداد پر حملہ کر کے تباہی مچادی اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد علماء اور مدرسین کو قتل کر دیا۔ اس نے خلیفہ کو گرفتار کر کے اس سے خزانوں اور دفینوں کی نشان دہی کروائی اور ان پر قبضہ کر کے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یوں بغداد کی پانچ سو سالہ عباسی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ابن تیمیہؒ کی پیدائش سے پانچ سال پہلے کا ہے (۱)۔

بقیہ از صفحۂ گزشتہ..... کیوک خان بن اوکتائی خان کا ۶۴۷ھ میں انتقال ہوا تو اس کے دوسرے لڑکے تولی بن چنگیز خان کے بیٹے منگو خان کو خانِ اعظم یا خاقانِ اعظم بنا دیا گیا۔ منگو خان نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو ایران پر حملے کے لیے بھیجا اور فتح ہو جانے کے بعد اسے ہی ایران اور اس کے پڑوسی علاقوں کا خود مختار خان بنا دیا۔ ہلاکو نے اپنے بھائی خانِ اعظم کی سرپرستی کے اعتراف کے طور پر اپنے لیے ایل خان یعنی چھوٹا خان یا ماتحت خان کا لقب اختیار کیا۔ ہلاکو نے ۱۲۵۸ء میں عراق اور بغداد وغیرہ پر مغولی حملے کی قیادت کی۔ خاندانِ غلاماں کے سلاطین کی کوششوں کی وجہ سے ۱۲۶۰ء میں ہونے والے عین جالوت کے معرکے کے نتیجے میں مغربی سمت میں مغولوں کی پیش قدمی کافی عرصہ تک رکی رہی۔ ہلاکو کے بیٹے اباقا (۱۲۶۵-۱۲۸۲ء) نے مغولی مملکت کو کافی مضبوط کیا اور سلاطینِ غلاماں سے کافی جنگیں لڑیں۔ اس نے قفقاز کے علاقے پر بھی قبضہ کیا اور عیسائی یورپ کے ساتھ تعلقات استوار کیے۔ خان غازان (۱۲۹۵-۱۳۰۴ء) اپنے دورِ حکومت میں مسلمان ہو گیا اور اسلام کو اپنی مملکت کا سرکاری مذہب قرار دیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی اولجاتو (۱۳۰۴-۱۳۱۶ء) نے شیعی مذہب اختیار کر لیا۔ ان دونوں بھائیوں کے دور میں ان کے ملک نے بہت ترقی کی۔ ۱۳۲۳ء میں آخری مغول سلطان ابوسعید (۱۳۱۶-۱۳۳۵ء) نے جو کہ سنی تھا نے سرے سے اناضول کے علاقے پر قبضہ مستحکم کیا اور قفقاز تک پہنچ گیا۔ اس نے مصر کے سلاطینِ غلاماں سے بھی صلح کی۔ اس کے بعد ایلخانی مملکت کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی اور ہر حصے پر ایک خاندان نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ http://www.hukam.net/family.php?fam=29

۲۔ امام ابن تیمیہ، کوکن عمری ص ۸۳، الأعلام، زرکلی ۱:۱۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن تیمیہؒ کی پیدائش کے تین سال بعد ۶۶۴ھ/۱۲۶۶ء میں اگرچہ ہلاکو خان کا انتقال ہوگیا مگر یہاں اس کے ہاتھوں مستقل تاتاری حکومت قائم ہوچکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی تاتاریوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا جو سلسلہ چل پڑا تھا وہ سلاطینِ ممالیک اور ایلخانیوں میں بھی عرصہ دراز تک جاری رہا۔ ابن تیمیہؒ کے دور میں برسرِ اقتدار رہنے والے ایلخانی حکمرانوں کے نام درج ذیل ہیں(۱):

نمبر	خان	سن ہجری	عیسوی	کیفیت
۱۔	ہلاکو بن تولی	۶۵۴-۶۶۳	۱۲۵۶-۱۲۶۵	
۲۔	ابا قا بن ہلاکو	۶۶۳-۶۸۱	۱۲۶۵-۱۲۸۲	
۳۔	احمد تگودر بن ہلاکو	۶۸۱-۶۸۳	۱۲۸۲-۱۲۸۴	مسلمان ہوا
۴۔	ارغون بن ابا قا	۶۸۳-۶۹۰	۱۲۸۴-۱۲۹۱	
۵۔	کیخاتو خان بن ابا قا	۶۹۰-۶۹۴	۱۲۹۱-۱۲۹۵	
۶۔	بایدو خان بن طرغای بن ہلاکو	۶۹۴-۶۹۴	۱۲۹۵-۱۲۹۵	
۷۔	محمود غازان بن کیخاتو	۶۹۴-۷۰۳	۱۲۹۵-۱۳۰۴	امیر نوروز کی کوششوں سے مسلمان ہوا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ تاتاری مسلمان ہوئے
۸۔	محمد خربندا اولگایتو بن	۷۰۳-۷۱۶	۱۳۰۴-۱۳۱۶	۱۳۰۷ء سے تبریز میں
۹۔	ابوسعید بہادر بن خربندا	۷۱۶-۷۳۵	۱۳۱۶-۱۳۳۵	

۱۔ http://www.hukam.net/country.php?id=13، امام ابن تیمیہ، کوکن عمری ص ۸۶ تواریخ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلاطینِ ممالیک(۱)۔

بغداد پر قبضہ کر کے ہلاکو نے وہاں اپنا نائب مقرر کیا اور خود ملکِ شام اور ملکِ مصر لینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس زمانے میں دمشق اور حلب پر ایوبی خاندان کے فرماں روا الملک الناصر العزیز اور مصر پر سلطان سیف الدین قطز (ملک مظفر) کی حکومت تھی۔ صفر ۶۵۸ھ میں ہلاکو کے سپہ سالار کتبغا نویں نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور اسے لوٹا اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہوا شام کی جنوبی سرحد تک پہنچ گیا۔ سلطانِ مصر نے ثابت قدمی دکھائی اور ۶۵۸ھ میں عین جالوت کے معرکے میں تاتاریوں کو شکست دی۔ اسی معرکہ میں ان کا سپہ سالار کتبغا نویں بھی مارا گیا۔ اس خبر سے مسلمانوں کے خوب حوصلے بڑھے اور انہوں نے ملکِ شام کے مختلف شہروں میں تاتاریوں کی لشکر گاہوں پر حملے کر کے ان سے خوب بدلے لیے۔ اس معرکے سے فارغ ہو کر

۱۔ ممالیک نے مصر، شام، عراق اور جزیرۂ عربیہ میں ۶۴۸ھ/۱۲۵۰ء سے ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء تک حکومت کی۔ ان کا صدر مقام قاہرہ رہا۔ ممالیک ان غلاموں کو کہا جاتا ہے جنہیں ایوبی حکمران بچپن میں مختلف غیر مسلم ممالک سے لاتے رہے۔ ان کی تربیت شاہی نگرانی میں کی جاتی تھی اور انہیں فنِ سپاہ گری سکھانے کے لیے خصوصی تربیتی انتظامات کیے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی جنگی خدمات بہت نمایاں ہوتی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ حکام کمزور ہوتے گئے اور بطور کماندار اور امراء مملوکین کا اثر رسوخ بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ ۱۲۵۰ء میں مملکت کی باگ ڈور سنبھالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ممالیک نے اپنی سلطنت کے ابتدائی ایام ہی سے مغول طالع آزماؤں کی شام اور مصر کی طرف پیش قدمی کو بڑی بہادری سے روکا۔ عین جالوت کا معرکہ اس سلسلہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے شام میں صلیبی ریاستوں کی سرکوبی پر خصوصی توجہ دی اور بالآخران کے آخری مرکز عکا کو بھی ۱۲۹۰ء میں آزاد کرا لیا۔ ان کے دور میں قاہرہ زبردست بین الاقوامی تجارتی مرکز رہا۔ ۱۴۵۰ء سے اقتصادی امور پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑنا شروع ہو گئی اور ۱۵۱۷ء میں عثمانی سلطان سلیم اول ان کی مملکت ختم کر کے مصر کو سلطنتِ عثمانیہ میں شامل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ خاندانِ ممالیک یا خاندانِ غلاماں کو ممالیک بحریین، ممالیک برجیین اور جراکسہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے دورِ حکومت میں ماتحت علاقوں میں شرعی قوانین نافذ رہے۔ حجاز اور حرمین شریفین کا انتظام بھی انہی کے پاس رہا اور انہوں نے بغداد میں اپنے ماتحت بنو عباس کے ذریعے خلافت کے ادارے کو بھی قائم رکھا۔ http://www.hukam.net/family.php?fam=29

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان سیف الدین قطز ابھی قاہرہ پہنچ بھی نہ پائے تھے کہ راستے میں ہی ذی قعدہ ۶۵۸ھ میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ ان کی جگہ امیر رکن الدین بیبرس بندقداری کو ۱۷ ذی قعدہ ۶۵۸ھ بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۲۶۰ء کے دِن الملک الظاہر کا لقب دے کر مصر کا سلطان بنا دیا گیا۔ ابن تیمیہؒ کی پیدائش کے وقت بیبرس ہی مصر کے سلطان تھے۔ بغداد پر انہی کے مقرر کردہ عباسی سردار ابوالعباس احمد بن ابی علی، حاکم بامر اللہ کے لقب کے ساتھ خلیفہ کا منصب سنبھالے ہوئے تھے۔ وہ چالیس سال تک (۶۶۰ھ تا ۷۰۱ھ) خلیفہ رہے، مگر عملاً خلیفۂ بغداد سلطانِ مصر کا ماتحت ہوتا تھا۔ دمشق، بعلبک، حماۃ، حمص، حلب، سلمیہ اور کرک وغیرہ پر بھی سلطان کے نائب حکومت کرتے تھے۔ ان کے دورِ حکومت میں تاتاری اپنی ان تھک کوشش کے باوجود ملکِ شام کے کسی حصے پر قبضہ نہیں کر سکے۔ ان کے ہاتھوں پر ممالیکی حکومت مضبوط ہوئی۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت خدمت کی۔ کہا جاتا ہے کہ ممالیکی سلاطین میں سے عدالت مظالم سب سے پہلے انہوں نے ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۳ء میں قائم کی اور شکایات سننے کے لیے سوموار اور جمعرات کے دو دِن مقرر کیے۔ اس دوران چاروں مذاہب کے فقہاء ان کے گرد بیٹھتے تھے۔ اتفاق سے دیوانِ مظالم کے قیام کا سال ہی امام ابن تیمیہؒ کا سنِ ولادت ہے۔ انہوں نے ۲۸ محرم ۶۶۱ھ بمطابق ۲ مئی ۱۲۶۳ء کو اپنی وفات تک تقریباً سترہ سال حکومت کی[1]۔

۱۔ بیبرس ترکی النسل غلام تھا جس کی پیدائش ۶۲۰ھ بمطابق ۱۲۲۳ء کو صحرائے قبچاق میں ہوئی۔ وہ چودہ سال کی عمر میں مغولوں کے ہاتھوں قید ہوا اور دمشق کے بازارِ غلاماں میں بیچ دیا گیا۔ امیر علاء الدین ایدکین صالحی بندقداری نے اسے خریدا اور انہی کی نسبت سے وہ بندقداری مشہور ہوا۔ اس کے بعد وہ صالح بادشاہ نجم الدین ایوب کی خدمت میں رہا۔ انہوں نے اسے آزاد کر کے اپنے ممالیک میں شامل کر لیا یہاں تک کہ وہ اپنی وفاداری اور شجاعت کی وجہ سے کماندار بن گیا۔ اس نے سلطان سیف الدین قطز کی قیادت میں تاتاریوں کے خلاف معرکۂ عین جالوت میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان قطز کے قتل کی سازش میں وہ بھی شریک تھا۔
امام ابن تیمیہ مؤلفہ کوکن عمری ص ۸۴، ۸۵،
www.islamonline.net/Arabic/history/1422/01/article31.shtml

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیبرس کے بعد ۱۵۱۷ء تک خاندانِ ممالیک کے دیگر سلاطین یکے بعد دیگرے مصر کے حکمران رہے اور عرصہ تک یہی عالمِ اسلام کی مرکزی حکومت شمار ہوتی رہی۔ امام ابن تیمیہؒ کے دور میں کل گیارہ عہد ہائے حکومت گزرے۔ اس عرصے میں وقفے وقفے سے تین مرتبہ محمد بن قلاؤن (ملک ناصر) سلطان بنے۔ انہی کے دور میں امام ابن تیمیہؒ (۶۶۱ھ، ۱۲۶۳ تا ۷۲۸ھ-۱۳۲۸ء) کی سیاسی اور سماجی سرگرمیاں زوروں پر رہیں اور انہی کے آخری دور میں ان کی وفات ہوئی۔ موصوف کے دور میں سلاطینِ ممالیک کی فہرست[1] درج ذیل ہے:

	حکمران	لقب	ہجری	عیسوی	کیفیت
۱۔	رکن الدین بیبرس بندقداری	ملک ظاہر	۶۵۸-۶۷۶	۱۲۶۰-۱۲۷۷	
۲۔	محمد بن برکہ خان بن بیبرس	ملک سعید	۶۷۶-۶۷۸	۱۲۷۷-۱۲۷۹	
۳۔	بدرالدین سلامش بن بیبرس	ملک عادل	۶۷۸-۶۷۸	۱۲۷۹-۱۲۷۹	
۴۔	سیف الدین قلاؤن الفی	ملک منصور	۶۷۸:۶۸۹	۱۲۷۹-۱۲۹۰	
۵۔	صلاح الدین خلیل بن قلاؤن	ملک اشرف	۶۸۹-۶۹۲	۱۲۹۰-۱۲۹۳	صلیبیوں کو عکا سے نکالا اور مشرق سے ان کا وجود ختم کیا۔
۶۔	محمد بن قلاؤن	ملک ناصر	۶۹۲-۶۹۳	۱۲۹۳-۱۲۹۴	معزول کیے گئے
۷۔	زین الدین کتبغا منصور	ملک عادل	۶۹۳-۶۹۵	۱۲۹۴-۱۲۹۶	
۸۔	حسام الدین لاچین	ملک منصور	۶۹۵-۶۹۷	۱۲۹۶-۱۲۹۸	
۹۔	محمد بن قلاؤن	ملک ناصر	۶۹۷-۷۰۸	۱۲۹۸-۱۳۰۸	دوسری مرتبہ
۱۰۔	رکن الدین بیبرس جاشنگیر	ملک مظفر	۷۰۸-۷۰۹	۱۳۰۸-۱۳۰۹	
۱۱۔	محمد بن قلاؤن	ملک ناصر	۷۰۹-۷۴۰	۱۳۰۹-۱۳۴۰	تیسری مرتبہ

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۳: ۲۳۷ تا ۱۴: ۱۳۵،
http://www.hukam.net/country.php?id=13

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاکہ نظمِ مملکتِ دمشق

حران سے ہجرت کے بعد امام ابن تیمیہؒ کا وطن دمشق قرار پایا تھا اور ان کی زندگی کا زیادہ تر عرصہ وہیں گزرا۔ اس دور میں شام کی کوئی مستقل حکومت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ انتظامی طور پر مصر کے سلطان کے ماتحت تھا۔ ہر سلطان مختلف صوبوں میں اپنے نائبین مقرر کرتا تھا۔ امام موصوف کے دور میں مملکتِ شام کا انتظامی خاکہ درج ذیل رہا:

ملکِ شام میں کل چھ صوبے تھے۔ ہر صوبے کا مستقل دارالحکومت تھا اور ہر صوبے کو مملکت کہا جاتا تھا۔ ہر مملکت ایک خود مختار ذیلی ریاست شمار ہوتی تھی، جہاں سلطانِ مصر کا ایک نائب ہوتا تھا۔ ان میں سے ہر ریاست دیگر شامی ریاستوں سے الگ اپنی مستقل حیثیت رکھتی تھی۔ ممالک شامیہ میں پہلا درجہ نیابتِ دمشق کا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ کا مسکن چوں کہ دمشق تھا اور ان کی زیرِ نظر کتاب کے مضامین کو اسی پسِ منظر میں بہتر انداز سے سمجھا جا سکتا ہے اس لیے یہاں صرف دمشق کے انتظامی ڈھانچہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ا۔ مملکتِ دمشق کا انتظامی ڈھانچہ

فوج: دمشق کی افواج ترک، جرکس، رومی، روسی اور آصی وغیرہ مختلف قومیتوں پر مشتمل تھیں۔ افواج کے مناصب میں سب سے پہلے امیرِ مقدم کا عہدہ تھا، پھر امیر طبل خانہ اور اس کے بعد امیرِ عشرات (دس دس کے دستے) ہوتا تھا۔ امراءِ مقدمین اور طبل خانہ جات کے درمیان امراءِ سبعین (ستر) اور خمسین (پچاس) ہوتے تھے۔ امراءِ عشرات اور طبل خانہ جات کے درمیان امراءِ عشرینات (بیس بیس کے دستے) وغیرہ ہوتے تھے۔ ہر فوجی حلقے کا ایک امیر مقدم ہوتا تھا اور ایک صاحبِ لشکر۔۔۔ محمد بن قلاؤون (ملک ناصر) کے عہد میں امراء مقدمین کی تعداد دس اور امراءِ طبل خانہ جات کی تعداد چالیس تھی۔ جب کہ امراءِ عشرات دو ہزار ایک سو پچاس تھے۔ انہی میں بحری دستوں کے امراء بھی شامل تھے۔ یہ تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکاری دفاتر: وہاں ایک خزانہ تھا، جس سے انعامات کی رقوم اور خلعتیں وغیرہ جاری ہوتی تھیں۔ ایک اسلحہ خانہ تھا، ایک زرہ خانہ تھا اور کچھ عمارات سلطانی افسروں کے زیرِ استعمال رہتی تھیں۔ یہاں سلطانی کے ملازمین کی ایک مختصر تعداد مقیم رہتی تھی تاکہ اگر سلطان کبھی ادھر کا رخ کریں تو سرکاری معاملات چلانے کے لیے تمام ضروری اہلِ کار یہاں میسر ہوں۔

ہر امیر اور ہر منصب دار خاص خلعت زیبِ تن کیے رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص قابلِ ستائش خدمت بجالاتا تو مصر کے دربارِ سلطانی یا نیابتِ دمشق کی طرف سے اسے خلعت عطا کی جاتی تھی۔ امارت کے پرچم، لشکروں کے ہراول دستے اور طبل خانوں کے مخصوص نشانات بھی یہیں سے نکلتے تھے۔ اسلحہ خانوں میں منجنیقیں اور اسلحہ تیار کیا جاتا تھا جو پورے شام میں بھیجا جاتا اور قلعوں وغیرہ میں نصب کیا جاتا تھا۔ قلعۂ دمشق کو بلادِ شام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ پورے شام کے قلعوں اور دیگر علاقوں میں افسران اور پیشہ ور صنعت کاروں کی تعیین یہیں سے عمل میں لائی جاتی تھی۔ دمشق کا نائب سلطان کا قائم مقام شمار ہوتا تھا کیوں کہ وہی دراصل حاضر سلطان ہوتا تھا۔

۲۔ دمشق میں سرکاری مناصب

یہاں کے مناصب کو درجِ ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

أ۔ عسکری مناصب: ان میں نائب سلطنت سے لے کر چھوٹے چھوٹے محکموں کے افسرانِ مجاز تک عسکری نوعیت کے تمام مناصب شامل تھے۔

ب۔ دیوانی مناصب: ان میں وزراء سے لے کر، دیوانِ انشاء اور تحصیل دار وغیرہ تک تمام دفتری مناصب شامل تھے۔

ج۔ دینی مناصب: ان میں شہری عدالتوں کے قاضی فوجی عدالتوں کے قاضی محکمۂ انصاف کے مفتی، بیت المال کے ناظمین، نقابتِ اشراف وامراء کے نگران، شیخ المشائخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین، سرکاری مساجد کے خطباء اور تدریسی مناصب اور حسبہ کے افسرانِ مجاز شامل تھے۔

د۔ پیشہ ور ماہرین کے مناصب: ان میں اطباء، ماہرینِ جراحی اور امراضِ چشم کے ماہرین وغیرہ شامل تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ **غیر مسلم اقلیتوں کے مناصب:** ان میں یہود و نصاریٰ کے مذہبی عرف کے مطابق ان کے مذہبی رہنماؤں کا تقرر کیا جاتا تھا(۱)۔

ابن تیمیہؒ کے دور کے نائبینِ دمشق(۲) کے نام یہ ہیں:

نمبر	امیر	ہجری	عیسوی	سلطان
۱۔	علاء الدین طیبرس وزیری	۶۶۰-۶۶۱	۱۲۶۲-۱۲۶۳	بیبرس (ظاہر)
۲۔	جمال الدین آقوش	۶۶۱-۶۷۰	۱۲۶۳-۱۲۷۱	بیبرس (ظاہر)
۳۔	عز الدین آیدمر ظاہری	۶۷۰-۶۷۸	۱۲۷۱-۱۲۷۹	بیبرس، محمد بن برکہ (سعید)
۴۔	سنقر اشقر	۶۷۸-۶۷۸	۱۲۷۹-۱۲۷۹	سلامش (عادل)، قلاؤن (منصور)
۵۔	حسام الدین لاچین اشقر	۶۷۸-۶۷۸	۱۲۷۹-۱۲۷۹	قلاؤن (منصور)
۶۔	حسام الدین طرنطائی	۶۷۸-۶۸۹	۱۲۷۹-۱۲۹۰	قلاؤن، خلیل بن قلاؤن (اشرف)
۷۔	آکش بیگ	۶۸۹-۶۹۰	۱۲۹۰-۱۲۹۱	خلیل بن قلاؤن (اشرف)
۸۔	عز الدین ایبک حموی	۶۹۰-۶۹۵	۱۲۹۱-۱۲۹۶	خلیل، محمد بن قلاؤن (ناصر)، کتبغا (عادل)
۹۔	سیف الدین چاغان اغیرلی	۶۹۵-۶۹۵	۱۲۹۶-۱۲۹۶	حسام الدین لاچین (منصور)
۱۰۔	شجاع الدین ادرلو	۶۹۵-۶۹۹	۱۲۹۶-۱۳۰۰	لاچین، محمد بن قلاؤن (ناصر)
۱۱۔	سیف الدین قبچاق منصوری	۶۹۹-۷۰۷	۱۳۰۰-۱۳۰۷	محمد بن قلاؤن (ناصر)
۱۲۔	اصلام	۷۰۷-۷۱۱	۱۳۰۷-۱۳۱۱	بیبرس جاشنگیر (مظفر)، محمد بن قلاؤن
۱۳۔	جمال الدین اقوش افرم	۷۱۱-۷۱۲	۱۳۱۱-۱۳۱۲	محمد بن قلاؤن (ناصر)
۱۴۔	سیف الدین خلیل سنقر	۷۱۲-۷۴۱	۱۳۱۲-۱۳۴۰	محمد بن قلاؤن (ناصر)

۱۔ صبح الأعشیٰ ۴:۱۸۶، طرفِ ثالث، فصلِ ثانی، بابِ ثالث، مقالۂ ثانیہ، ذکر احوالِ مملکتِ شام

۲۔ البدایۃ و النہایۃ ۱۳:۲۳۷ تا ۱۴:۱۳۵،

www.hukam.net/country.php?id=13

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم واقعات

۱۵ ربیع الثانی ۶۹۹ھ کو سیس کے نصرانی حکمران اور اس کے پیروکروں اور تاتاریوں نے دمشق کی مساجد، درسگاہوں اور محلوں کو لوٹنا شروع کیا اور بہت قتل وغارت کی۔ تاتاریوں کے شیخ الشیوخ محمود بن علی شیبانی المدرسة العادلية الكبيرة میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ نے ان کو ساتھ لیا اور جس قدر ہو سکا ان لٹیروں کے مظالم کی روک تھام کی(۱)۔

دمشق کے لوگ سخت خوف وہراس کی وجہ سے گھروں میں بند ہو کر رہ گئے، بازار لوٹ لیے گئے اور جو بچے تھے ان پر تالے پڑے تھے۔ ۲۰ ربیع الثانی ۶۹۹ھ کو ابن تیمیہؒ نے ایک وفد کے ہمراہ دوبارہ غازان سے ملنے کی کوشش کی مگر اس کے وزراء نے مصروفیت کا بہانہ بنا کر ٹال دیا(۲)۔

سلطانِ مصر (ملک ناصر) کی ناراضگی کے بعد امیر سیف الدین قبچاق منصوری تاتاریوں کی طرف سے شام کا گورنر تھا۔ قلعۂ دمشق کے علاوہ زیادہ تر علاقے پر تاتاریوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ قبچاق نے قلعے کا محاصرہ کیا مگر علم الدین ارجواش منصوری اس کی حفاظت پر ڈٹے رہے۔ ابن تیمیہؒ نے ان کو خفیہ پیغام بھجوایا کہ جب تک قلعہ کی ایک اینٹ بھی باقی ہے اسے تاتاریوں کے حوالے نہ کیا جائے۔ آپؒ خود راتوں کو ہتھیار باندھ کر فصیل کے اطراف میں چکر لگایا کرتے تھے۔ وہ اسی دوران قرآنِ مجید کی آیات کی تلاوت کرتے، مجاہدین کی ہمت بندھاتے اور ان کو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ۱۰ رجب ۶۹۹ھ کو قبچاق دوبارہ سلطانِ مصر ملک ناصر کے ساتھ مل گیا تو شام بھی انہی کے ماتحت آ گیا اور تاتاری فوجیں وہاں سے بھاگ گئیں۔ ابن تیمیہؒ نے شہر اور بازار کا چکر لگایا اور شراب کی دوکانیں بند کرا دیں۔ تمام گھڑے اور مٹکے توڑوا دیے اور لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اسلامی احکام کی پوری پابندی کریں(۳)۔

۱۔ البداية و النهاية ۱۴:۸

۲۔ امام ابن تیمیہ، کوکن عمری ص ۹۶

۳۔ البداية و النهاية ۱۴:۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نائب شام جمال الدین آقوش ۲۰ شوال ۶۹۹ھ کو جمعہ کے دِن کسروان کی پہاڑیوں میں مورچہ بند باغیوں کی سرکوبی کے لیے نکلے تو ابن تیمیہؒ اور دیگر رضا کار بھی ان کے ساتھ نکلے۔ یہ باغی کسی حکومت کی اطاعت قبول نہیں کرتے تھے اور انہوں نے تاتاریوں کے ساتھ جنگ میں شکست کھا کر بھاگنے والے مصری اور شامی فوجیوں کو بہت تکالیف دی تھیں۔ یہ لشکر پہاڑیوں کے پاس پہنچا تو باغیوں کے سردار امیر سے ملاقات کو آئے۔ ابن تیمیہؒ نے ان کے عقائد ونظریات کے بارے میں ان کے ساتھ علمی گفتگو کی۔ جس سے ان کے بہت سے لوگ تائب ہوئے اور شکست خوردہ سپاہیوں سے لوٹا ہوا مال واپس کرنے کا وعدہ بھی کیا(۱)۔

صفر ۷۰۰ھ میں شام پر زبردست تاتاری حملے کی افواہ گردش کر رہی تھی۔ ابن تیمیہؒ نے ۲ صفر ۷۰۰ھ کو جمعہ کے دِن جامع مسجد میں ایک زوردار تقریر کی۔ آپؒ نے سب لوگوں کو ملک کی حفاظت کرنے کی ترغیب دی اور شہر میں اعلان کروایا کہ کوئی شخص بغیر اجازت دمشق چھوڑ کر نہ نکلے۔ اس کے بعد اسی موضوع پر ان کی تقاریر ایک تسلسل کے ساتھ جاری رہیں(۲)۔

ربیع الثانی ۷۰۰ھ میں تاتاری لشکر حلب کے قریب پہنچا تو ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ حماۃ اور مرج صفر میں شامی فوجیں بھی جمع ہوگئیں۔ ابن تیمیہؒ نے پہلی جمادی الاول کو مرج الصفر جا کر امیروں اور سپاہیوں کے سامنے جہاد کی آیات تلاوت کیں اور تقاریر کے ذریعے انہیں جہاد کی ترغیب دی۔ نائب شام امیر افرم نے ملک ناصر کو مدد کے لیے آمادہ کرنے کی خاطر آپؒ کو مصر بھیجا۔ آپؒ ۴ جمادی الاول کو قاہرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ملک ناصر نے ٹال مٹول کی تو آپؒ نے قرآنِ مجید سے استدلال کر کے اسے بہت سخت باتیں سنائیں۔ مسلسل تگ ودَو کے بعد بالآخر ابن تیمیہؒ ملک ناصر اور اعیانِ دولت کو جنگ پر آمادہ کر کے ۲۷ جمادی الاول کو دمشق واپس آئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تاتاری جو فتح کو یقینی سمجھ کر آئے تھے اور قبضہ کے بعد شام کی زمینوں کی پیداوار کو اپنے

۱۔ حوالہ بالا ۱۴:۱۴

۲۔ امام ابن تیمیہ، کوکن عمری ص ۹۹، ۱۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کافی سمجھ رہے تھے۔ سخت بارش نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے۔ سب فصلیں تباہ ہو گئیں اور انہیں ناکام و نامراد واپس جانا پڑا(۱)۔

امام ابن تیمیہؒ نے مصر سے واپس آ کر عوام الناس کو جہاد کی ترغیب دینے کے لیے پچپن صفحات پر مشتمل ایک خط بھی لکھا جس میں اس جنگ کو جنگِ احزاب سے تشبیہ دی گئی۔ اس خط کا کافی حصہ العقود الدریۃ میں منقول ہے (۲)۔

۲ رمضان ۷۰۲ھ کو غازان تاتاری کے کمان دار قتلغشاہ اور مصری و شامی افواج کے درمیان مرج الصفر کے میدان میں گھمسان کی جنگ ہوئی جسے واقعۂ شقحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تاتاری کمان دار بہت بڑی فوج لے کر زبردست تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ ہر طرف خوف و ہراس طاری تھا مگر امام ابن تیمیہؒ ایک ایک امیر کو مل کر فتح کی بشارت دے رہے تھے اور عوام کے اندر بھی بڑے وثوق سے یہی بات کہتے جا رہے تھے۔ کسی نے اِن شاء اللہ کہنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے اپنا تاریخی جملہ کہا: اِن شاء اللہ تحقیقاً لا تعلیقاً یعنی میرا اِن شاء اللہ تحقیقی ہے صرف توقع کی بنیاد پر نہیں۔ اس پر وہ ارشادِ باری تعالیٰ: وَمَنْ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللهُ (اور جس پر زیادتی سے چڑھائی کی گئی اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا) بھی سناتے جا رہے تھے(۳)۔

ابن تیمیہؒ نہ تو خود فوجی تھے، نہ ہی ان کے خاندان کا کبھی فوج سے تعلق رہا تھا۔ ان کا اور ان کے آباء و اجداد کا پیشہ ہمیشہ سے درس و تدریس اور تعلیم و تعلم تھا۔ ان کو فنِ سپاہ گری سے کوئی تعلق بھی نہ تھا۔ مگر ایمان و ایقان کی پختگی اور جوشِ جہاد نے انہیں ایک بہادر اور دلیر سپاہی بنا کر میدانِ جنگ میں لا کھڑا کیا۔ یہ بہت گھمسان کی جنگ تھی۔ جنگ کا دوسرا دِن تھا کہ ابن تیمیہؒ نے ایک امیر کے قریب جا کر کہا کہ مجھے موت کی جگہ دکھا دو۔ اس نے ایک ایسی جگہ کی طرف اشارہ

۱۔ البدایۃ و النہایۃ ۱۴:۱۶

۲۔ امام ابن تیمیہؒ کو کن عمری ص ۱۰۵ بحوالہ العقود الدریۃ ص ۱۷۱

۳۔ مدارج السالکین، ابن قیمؒ ۲:۲۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جہاں تاتاریوں کے تیر بارش کی طرح برس رہے تھے۔ امام نے وہاں جا کر کچھ دیر کے لیے دعا کی، پھر تلوار نکالی اور عقاب کی طرح دشمن کی صفوں پر جھپٹ پڑے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ عصر کے قریب تاتاریوں کو شکست ہوئی اور ابن تیمیہؒ میدانِ جنگ سے صحیح سلامت باہر نکل آئے(۱)۔

یوں آپؒ کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ دعوتِ دین، ردِ شرک و بدعت، تعلیم و تعلم اور اصلاحِ معاشرہ کی زبانی و عملی کوششوں کے علاوہ انہوں نے ہمیشہ مسلم حکام کی دینی رہنمائی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جہاں جہاں ضرورت پیش آئی وہ خود حکام کے پاس گئے اور بے دھڑک اپنا موقف بیان کیا۔ سیاسی میدان میں دینی رہنمائی کے لیے آپ کی کتاب السیاسة الشرعية في إصلاح الراعي والرعية اور الحسبة في الإسلام بہت اہم دستاویزات ہیں۔

ابن تیمیہؒ کے دور میں حسبہ

ابن تیمیہؒ (۶۶۱ھ / ۱۲۶۳ تا ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء) کے دور میں نظامِ حسبہ ایک اہم ادارے کے طور پر نافذ العمل تھا۔ مملکتِ دمشق میں سرکاری مناصب پانچ طرح کے تھے: جن میں عسکری، دیوانی، دینی، پیشہ ورانہ مہارتوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے مناصب شامل تھے۔ حسبہ کا ادارہ دینی مناصب میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی انتظامی ترتیب یہ تھی کہ دمشق کے محتسبِ اعلیٰ کا تقرر دمشق کے نائب سلطنت کے فرمان کے تحت ہوتا تھا جب کہ دمشق کے تمام ذیلی علاقوں میں ماتحت محتسبین کا تقرر محتسبِ اعلیٰ کرتا تھا۔ قاہرہ میں محتسب کا ایک دفتر عدالت کے احاطہ میں بھی ہوتا تھا مگر دمشق میں ایسا نہیں تھا(۲)۔ محتسب کے تقرر کا طریقۂ کار عرصۂ دراز سے یہی چلا آ رہا تھا کہ حاکمِ وقت کی طرف سے تقرر کا جو پروانہ جاری ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ اس منصب کی ذمہ داریوں اور طریقۂ کار پر مشتمل ایک مفصل ہدایت نامہ ہوتا تھا۔ یہ ہدایت نامہ متعلقہ علاقہ کے

۱۔ مجموع الدرر ص ۱۶۴

۲۔ صبح الأعشیٰ ۴:۱۸۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گورنر یا قاضی قضاۃ کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ آج کے دور میں اسے تقریبِ حلف کا نام دے دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ احکامِ تقرری اکثر بہت تفصیلی ہوتے تھے جن میں اس عہدہ کی اہمیت، فضیلت، اور عہدے دار کی ذمہ داریوں کا تفصیل سے ذکر ہوتا تھا۔ ہر منصب کے تقرر نامہ کو تقلید کا نام دیا جاتا تھا، جنہیں منجھے ہوئے علماء و ادباء ترتیب دیتے تھے، جو علم و تجربہ میں پختگی کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کی اصطلاح میں ڈرافٹنگ کے بھی ماہر ہوتے تھے۔ ابن تیمیہؒ کے دور میں بھی یہی طریقہ رائج رہا۔ عہدے داروں کی تقرری کے ضمن میں ان کے دور کی تقالید کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ علامہ ضیاء الدین ابوالفتح ابن اثیرؒ مؤلفِ کتاب: **المثل السائر في أدب الكاتب والشاعر**، اس زمانہ سے کچھ قبل ہوگزرے تھے۔ وہ خود بھی کسی زمانے میں وزیر رہے۔ ادب وانشاء میں ان کا ایک نام ہے۔ ان کی مرتب کردہ ایک تقلید کا ترجمہ بطور نمونہ درج ذیل ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَونَ عَنِ الْمُنْكَرِ. وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ (اور تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کا حکم کرتی رہے اور برائی سے روکتی رہے۔ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں)۔

یہ ایسا حکم نامہ ہے جس کا تعلق خاص لوگوں سے ہے، عام لوگوں سے نہیں۔ اس کی خصوصیت کے حامل ایک وہ لوگ ہیں جن کے احکام مانے جاتے ہوں اور دوسرے وہ ہیں جو علم والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دونوں خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں اور ان دونوں کے استعمال کے اختیارات کے ساتھ ہمیں خلافت بھی عطا فرمائی ہے۔

اس کی ابتداء ہم اللہ تعالیٰ کی حمد سے کر رہے ہیں جو مزید عنایات کا باعث ہے۔

پھر ہم اس ارشاد کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اس ذاتِ عالی کی طرف سے ہر انسان پر ایک مضبوط نگران مقرر کیا گیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بندوں کی اصلاح کا اثر زمین کے اندر تک جاتا ہے۔ اس سے اس کی وادیاں پاکیزہ ہوتی ہیں، چشمے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیلتے ہیں اور اس پر بسنے والے اور اس کے مکین آسمان کی برکات میں حصے دار بنتے ہیں۔ اصلاح کا یہ حکم ایک ایسا بوجھ ہے کہ اگر اسے کئی ہاتھ مل کر آپس میں تقسیم نہ کر لیں تو گردنوں پر اس کا وزن بھاری پڑ جائے۔ اور جب ملک کے حصے پھیلے ہوئے ہوں تو نائب مقرر کرنے والوں اور نائب بننے والوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہم نے فلاں شہر کے لیے ایک شخص کا انتخاب کیا ہے اور اس کی اہلیت جانچنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس کے لیے ہم نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بہتر شخص کو یہ ذمہ داری دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر اس کی نیت ٹھیک رہی تو وہ ضرور صحیح راہ پر چلے گا۔ وہ شخص جناب فلاں آپ ہیں۔ یہ تحریر وصول کرنے کے لیے اپنا ہاتھ قوت کے ساتھ آگے بڑھائیے اور ہماری نیکیوں میں سے ایک ایسی نیکی بن جائیے جو میزان کا پلڑا جھکا دے اور جس نظر سے ہم نے آپ کو دیکھا ہے اسے سچ کر دکھائیے۔ یہ نظر اللہ کے دیے ہوئے اس نور میں سے ہے جس کے آگے کوئی پردہ حائل نہیں۔

آگاہ رہیے کہ شریعت کی بنیاد آسانیاں پیدا کرنے پر ہے، نہ کہ مشکلات پیدا کرنے پر۔ اپنی زبان کو کوڑے کی جگہ وہی شخص استعمال کر سکتا ہے جسے بہترین قوتِ بیان سے نوازا گیا ہو۔ جو شخص سنت نبوی کو اپنے لیے ضروری قرار دے لے، اس کے لیے بہت وسعت موجود ہے۔ یہ اُس کے لیے رہنما ہے جو اس پر عمل کرے اور اُس کے لیے نور ہے جو اسے جانے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے اس عرب دیہاتی کا قصہ عمدہ مثال ہے جس نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تو لوگ اس کی طرف دوڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو یہ کہہ کر روک دیا کہ تم لوگوں کو آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ مشکلات پیدا کرنے والا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا اور پیشاب والی جگہ پر بہا دیا۔ پھر آپ دیہاتی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عربی بھائی! مساجد کسی ایسے کام کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے اکثر کا تعلق ایسے امور سے ہے جو لوگوں کے ایک طبقہ میں مروج ہوتے ہیں تو دوسرے میں نہیں ہوتے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں لوگ کسی اسلوب کو اپناتے ہیں، مگر جب وقت بدلتا ہے تو ان کے رویے بھی بدل جاتے ہیں۔ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن پر سبھی لوگ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ایسے کاموں میں سب سے معمولی کام مسجد سے رینٹ، بلغم وغیرہ کو صاف کرنا اور راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا ہے۔

ان ہدایات پر عمل کرنے کے لیے آپ کو ہر موقع پر الگ حکم کی ضرورت نہیں۔ آپ خود جانتے ہیں کہ موقع کی مناسبت سے کیا بات زیادہ مناسب ہوگی۔ وہ دوسرے لوگ ہیں جو صحیح بات کو بدل دیتے ہیں۔ چناں چہ آپ صحیح طریقہ اپنائیں اور اچھا کام کریں۔ اپنے ظاہر و باطن دونوں حالتوں کو برابر رکھیں۔ اللہ کے خوف سے آپ کی کیفیت مسافر کی سی اور اس سے امید میں مقیم وطن کی سی رہے۔

یہ ہماری طرف سے آپ کو ذمہ داری سونپنے کا پروانہ ہے۔ آج آپ اس کی حسین خلعت کو زیبِ تن کریں گے اور کل اس کی بنا پر آپ کو بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔

ہم نے آپ کے لیے حقِ خدمت کے طور پر کچھ وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ اس سے آپ کا گزارہ ہو جائے گا اور آپ کو دوسروں کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ اس لیے کہ جس کام کی ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے وہ آپ کے اوقات کو مصروف رکھے گا۔ ان اوقات میں آپ دنیوی ضروریات کے لیے کمائی نہیں کر سکیں گے۔ اپنی توجہ اسی کام پر مرکوز رکھیں اور اسی کی محنت کریں۔ دوسرے کاموں میں محنت کر کے اپنے آپ کو تھکا نہ دیں۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو جو کام آپ کے ذمہ لگایا گیا ہے اس کے لیے آپ کے پورے اوقات درکار ہیں یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر اوقات ان میں ہی مصروف رہنے کی ضرورت ہے۔اس فریضہ میں آپ کی حیثیت ایک معمار کی سی ہے جو بنیادیں بھی رکھتا ہے اور عمارت بھی بناتا ہے۔ہر عمارت کا معیار اسی طرح کا ہوتا ہے جس طرح اسے اس کا بانی بناتا ہے اور جس طرح معمار اسے تعمیر کرتا ہے۔

ہم مختلف مناصب پر متعین اپنے افسرانِ مجاز اور اہل کاروں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ آپ کے مرتبہ کا تحفظ کریں اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہر ممکن آپ کے مدد و معاون ہوں۔اگر کہیں کوئی رکاوٹ پیش آئے تو اسے دور کرنا انہی لوگوں کی ذمہ داری ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے معاون بنیں، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [المائدۃ۵:۲]۔

اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو، اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو(۱)۔

اس دور کے چند محتسبین کے نام(۲) درج ذیل ہیں:

نمبر	نام محتسب	تقرر	وفات	حکمران	نائب دمشق
۱۔	محمد بن احمد بن عنتر سلمی	.....	۶۶۱ھ	بیبرس	آقوش نجیبی
۲۔	محمد بن احمد تغلبی، حوی	.....	۶۷۱ھ	بیبرس	آیدمیر ظاہری
۳۔	یوسف بن توبہ بکریتی	۶۸۸ھ	.....	قلاؤن	حسام الدین طرنطائی
۴۔	تاج الدین شیرازی	۶۸۸ھ		قلاؤن	حسام الدین طرنطائی

۱۔ المثل السائر ۱۱:۶۷-۷۱

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۳:۲۳۷تا۱۴:۱۳۵،

www.hukam.net/country.php?id=13

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔	محمد بن عثمان۔ابن سلعوس	.....	۶۹۳ھ	خلیل بن قلاؤن	لاچین سلحدار ی
۶۔	شہاب الدین حنفی	۶۹۴ھ		محمد بن قلاؤن	عزالدین ایبک حموی
۷۔	زین الدین محتسب	۶۹۵ھ		کتبغا	عزالدین ایبک حموی
۸۔	ابن نشابی	۶۹۵ھ		لاچین سلحدار ی	سیف الدین چاغان اغیرلی
۹۔	زین الدین محتسب	۶۹۵ھ		لاچین سلحدار ی	سیف الدین غرلو عادلی
۱۰۔	امین الدین یوسف ارمنی رومی	۶۹۵ھ		لاچین سلحدار ی	سیف الدین قبچاق
۱۱۔	جمال الدین ابن نحاس	۶۹۹ھ		محمد بن قلاؤن	اقوش افرم
۱۲۔	امین الدین عجمی	۶۹۹ھ		محمد بن قلاؤن	اقوش افرم
۱۳۔	یوسف عجمی	۷۰۶ھ سے قبل		محمد بن قلاؤن	اقوش افرم
۱۴۔	نصر الدین محمد بن شیخ فخر	۷۰۶ھ		محمد بن قلاؤن	اقوش افرم
۱۵۔	نجم الدین بصراوی	۷۰۷ھ		محمد بن قلاؤن	اقوش افرم
۱۶۔	فخر الدین سلیمان بصراوی	۷۱۰ھ		محمد بن قلاؤن	سنقر منصوری
۱۷۔	ابوعبداللہ محمد۔ابن حداد	۷۱۵ھ سے قبل		محمد بن قلاؤن	سنقر منصوری
۱۸۔	عزالدین بن مبشر	۷۱۵ھ		محمد بن قلاؤن	سنقر منصوری
۱۹۔	فخر الدین ابن شیخ السلامیہ	۷۱۹ھ		محمد بن قلاؤن	سیف الدین تنکز
۲۰۔	عزالدین بن القلانسی	۷۲۴ھ		محمد بن قلاؤن	سیف الدین تنکز

زیرِ نظر کتاب

دیکھنے کو تو امام ابن تیمیہؒ نہ محتسب رہے، نہ کسی اور حکومتی عہدے پر فائز ہوئے۔ایک مرتبہ قاضی کا منصب آپ کو پیش بھی کیا گیا تو آپؒ نے اسے قبول نہ کیا مگر گزشتہ اوراق میں ان کے تعارف سے یقیناً یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے، انہوں نے مملکتِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے دامے درمے قدمے سخنے محیر العقول کارنامے سرانجام دیے۔ان کی علمی تحقیقات سے کسی کو اتفاق اور کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے اور یہ سلسلہ ہر مجدد اور ہر نابغۂ روزگار ہستی کے ساتھ رہا مگر اصلاحِ امت کے لیے ان کی خدمات یقیناً اپنی مثال آپ ہیں۔

موصوف کی یہ کتاب **الحسبة في الإسلام أو وظيفة الحكومة الإسلامية** جس کا اردو ترجمہ اسلام کا نظامِ حسبہ کے عنوان سے قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اپنے موضوع پر ایک بے مثال کتاب ہے۔اس کے مقدمہ میں مؤلف نے مقصدِ تالیف یوں بیان کیا ہے:

> یہ نظم ونسق کے اصول وضوابط پر مشتمل رسالہ ہے جس کا اصل مقصد اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ اسلام میں تمام انتظامی اداروں کے قیام کا بنیادی مقصد پورے نظام کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع بنانا ہے تاکہ اسی کی بات سب سے بلند تر ہو۔اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اسی کے لئے پیدا فرمایا، اسی پر مشتمل کتابیں نازل فرمائیں، یہی ذمہ داریاں دے کر رسولوں کو بھیجا اور اسی کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مؤمنین نے جہاد کیا۔

مقدمہ کے بعد اس میں کل نو فصول ہیں جن میں انہوں نے حاکمِ وقت کی اطاعت سے لے کر دینی اور دنیوی نظام کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں رہنما اصول بیان کیے ہیں۔چوں کہ اصلاح کا بنیادی ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اس لیے انہوں نے اس موضوع کو خاص اہتمام سے بیان کیا ہے۔انہوں نے ان دونوں اصطلاحات کی بہت حکیمانہ وضاحت کی ہے اور داعی کا دائرۂ کار بھی بتلایا ہے۔انہوں نے فتنوں کے دور میں دعوت وجہاد کے طریقۂ کار پر بھی روشنی ڈالی ہے۔یہ کتاب پہلے دار الکاتب العربی سے چھپی ہوئی متداول تھی۔اب جمعية إحياء التراث الإسلامي کویت سے اس کا محقق ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔اس کی تحقیق اور تخریج دار الفتح کی مجلسِ تحقیق کے رکن جناب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوعمادسخاوی نے کی ہے۔دمشق یونیورسٹی میں کلیۂ شریعہ کے استاذ اور شعبۂ عقائد وادیان کے سربراہ پروفیسر محمد مبارک اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں:

جن اہلِ علم نے حسبہ کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے جیسا کہ ماوردیؒ اور غزالیؒ وغیرہ، ابن تیمیہؒ اس کے تصور اور اصولوں کی وضاحت میں ان سب سے ممتاز نظر آتے ہیں۔انہوں نے اس موضوع پر مختلف نقطۂ ہائے نظر کی وضاحت کے لیے اجتہادات اور تحقیقی آراء بھرپور انداز میں ذکر کی ہیں۔وہ دلائل کو تفصیل سے بیان کرتے اور پھر ان پر بحث کرتے ہیں۔چاروں فقہی مذاہب کے دلائل بیان کرتے ہوئے بعض اوقات وہ جزئی مسائل میں سے کلیات کا استنباط اور عام اصول بیان کرکے ان کی عملی صورتوں کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ابن تیمیہؒ کی شخصیت کا جہاں امتیاز نظر آتا ہے کہ وہ نصوص کی تخریجات اور مسائل کے استنباط کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح حقوق سے متعلق فقہی مباحث کے دوران ان کو اخلاقیات کے ساتھ مربوط کرکے ذکر کرنے میں بھی وہ ممتاز ہیں۔وہ اپنی تحریر میں معاشرتی پہلو کو بھی زیرِ بحث لاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے انسانی مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنے پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔اس طرح ابن تیمیہؒ کی کتاب الحسبة اس موضوع پر تالیف کی گئی دیگر کتب میں اپنی مثال آپ ہے۔

اس کا انگریزی ترجمہ (Public Duties in Islam) کے عنوان سے مہتار ہولینڈ نے کیا جو اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر کے زیرِ اہتمام ۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔امید ہے اسلام کے نظامِ حسبہ کو سمجھنے کے لیے یہ عاجزانہ کوشش بھی ان شاءاللہ مفید ثابت ہوگی۔

اِکرام الحق یٰسین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متنِ کتاب

اسلام کا نظامِ حسبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمۂ مؤلف

شیخ الاسلام ابوالعباس امام احمد بن امام شہاب عبدالحلیم بن مجدالدین امام ابوالبرکات عبدالسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

الحمدلله نستعينه ونستهديه ونستغفره ونتوب إليه .ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنامن يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلاهادي له . ونشهد أن لاإله إلاالله وحده لاشريک له .ونشهد أن محمداً عبده ورسوله .أرسله بين يدي الساعة بشيراً ونذيراً .وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً .فهدى به من الضلالة .وبصر به من العمى،وأرشد به من الغي ،وفتح به أعيناً عُمياً وآذاناً صُمًّاوقلوباً غُلفاً حيث بلغ الرسالة ،وأدى الأمانة ،ونصح الأمة وجاهد في الله حق جهاده ، وعبدالله حتى أتاه اليقين من ربه .صلى اللهعليه وعلى آله وسلم تسليماً ،وجزاه الله عناأفضل ما جزى نبياً عن أمته . امابعد!

ہرطرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے۔ہم اس سے مدد مانگتے ہیں، ہدایت کے طلب گار ہیں اورتوبہ کرتے ہیں۔ہم اپنے نفس کے شراوراپنے اعمال کے برے اثرات سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔جس کواللہ تعالیٰ ہدایت دے دے اس کوکوئی گمراہ کرنے والانہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والانہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔وہ اکیلا ہے اوراس کا کوئی شریک نہیں۔ہم یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔جنہیں اس نے قیامت سے پہلے خوش خبری دینے والا،خبردار کرنے والا،اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشنی پھیلانے والا چراغ بنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر بھیجا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے ہدایت دینے، اندھے پن سے بینائی بخشنے اور ناسمجھی سے نکال کر سمجھ داری عطا کرنے کا کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں لپٹے دلوں کو کھول دیا، کیوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، امت کا خیر خواہ بن کر اسے نصیحت کی، اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسا جہاد کیا کہ حق ادا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی کہ انہیں اپنے رب کی طرف سے دولت یقین سے نواز دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اپنی رحمت اور خوب خوب سلامتی نازل فرمائے اور انہیں ہماری طرف سے ایسا بدلہ دے جو کسی امت کی طرف سے اپنے نبی کو ملنے والا سب سے بہتر بدلہ ہو۔

مقصدِ تالیف

یہ نظم ونسق کے اصول وضوابط پر مشتمل رسالہ ہے جس کا اصل مقصد اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ اسلام میں تمام انتظامی اداروں کے قیام کا بنیادی مقصد پورے نظام کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع بنانا ہے تاکہ اسی کی بات سب سے بلند تر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اسی کے لئے پیدا فرمایا، اسی پر مشتمل کتابیں نازل فرمائیں، یہی ذمہ داریاں دے کر رسولوں کو بھیجا اور اسی کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مؤمنین نے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات ۵۱: ۵۶] (اور میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری بندگی کریں)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الأنبیاء ۲۱: ۲۵] (اور ہم نے آپ سے قبل جو رسول بھی بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں اس لئے میری ہی بندگی کرو۔) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾[النحل ۱۶: ۳۶](اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو)۔

اللہ تعالیٰ نے تمام رسل کے بارے میں بتایا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم کو یہی کہا: اللہ کی بندگی کرو، تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اور بندگی اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ اس کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔ یہی بھلائی ہے، یہی نیکی ہے۔ اسی کو تقوی، حسنات، قربات، باقیات صالحات اور عمل صالح کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان الفاظ میں بعض لطیف فرق بھی ہیں جن کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کی خاطر لوگ لڑبھی پڑتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقٰتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ﴾[الأنفال ۸: ۳۹](اور تم ان کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے)۔ صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں سے ایک اپنی بہادری کی وجہ سے لڑتا ہے، دوسرا غیرت کی وجہ سے اور تیسرا دکھاوے کے لئے۔ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله.(۱)

جس نے صرف اس لیے جنگ کی کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو، وہی اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔

اجتماعیت

انسان کے دنیوی اور اخروی مفادات کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک وہ

۱۔ صحیح بخاری: کتاب العلم، باب من سأل وهو قائمٌ عالماً جالساً ۱: ۵۸، صحیح مسلم: کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله ۳: ۱۵۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے مل جل کر ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط نہ کریں۔ مصلحت کے حصول اور نقصان سے بچنے کے لیے ان کا مل جل کر کام کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انسان فطری طور پر مدنیت پسند ہے۔ جب انسان اجتماعی صورت اختیار کرلیں تو ان کے لیے ایسے کام کرنا ضروری ہیں جن سے وہ اپنے مفادات حاصل کرسکیں اور ایسے امور سے بچنا ضروری ہے جن میں ان کا نقصان ہو۔ ان مقاصد کے حصول اور مفاسد سے بچنے کے لئے کسی ایسے شخص کی اطاعت ضروری ہے جو مصلحت کے کام کرنے کا حکم دے اور نقصان والے کاموں سے روکے۔

امیر کی اطاعت

تمام انسانوں کے لئے لازمی طور پر کسی ایسے شخص کی اطاعت ضروری ہے جو حکم دینے اور منع کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ جو لوگ آسمانی کتابوں یا کسی بھی دین کے ماننے والے نہیں وہ اپنے بادشاہوں کی اطاعت یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ وہ ان کے دنیوی مفادات کی بجا آوری کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان بادشاہوں کے بارے میں کبھی ان کا یہ خیال صحیح ثابت ہوتا ہے اور کبھی غلط۔ تحریف شدہ مذاہب کو ماننے والے لوگ جیسا کہ مشرکین اور اہل کتاب ہیں، اپنے دین میں تبدیلی یا اس کے منسوخ ہوجانے کے بعد بھی اسی پر قائم رہتے ہیں اور ایسے امور میں اس کی اتباع کرتے رہتے ہیں جن میں انہیں اپنے دینی و دنیوی مفادات کا تحفظ نظر آتا ہے۔

موت کے بعد جزا سزا کو اہل کتاب کے علاوہ بھی کچھ لوگ مانتے ہیں اور کچھ اس کے قائل نہیں، البتہ آسمانی کتابوں کو ماننے والے سب لوگ متفقہ طور پر اس پر یقین رکھتے ہیں۔ باقی جہاں تک دنیا کے اندر اعمال کے بدلے کا تعلق ہے تو روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان اس کے قائل ہیں۔ اس بات میں کبھی اختلاف نہیں رہا کہ ظلم کا انجام برا اور عدل کا انجام اچھا ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی حکومت کی مدد کرتا ہے جو عدل قائم کرتی ہے اگرچہ وہ کفار کی حکومت ہو اور ظالم حکومت کی مدد نہیں کرتا اگرچہ وہ اہلِ ایمان کی حکومت ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ بات طے ہے کہ کسی نہ کسی حکم دینے اور منع کرنے والے کی اطاعت کرنا ہی ہے تو یقیناً سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں داخل ہو جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات وانجیل میں مرقوم ہے۔ وہی ہیں جن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا کہا گیا ہے۔ وہی ہیں جو پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام بتاتے ہیں۔ انہی کی اطاعت ساری مخلوق پر واجب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا. فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء ۴: ۶۴-۶۵] (اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس غرض سے کہ اس کی اطاعت اللہ کے حکم سے کی جائے۔ اور کاش کہ جس وقت یہ اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھتے تھے آپ کے پاس آجاتے، پھر اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول بھی ان کے حق میں مغفرت چاہتے تو یہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔ سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اپنے اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء ۴: ۶۹] (اور جو کوئی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا خاص انعام کیا ہے یعنی پیغمبر، اولیاء، شہید اور صالحین۔ اور یہ کیسے اچھے رفیق ہیں۔) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [النساء ۴: ۱۳-۱۴] (اور جو کوئی اللہ اور اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ضابطوں کی حدود سے باہر نکل جائے گا اسے وہ دوزخ کی آگ میں داخل کر دے گا۔ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور اسے ذلت دینے والا عذاب ہوگا۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمعہ کے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

إن خير الكلام كلام اللّٰه وَخير الهَدْيِ هَدْيُ محمدٍو شر الأمور مُحْدَثَاتُهَا(۱)

بلاشبہ سب سے بہتر کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو گھڑے ہوئے ہوں۔

صلاۃ الحاجہ کے خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے:

من يطع اللّٰه ورسوله فقد رشد و من يعصهما فانه لا يضر إلا نفسه ولن يضر اللّٰه شيئا.(۲)

جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اسی نے ہدایت پائی ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللہ کا ہرگز

۱۔ حدیث مشہور ہے اور بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان، ابن خزیمہ، احمد، ابویعلیٰ، عبدالرزاق، بزار اور بیہقی وغیرہ نے اسے مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے مگر مجھے "خير الكلام كلام الله" کے الفاظ نہیں مل سکے۔ صحیح بخاری: كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله وقول الله .....۶:۲۶۵۵ میں "إنَّ أحسَنَ الحديثِ كتاب الله"، صحیح مسلم: كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة ۲:۵۹۲ میں "إنَّ خَيرَ الحديثِ كتاب الله" اور سنن ابن ماجہ: ۱۸ میں "احسنَ الكلام كلام الله" کے الفاظ ہیں۔

۲۔ سنن ابوداود: كتاب الصلاة، باب الرجل يخطب على قوس ۱:۲۸۷، سنن البيهقي: كتاب الجمعة، باب كيف يستحب أن تكون الخطبة ۳:۲۱۴ مگر وہاں لفظ "وَلَن يُضر الله شيئاً" کی بجائے "فَلَن يُضر الله شيئاً" ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نقصان نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر دستور زندگی اور سب سے بہتر شریعت دے کر بھیجا۔ ان پر سب سے بہتر کتاب نازل فرمائی اور انہیں لوگوں کی نفع رسانی کے لئے بھیجی جانے والی امتوں میں سے سب سے بہتر امت کی طرف مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ کی امت کے لیے دین کو مکمل اور اپنی نعمت کو تمام فرمادیا۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے ان کے علاوہ سب پر جنت کو حرام کردیا۔ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلام لے کر آئے صرف وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ٹھہرا۔ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ دین تلاش کرتا ہے تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا کہ اس نے کتاب اور لوہا دونوں اتارے ہیں تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں چناں چہ ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [الحدید ۵۷: ۲۵] (ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (قواعد عدل)، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا پیدا کیا، اس میں خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔ اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرلے۔ بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔)

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے اوپر منتظم مقرر کرنے کا حکم دیا ہے اور منتظمین کو حکم دیا ہے کہ وہ امانتیں ان کے مستحقین کے سپرد کریں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں تو انصاف سے فیصلہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم بھی دیا کہ جب تک ان

۱۔ چوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کی تکمیل کردی ہے اس لیے اب اس مکمل شریعت پر ایمان لانے سے ہی انسان جنت کا مستحق قرار پاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص شریعت کی تکمیل کے بعد بھی کسی پہلے پیغمبر کی شریعت کو اپنے لیے کافی سمجھے تو یہ بات اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے منتظمین اللہ کی اطاعت کے اندر رہتے ہوئے حکم دیتے رہیں ان کی اطاعت کریں۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا خرج ثلاثة في سفر فليؤمروا أحدهم۔(۱)

جب تین آدمی سفر میں نکلیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔

سنن ابوداؤد میں ہی حضرت ابوہریرہؓ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے۔ مسند امام احمدؒ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا يحل لثلاثة يكونون بفلاة من الأرض إلا أمّروا أحدهم۔(۲)

اگر کوئی تین آدمی کسی ویران سرزمین میں سفر کر رہے ہوں تو ان کے لیے اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنائے بغیر سفر کرنا جائز نہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی سے چھوٹی جماعت اور کم سے کم تعداد کے لیے اپنے اندر سے کسی کو امیر بنانا واجب قرار دیا ہے، تو یہ زیادہ تعداد پر مشتمل جماعت کے لیے ایسے تقرر کے وجوب کی واضح دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص کسی منصب کو دین سمجھ کر اپناتا ہے اور اس کے متعلق اپنے فرائض کی حتی الامکان ادائیگی کرتا ہے تو یہ اس کے بہترین اعمال صالحہ میں شمار ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

إنّ أحب الخلق إلى الله إمام عادل و أبغض الخلق إلى الله إمام جائر (۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب عادل حکمران ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ظالم حکمران ہے۔

۱۔ سنن ابوداؤد: أول كتاب الجهاد ، باب في القوم يسافرون يؤمرون أحدهم ۳:۳۶

۲۔ مسند احمد: أول مسند عبدالله بن عمرو بن العاص ۲:۳۶۹۔ یہاں ایک تو راوی حضرت عبداللہ بن عمر نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں اور حدیث کے الفاظ بھی اس طرح ہیں: لا يحل لثلاثة نفرٍ يكونون بأرض فلاةٍ إلا أمروا أحدهم۔

۳۔ مسند احمد: مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ۳:۴۰ میں قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۱

اداروں اور حکومتی مناصب کی غرض وغایت

جب پورے دین اور ہر طرح کے عہدوں کا خلاصہ ہی امر ونہی ہے تو جو امر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دیا ہے اسی کو امر بالمعروف کہا جاتا ہے اور جو نہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کی ہے وہی نہی عن المنکر ہے۔ یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی صفت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [التوبة ۹ : ۷۱] (اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔) یہ ہر ذی استطاعت مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی اسے بجا نہ لائے تو ہر ذی استطاعت پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

استطاعت کسی کام کی طاقت اور اختیار کا نام ہے۔ جس کے پاس طاقت ہے اس پر یہ ذمہ داری بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہے کیوں کہ وجوب کی اصل بنیاد استطاعت ہی ہے۔ اس لیے ہر انسان پر اس کا وجوب بھی اس کی استطاعت کے مطابق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن ۶۴ : ۱۶] (تو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو) اسلامی مملکت کے تمام اداروں کا اصل مقصد اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے اور اس مقصد میں تمام محکمے برابر ہیں خواہ وہ ولایتِ حرب کبریٰ ہو جیسا کہ نیابت سلطنت کا ادارہ یا ولایتِ حرب صغریٰ جیسے امن عامہ وامور سلطنت کے ادارے۔ یا وہ ولایتِ مالیات ہو جس کے تحت مالیاتی معاملات اور حسابات کی جانچ کے شعبہ جات آتے ہیں(۱)۔

۱۔ یہ انہی اصطلاحات کا ترجمہ ہے جو مؤلف کے دور میں استعمال ہوتی تھیں۔ ہر دور میں ہر حکومت کی اپنی اپنی وزارتیں اور اپنے اپنے ادارے ہوتے ہیں جن میں تقسیم کار اور اختیارات بھی وہاں کے حالات کے مطابق ہوتے ہیں، البتہ اس سے انتظامی ڈھانچے کے دائرۂ کار کا ایک بنیادی تصور سامنے آجاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان محکمہ جات اور شعبہ جات کے سربراہ دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو صرف امانت دار نگران کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا کام صرف حقیقت کے مطابق رپورٹ پیش کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ایک گواہ جو حاکم کے پاس جا کر کسی معاملہ کی گواہی دے دیتا ہے۔ اسی طرح دیوانِ حاکم کا سیکرٹری جس کا کام محض دیوان میں آمد خرچ کا حساب رکھنا ہوتا ہے، یا حاکم کا پرسنل سیکرٹری اور افسر تعلقات عامہ کہ ان کا کام فقط حاکم وقت کو حالات سے باخبر رکھنا ہوتا ہے۔

حکومتی محکمہ جات اور شعبہ جات کے سربراہان کی دوسری قسم وہ ہے جن کی حیثیت بااختیار امین کی سی ہوتی ہے اور عدل وانصاف مہیا کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے جیسا کہ حاکم وقت، قاضی اور محتسب وغیرہ۔

ہر بات میں سچ بولنے اور ہر اقدام میں عدل وانصاف کا دامن تھامے رہنے سے تمام حالات درست ہو سکتے ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾[الأنعام ۶: ۱۱۵] (اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالموں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَن صَدَّقَهُم بِكِذبِهِم وأعَانَهم علَى ظُلمِهِم فليسَ مني ولستُ مِنه ولا يرِدُ عليَّ الحَوضَ، ومَن لم يُصدِّقْهُمْ بِكِذْبِهِم ولَمْ يُعِنهُم على ظُلمِهِم فهُو مني وأنَا مِنه وَسيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوضَ(۱)۔

جس نے ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق کی اور ظلم میں ان کی مدد کی نہ وہ مجھ سے

۱۔ سنن ترمذی: أبواب العيدين، باب ماذكر في فضل الصلاة ۲: ۵۱۲ بروایت حضرت کعب بن عجرہؓ، صحیح ابن حبان: كتاب البر والإحسان، باب الصدق والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ۱: ۵۱۷، مستدرک امام حاکم: كتاب الأطعمة ۴: ۱۴۱ بروایت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، مسند امام احمد: حديث حذيفة بن اليمان رضي الله عنه ۶: ۵۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ میں اس سے ہوں، اور نہ ہی وہ حوض پر میرے پاس آئے گا۔ اور جس نے جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کی اور ظلم میں ان کی مدد نہ کی، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ حوض پر بھی میرے پاس آئے گا۔

صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ کا ارشاد منقول ہے:

علیکم بالصّدق فإنّ الصدق یَهدِي إلی البِرِّ وَإنّ البِرّ یهدِي إلی الجنة ولا یزال الرجل یصدُق وَیَتحرّی الصّدق حتّی یُکتَبَ عند اللّٰه صِدّیقاً وإیّاکم وَالکَذِب فَإنّ الکذبَ یَهدِي إلی الفُجورِ وإن الفُجورَ یهدي إلی النارِ ولا یزال الرجل یکذِبُ و یتحرّی الکذب حتی یکتب عند اللّٰه کذابًا.(۱)

سچ کو لازم پکڑو کیوں کہ سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک شخص سچ بولتا اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو کیوں کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک شخص جھوٹ بولتا اور جھوٹ کے پیچھے لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ، تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾[الشعراء۲۶: ۲۲۱-۲۲۲] (میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ، نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾[العلق۹۶: ۱۵-۱۶] (تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، اس جھوٹے خطاکار کی پیشانی کے بال!)۔

۱۔ صحیح مسلم: کتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله ۴: ۲۰۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے جس شخص کے ذمہ کوئی کام لگایا جائے وہ اس میں سچے اور انصاف پسند لوگوں کا تعاون حاصل کرے اور اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو ایسے لوگوں کے قریب تر صفات والے لوگوں سے مدد لے اگرچہ ان میں کچھ جھوٹ یا ظلم کا شائبہ بھی ہو۔

إنَّ اللهَ يُؤيّدُ هذاالدين بالرجل الفاجر وباقوام لاخلاق لهم.(۱)

اللہ تعالیٰ کبھی برے اور نافرمان لوگوں سے بھی اس دین کی نصرت کا کام لے لیتے ہیں۔

انسان کی ذمہ داری اسی قدر ہے جس قدر اس کے بس میں ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے:

مَن قَلَّدَ رجُلاً على عصابةٍ وهو يَجِد في تلك العصابةِ مَن هوَ أرضَى منه فقد خانَ اللّٰه وخانَ رسوله وخانَ المؤمنينَ۔(۲)

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر، باب إنّ الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر ۳:۱۱۱۴، کتاب القدر باب العمل بالخواتيم ۶:۲۴۳۶، صحیح مسلم: کتاب الإيمان باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه..... ۱:۱۰۵ اور اس کے علاوہ سنن دارمی، مسند امام احمد وغیرہ کئی کتب حدیث میں ایک طویل روایت کے آخر میں "إنّ الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر" کے الفاظ منقول ہیں۔ معجم صغیر طبرانی: باب الألف، من اسمه أحمد ۱:۶۶ میں "باقوام لاخلاق لهم" ہے مگر امام طبرانی نے لکھا ہے کہ یہ الفاظ حماد بن زید کے علاوہ معلّٰی سے کسی نے نقل نہیں کیے اور یہ ہدبہ کا تفرد ہے۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب الجهاد، باب الشهيد ۵:۲۶۹ میں "بالرجل الفاجر" نقل کرنے کے بعد معمر کے حالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے یہ روایت حسن سے نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "يؤيد هذاالدين بمن لاخلاق له" ارشاد فرمایا۔

۲۔ یہ قول حضرت عمرؓ سے منسوب مجھے نہیں مل سکا البتہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث نقل کی گئی جس میں "مَنْ قَلَّدَ" کی بجائے "مَن استعمل رَجُلاً" منقول ہے۔ مستدرک حاکم، کتاب الأحكام ۴:۱۰۴، سنن بیہقی: کتاب آداب القاضي، باب لا يولي امرأة ولا فاسقا ولا جاهلا ولا ضعيفا ۱۰:۱۰۰ امام حاکم کی روایت کے ایک راوی حسین بن قیس ابوعلی الرحبی المعروف حنش پر علماء رجال نے کلام کیا ہے۔ الكامل في الضعفاء، الحسين بن قيس ۳:۲۱۸ مگر امام بیہقی کی سند میں حسین بن قیس نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے کسی شخص کو کسی جماعت کا سربراہ بنایا حالاں کہ اسے معلوم تھا کہ اس جماعت میں اس شخص سے بہتر لوگ بھی موجود ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے خیانت کی۔

اس طرح اسی شخص کا تعین واجب ہے جو نسبتاً زیادہ باصلاحیت ہو۔ کامل انسان تو کہیں کم ہی میسر آتے ہیں اس لیے دو اہل افراد میں سے اہل تر کا انتخاب کر لیا جائے اور دو بُرے لوگوں میں سے اس سے بچا جائے جو زیادہ برا ہو۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ فرمایا کرتے تھے: ''اُشکو إلیک جلد الفاجر وعجز الثقة'' (میں تیرے دربار میں بُرے انسان کی سختی اور قابلِ اعتماد شخص کی بے بسی کی شکایت کرتا ہوں)۔ جب کبھی اہل روم اور دیگر نصاریٰ کو مجوسیوں کے مقابلے میں کامیابی ملتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ؐ کے صحابہ خوش ہوتے تھے کیوں کہ ان دونوں میں سے ایک فریق اسلام سے زیادہ قریب تھا۔ جب اہل روم اور اہل فارس کی جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے بارے میں سورۂ روم نازل فرمائی، جس کا قصہ مشہور ہے۔

اسی طرح پیکرِ صداقت حضرت یوسف علیہ السلام فرعون مصر کے نائب رہے حالاں کہ وہ اور اس کی قوم مشرک تھے۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے جس قدر ہو سکا عدل وانصاف قائم کیا اور حتی الامکان انہیں ایمان کی دعوت دی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

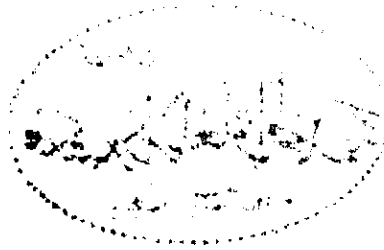

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۲

محکموں کے حدودِ کار اور افسرانِ مجاز کے اختیارات

محکموں اور اداروں کے دائرہ کار اور حدود ہر جگہ ایک جیسے نہیں ہوتے، نہ ہی سربراہ محکمہ کا اختیار ہر جگہ ایک جیسا ہوتا ہے۔ مختلف ممالک میں ان کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ اور تعریفات بھی مختلف ہوتی ہیں۔ شریعت نے بھی کسی محکمہ کی حدود مقرر نہیں کیں۔ کسی ملک اور کسی دور میں محکمۂ امن عامہ کے کچھ شعبے محکمہ عدل وقضاء میں شامل رہے ہیں جب کہ بعض مقامات اور بعض اوقات میں معاملہ اس کے برعکس رہا ہے۔ یہی سلسلہ محکمہ مال اور محکمہ حسابات کے درمیان رہا۔

یہ تمام محکمہ جات دراصل شرعی ذمہ داریاں اور دینی مناصب ہیں۔ جس شخص کو کسی محکمہ کی ذمہ داری ملی اور اس نے عدل کیا، اپنے محکمہ کا نظم ونسق علم وعدل کے ساتھ چلایا اور حتی الامکان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہا تو اس کا شمار نیک اور صالح لوگوں میں ہوگا اور جس نے ظلم کیا اور اپنے محکمہ کا نظم ونسق جاہلانہ طریقے سے چلاتا رہا وہ غلط کار اور ظالم لوگوں میں شمار ہوگا۔ اس سلسلہ میں بنیادی ضابطہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ [الانفطار ۸۲: ۱۳-۱۴] (بے شک نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں)۔

اسی ضابطہ کے تحت ہمارے دور میں شام اور مصر کے ممالک میں محکمۂ دفاع وجہاد کے دائرۂ کار میں ایسی حدود کا نفاذ شامل ہے جن میں جسم کے کسی حصہ کو تلف کیا جاتا ہے جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا یا حد محاربہ کا نفاذ وغیرہ۔ ان میں بعض ایسی سزائیں بھی آجاتی ہیں جن میں اعضاء تلف نہیں ہوتے جیسے چور کو کوڑے لگانا وغیرہ۔ بعض دفعہ معمولی جھگڑوں، مار پیٹ اور ایسے الزامات کے مقدمات کا فیصلہ جن میں تحریری ثبوت یا گواہ نہیں ہوتے بھی اسی محکمہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے مقدمات جن میں تحریری ثبوت اور گواہ موجود ہوں نیز حقوق وغیرہ کے مقدمات کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ عدلیہ کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ وقف املاک کے متولیوں، یتیموں کے سرپرستوں اور اس طرح کے دیگر امور کی نگرانی بھی عرف عام میں اسی محکمہ کی ذمہ داری شمار ہوتی ہے۔

بلادِ مغرب وغیرہ کئی دیگر ممالک ایسے ہیں جہاں محکمہ دفاع کا سربراہ اپنے طور پر کوئی حکم جاری نہیں کرسکتا بلکہ اس کے ذمہ صرف عدلیہ کے سربراہ کا حکم نافذ کرنا ہوتا ہے اور اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے جس میں کئی مکتب ہائے فکر اور مقامی عرف کا عمل دخل ہے جن کا ذکر دیگر مقامات پر موجود ہے۔

محتسب کا دائرۂ کار

جہاں تک محتسب (نگرانِ عمومی) کا تعلق ہے تو اس کا کام ایسے امور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو کسی دیگر محکمہ کے سربراہ، کسی قاضی یا دیوانِ حاکم کے افسر اعلیٰ کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔ بہت سے دینی امور ایسے بھی ہیں جو مختلف محکمہ جات کے درمیان مشترک ہیں۔ ان میں جو بھی اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہو اسی کی اطاعت واجب ہے۔

محتسب کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو پانچوں نمازوں کی بروقت ادائیگی کا حکم دے اور جو نماز نہ پڑھے اسے جسمانی یا قید کی سزا دے البتہ قتل کی سزا اس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ ائمۂ مساجد اور مؤذنین کی نگرانی بھی محتسب کی ذمہ داری ہے۔ جو امام اپنے فرائض کو قواعد وضوابط کے مطابق ادا کرنے میں کوتاہی کرے اور جو مؤذن شریعت میں ثابت شدہ اذان سے انحراف کرے محتسب ان سے صحیح اذان اور اصولوں کے مطابق امامت کی پابندی کرائے اور اگر کہیں معاملہ اس کے بس سے باہر ہو جائے تو محکمہ دفاع کے سربراہ، حاکم یا کسی دیگر افسر مجاز سے مدد لے کر ان سے پابندی کروائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز تمام اعمال میں سب سے بڑی نیکی، اسلام کا ستون اور دین کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اس کا ذکر شہادتین کے ساتھ ملا کر کیا گیا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات فرض کیا ہے اور کسی فرشتے کے واسطہ کے بغیر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست اس کا حکم دیا ہے۔ یہی امت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ہے۔ اسی کو یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتیاز حاصل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا عمومی ذکر فرمانے کے بعد تخصیص کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾[الأعراف ۷: ۱۷۰] (اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں) اور فرمایا: ﴿اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ [العنكبوت ۲۹: ۴۵] (کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کریں اور نماز کے پابند رہیں) نیز فرمایا: ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾[البقرة ۲: ۴۵] (اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو) اور فرمایا: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾[البقرة ۲: ۴۳] (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) اور ﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي﴾[الأنعام ۶: ۱۶۲] (بے شک میری نماز اور میری قربانی) اور ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾ [الفتح ۴۸: ۲۹] (وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ تو ان کو دیکھتا ہے کہ جھکے ہوئے سربسجود ہیں) اور ﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ، وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ. وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً. وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ. إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا. فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ. إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾[النساء ۴: ۱۰۲-۱۰۳] (اور جب تم ان مجاہدین کے لشکر میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے۔ جب وہ سجدہ کر چکے تو پرے ہو جائے۔ پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی ان کی جگہ آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر آپ کے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یک بارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو (اس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے۔)

نماز کی شان اس قدر بلند ہے کہ الفاظ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اس لیے ذمہ دار افسران کا فرض ہے کہ اس کا اہتمام بھی تمام امور سے بڑھ کر کریں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے عُمّال کی طرف لکھا کرتے تھے:

إنَّ أهم أمركم عندي الصلاة ، من حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ، ومن ضيّعها كان لما سواها أشد إضاعة۔(۱)

میرے نزدیک تمہارا اہم ترین کام نماز ہے، جس نے نماز کی حفاظت اور پابندی کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دیگر اعمال کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔ اسے امام مالکؒ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

محتسب کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ لوگوں کو جمعہ، نماز باجماعت، سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دے اور جھوٹ، خیانت اور دیگر ایسی برائیوں سے منع کرے جو جھوٹ اور خیانت میں داخل ہیں جیسا کہ ناپ تول میں کمی اور اشیاء سازی، خرید و فروخت اور معاملات قرض میں ملاوٹ اور دھوکہ وغیرہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾[المطففین ۸۳: ۱، ۲، ۳] (ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو

۱۔ مؤطا امام مالک: کتاب وقوت الصلاة، باب وقوت الصلاة ۱:۶۔ یہاں "لما سواها أشد إضاعة" کی بجائے "لما سواها أضيع" کے الفاظ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔) اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا: ﴿أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ. وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ. وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ [الشعراء ۲۶: ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳] (دیکھو! پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو۔ اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو)، ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا﴾ [النساء ۴: ۱۰۷] (کیوں کہ اللہ تعالیٰ خائن اور مرتکبِ جرائم کو دوست نہیں رکھتا) اور فرمایا: ﴿وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾ [یوسف ۱۲: ۵۲] (اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا)۔ صحیحین میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البَيِّعانِ بالخِيار مالم يَتفرَّقَا فإن صدقَا و بيَّنَا بُورِكَ لهما في بيعِهمَا وإن كتَمَا و كذِبَا مُحِقَتْ بَركةُ بيعِهمَا۔(۱)

خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کے پاس سودا فسخ کرنے کا اختیار اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ چناں چہ اگر ان دونوں نے سچ بولا اور ایک دوسرے پر بات واضح کر دی تو ان کے سودے میں برکت ہوگی اور اگر انہوں نے کچھ چھپالیا اور جھوٹ بول دیا تو ان کے سودے کی برکت ختم کر دی جائے گی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو ہاتھ کے ساتھ کچھ نمی سی لگ گئی۔ آپؐ نے غلّے کے مالک سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بارش

۱۔ صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب إذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا..... ۲: ۷۳۲، صحیح مسلم: کتاب البیوع، باب الصدق في البیع والبیان ۳: ۱۱۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھیگ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

أفلا جعلتَه فوق الطعام كي يراه الناس من غشنا فليس منا وفي رواية من غش فليس مني (۱)۔

تم نے اسے غلّے کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جس نے ملاوٹ کر کے ہمیں کچھ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے: جس نے ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ملاوٹ کرنے والا اہل دین وایمان کے عمومی عنوان میں داخل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لا يَزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن (۲)۔

جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس حالت میں مومن نہیں رہتا اور جب کوئی چور چوری کرتا ہے تو اس حال میں وہ مومن نہیں رہتا اور جب شراب پینے والا شراب پیتا ہے تو اس حالت میں وہ بھی مومن نہیں رہتا۔

آپؐ نے اس سے حقیقت ایمان کی نفی فرمادی جس کی بنا پر انسان حصول ثواب اور عذاب سے نجات کا مستحق بنتا ہے اگرچہ اس کے پاس اصل ایمان باقی بھی ہو جس کی وجہ سے وہ کفار سے الگ ہوگا اور آگ سے نجات پائے گا۔

خرید وفروخت میں ملاوٹ یہ ہے کہ سامان کے عیب کو چھپالیا جائے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ سامنے بہتر مال رکھا ہو اور اس کے اندر کم درجے کا سامان چھپا ہو جیسا کہ نبی کریم

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: من غشنافليس منا ۱:۹۹

۲۔ صحیح بخاری: کتاب المحاربین من أهل الكفر والردة، باب إثم الزناة وقول الله: ولايزنون، ولاتقربوا الزنا ۶:۲۴۹۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے ڈھیر میں دیکھا اور اسے ناپسند فرمایا۔

اشیاء سازی جیسا کہ روٹی بنانا، کھانا پکانا، دال اور بھنا ہوا گوشت تیار کرنا وغیرہ کھانے کی چیزوں کی صنعت یا لباس سازی جیسا کہ بُنائی، سلائی وغیرہ کے کام اور اسی طرح دیگر تمام صنعتیں کہ ان سب کو ملاوٹ، خیانت اور مال کے عیوب چھپانے سے باز رکھنا بہت ضروری ہے۔

یہی حکم کیمیا گروں کا ہے جو نقدی کے سکّوں، ہیرے جواہرات اور عطر وغیرہ میں کھوٹ ڈالتے ہیں یا سونا، چاندی، عنبر، کستوری، ہیرے جواہرات، زعفران، عرقِ گلاب یا اس کے علاوہ دیگر اشیاء مصنوعی طور پر تیار کر لیتے ہیں، اس طرح وہ پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں بنائی ہیں بندے اس کی طرح کچھ نہیں بنا سکتے۔

حدیث قدسی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے:

ومَن أظلم مِمَّن ذهبَ يخلُق كخَلقِي؟ فَليُخلقُوا ذرّة فليخلُقُوا بَعُوضَة(۱)۔

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو میری مخلوق کی طرح پیدا کرنے چل دے۔

یہ لوگ آئیں ایک ذرہ بنا کر دکھا دیں یا ایک مچھر بنا دیں۔

یہی حکمت ہے کہ باری تعالیٰ نے کھانا پکانا، لباس تیار کرنا، مکانات تعمیر کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام بندوں کے ذمہ لگا دیے اور یہی ان کی صنعت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ﴾[یس ۳۶: ۴۰-۴۱] (اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں) اور ارشاد فرمایا: ﴿أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ، وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾[الصافات ۳۷: ۹۵-۹۶] (تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالاں کہ تم کو اور جو تم کرتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا

۱۔ صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب نقض الصور ۵:۲۲۲۰، صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان و.....۳:۱۶۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔) معدنی، نباتاتی اور حیوانی مخلوق کا بنانا انسان کے بس کی بات نہیں مگر یہ لوگ دھوکے کے ذریعے ان کے مشابہہ چیزیں بنا لیتے ہیں۔ کیمیا گروں کی بھی یہی حقیقت ہے ان کی بنائی ہوئی چیزوں کی بھی اصل سے صرف مشابہت ہوتی ہے۔ یہ ایک بہت وسیع موضوع ہے جس کے بارے میں ماہرینِ فن نے بہت کتب تصنیف کی ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

منکرات اور ان کے احکام

منکرات میں خرید وفروخت کے وہ معاہدے بھی شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جیسے سود، جوا، بیع غرر (ایسی بیع جس میں کسی طرح کے دھوکے کا اندیشہ ہو) حمل کے حمل کی بیع، بیع ملامسہ (کپڑا چھو کر خریداری کا معاہدہ کرنا)، بیع منابذہ (پتھر پھینک کر سودا کرنا)، ربا النسیئہ (قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر لیا جانے والا سود) اور ربا الفضل (مقدار یا تعداد میں کمی بیشی کے ساتھ ایک ہی جنس کی خرید وفروخت) وغیرہ۔ اسی طرح صرف قیمت بڑھا کر خریداروں کو پھنسانے کے لیے بولی میں شامل ہونا، قیمت بڑھانے کی نیت سے کسی مادہ جانور کے تھنوں میں دودھ روک کر بیچنا وغیرہ تمام ایسے معاملات جن میں کسی طرح کا خلط ملط شامل ہو۔ اور ہر طرح کا سودی کاروبار خواہ ثنائی ہو یا ثلاثی، جب اس کا مقصد مدت مقرر کر کے رقم کے بدلے رقم لینا ہو تو یہ سب اسی میں شامل ہیں۔

ثنائی سے مراد ایسا معاملہ ہے جس میں دو طرح کے لین دین شامل ہو جائیں جیسے قرض کے ساتھ خرید وفروخت، کرایہ، مساقات یا مزارعت وغیرہ کا معاملہ شامل کر لیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

لا يَحِلُّ سلَفٌ وبَيعٌ ولا شرطانِ في بيعٍ ولا ربحُ مالم يَضمنْ ولا بيعُ مَاليسَ عِندَك(۱)۔

قرض اور بیع ایک ساتھ کرنا جائز نہیں، نہ ہی ایک بیع میں دو شرطیں لگائی جا سکتی ہیں۔ جو چیز انسان کے ضمان میں نہیں اس پر نفع لینا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح اس چیز کا سودا

۱۔ سنن ترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء في کراهية بيع مالیس عندک ۳: ۵۳۵، اس کے علاوہ ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، احمد، بیہقی اور دار قطنی وغیرہ نے بھی اسے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی جائز نہیں جو تمہارے پاس موجود نہ ہو۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مقررہ مدت تک کے لیے سامان بیچے اور جب یہ مدت گزر جائے تو وہ سامان واپس لے لے۔ سنن ابوداود میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

مَن بَاعَ بَيعَتَين فِي بيعةٍ فلهُ أو كَسهما أو الرِّبا(۱)

جس شخص نے ایک بیع میں دو سودے کیے اس کے لئے کم نفع والا سودا ہے یا سود ہے۔

ثلاثی سے مراد ایسا معاملہ ہے جس میں خریدار اور فروخت کنندہ کے علاوہ کوئی تیسرا شخص سود کے حصول کے لیے شامل کرلیا جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سود خور فروخت کنندہ سے سامان خرید کر تیسرے شخص کو مقررہ مدت کے لیے بیچ دے اور اس سے سود وصول کرے۔ پھر یہی مال اس سے کم قیمت میں پہلے فروخت کنندہ کو بیچ دے اور اس سے جو رقم بچے وہ اپنے پاس رکھ لے۔

ان معاملات میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو بالاتفاق حرام ہیں جن میں اس کی شرائط پائی جائیں یا ایسی بیع جس میں شرعی قبضہ حاصل ہونے سے پہلے ہی سامان بیچ دیا جائے، یا سودے میں غیر شرعی شرائط رکھی گئی ہوں، یا قرض کا بوجھ تنگ دست پر آرہا ہو کیوں کہ تنگ دست کو مہلت دینا ضروری ہے اور امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ تنگ دست پر اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی طرح کے معاملہ کا بوجھ ڈالنا جائز نہیں۔

کچھ معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں بعض علماء کا اختلاف ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور تابعین سے ان سب کی حرمت ثابت ہے۔

سامانِ تجارت کو بازار پہنچنے سے قبل خرید لینا بھی منکرات میں سے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کیوں کہ اس میں فروخت کنندہ کو دھوکہ دیا جاتا ہے جسے بازار کا بھاؤ معلوم نہیں ہوتا اور خریدار اس سامان کی اصل قیمت کا اندازہ ہونے سے پہلے ہی اسے خرید لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان کے بازار پہنچنے پر بھی اس

۱۔ سنن ابوداؤد: كتاب الإجارة، باب فيمن باع ببيعتين في بيعة ۳:۴ ۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروخت کنندہ کا اختیار باقی رکھا ہے، جس کی دو صورتیں ہیں: اگر وہاں پہنچ کر ثابت ہو جائے کہ قیمت میں اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے تو اسے بالاتفاق اختیار حاصل ہے اور اگر دھوکہ نہ ہوا ہو تو اس کے اختیار کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں، جن میں سے ایک کی بنا پر اس کو اختیار حاصل رہے گا۔ یہی امام شافعیؒ کی رائے بھی ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق اختیار باقی نہیں رہتا کیوں کہ اس کے ساتھ دھوکہ نہیں ہوا۔

بحث کیے بغیر منہ مانگی قیمت دے دینے والے خریدار کے ساتھ اگر دھوکہ ثابت ہو جائے تو اس کے اختیار پر امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر فقہاء کا اتفاق ہے اور بازار والوں کو یہ حق نہیں کہ جو بحث کر کے قیمت کم کرا لے اس کے لیے کم بھاؤ لگائیں اور جو بحث کیے بغیر منہ مانگی قیمت ادا کر دے یا بھاؤ جانتا نہ ہو اس سے زیادہ وصول کر لیں۔ تاجروں کا یہ رویہ قابل تنبیہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

غَبنُ المُسترسِلِ رِباً(۱)۔

منہ مانگی قیمت دے دینے والے کو دھوکہ دے کر وصول کی گئی رقم سود ہے۔

یہ بھی اسی طرح ہے جیسے بازار پہنچنے سے پہلے راستے میں ہی سامان خرید لیا جائے کیوں کہ باہر سے آنے والا قیمتوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کا مال بیچنے سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

دعوا الناس یرزق اللّٰہ بعضھم من بعض.(۲)۔

لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ارشادِ نبوی: ''لایَبِیعُ حاضرٌ لبادٍ'' (کوئی شہری کسی دیہاتی

۱۔ سنن بیہقی: کتاب البیوع، باب ماورد في غبن المسترسل ۸:۲۷۳

۲۔ صحیح مسلم: کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادي ۳:۱۱۵۷، سنن ترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء لایبیع حاضر لباد ۳:۵۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مال بیچ کر نہ دے) کا کیا مطلب ہے تو آپؐ نے فرمایا: ''وہ اس کا دلال نہ بنے''۔ اس سے منع فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ شہری کی دلالی سے خریداروں کو نقصان ہوتا ہے، کیوں کہ باہر سے آنے والا تو شہر کی قیمتوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اگر وہاں کا مقامی شہری لوگوں کی ضرورت کی چیزوں کی فروخت اپنے ذمے لے لیتا ہے تو اس کا بوجھ خریداروں پر پڑتا ہے(۱)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد ''دعوا الناس یرزق اللّٰہ بعضھم من بعض'' (لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق دیتا ہے) کا مفہوم بھی یہی ہے۔

ذخیرہ اندوزی

عام ضروریات کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی بھی اسی طرح ہے جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت معمر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحتکر إلا خاطیء(۲)۔

ذخیرہ اندوزی وہی شخص کر سکتا ہے جو گناہ گار ہو۔

ذخیرہ اندوزی وہ ہوتا ہے جو کھانے کا سامان وغیرہ لوگوں کی ضرورت کی چیزیں خرید کر اپنے قبضے میں کر لے اور مہنگا کر کے بیچنے کی خاطر انہیں لوگوں سے چھپا رکھتا ہے۔ ایسا شخص بھی خریداروں پر ظلم کرنے والا ہے لہٰذا حاکم کی ذمہ داری ہے کہ جب کوئی چیز لوگوں کو ضرورت ہو اور کچھ دوسرے لوگوں کے پاس موجود بھی ہو تو اسے مروجہ قیمت پر ان سے زبردستی فروخت کروائے۔ مثال کے طور پر کچھ لوگوں کے پاس اپنی ضرورت سے زائد کھانے کا سامان ہو اور دوسرے لوگ بھوک کا شکار ہوں تو حاکم ایسے لوگوں کو یہ سامان رائج الوقت قیمت پر فروخت

۱۔ ظاہر ہے کمیشن والا اس سے اپنا خرچہ بھی نکالے گا اور مال بیچنے والے کے ہاں اپنا اعتماد قائم رکھنے کے لیے اسے زیادہ قیمت دلانے کی کوشش بھی کرے گا جس کا بوجھ جمع ہو کر خریدار پر ہی پڑے گا۔

۲۔ صحیح مسلم: کتاب المساقاة، باب تحریم الاحتکار في الأقوات ۳: ۱۲۲۸، سنن ابوداؤد: کتاب الاجارة، باب في النهي عن الحکرة ۳: ۲۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے مجبور کرے۔ فقہاء کہتے ہیں: جس شخص کو کسی دوسرے شخص سے اشیاء خورد و نوش حاصل کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، وہ اس کی مرضی کے بغیر بھی اسے مروجہ قیمت دے کر اپنی ضرورت کا سامان لے سکتا ہے۔ اگر صاحبِ مال زیادہ قیمت وصول کیے بغیر مال دینے سے انکار کر دے تب بھی وہ صرف اصل قیمت ہی کا حق دار ہوگا۔

نرخ مقرر کرنے کا موقع اور حکم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات نرخ ظالمانہ بھی ہوتے ہیں جو کہ جائز نہیں اور کبھی عدل و انصاف پر مبنی بھی ہوتے ہیں جو کہ جائز ہیں۔ اگر تو قیمتیں مقرر کرنے میں لوگوں پر ظلم ہو اور انہیں اپنی مرضی کے خلاف چیزیں بیچنے پر ناحق مجبور کیا جائے یا اپنا جائز اور حلال نفع لینے سے روکا جائے تو یہ حرام ہے۔ اور اگر اس عمل میں لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہو جیسا کہ کسی کو مروجہ قیمت کے مطابق مال بیچنے پر مجبور کر کے اسے اپنی اصل ذمہ داری کا پابند کرنا اور مروجہ قیمت سے زیادہ وصول کر کے حرام کمانے سے روکنا، تو اس طرح قیمتیں مقرر کر دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ حاکم کی ذمہ داری ہے۔ پہلی صورت کی دلیل حضرت انسؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک مرتبہ مہنگائی زیادہ ہوگئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر فرما دیں تو اچھا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن اللّٰه هو القابض الباسط الرازق المُسَعِّرُ وإني لأرجو أن ألقى اللّٰه ولا يطلبُني أحد بمَظلمة ظلمتها إياه في دمٍ ولا مالٍ(۱)۔

اللہ تعالیٰ ہی تنگی دینے والے ہیں، وہی وسعت بخشنے والے ہیں اور وہی قیمتوں میں تصرف کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میری اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہو تو کوئی شخص مجھ سے ظلم کا بدلہ طلب کرنے والا نہ ہو جو اس کی جان یا

۱۔ سنن ترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء في التسعير ۳:۶۰۵، سنن ابوداود: کتاب الإجارة، باب في التسعير ۳:۲۷۲، سنن الدارمی: کتاب البیوع، باب في النهي عن أن يسعر في المسلمين ۲:۶۹۹، مسند امام احمد: مسند أنس بن مالکؓ ۳:۶۲۹، مسند ابویعلیٰ: قتادة عن أنس ۵:۲۴۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال پر ظلم کرنے کی وجہ سے میرے ذمہ ہو۔ اسے امام ابوداودؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

چناں چہ جب لوگ معروف طریقے سے کسی ظلم وزیادتی کے بغیر چیزیں بیچ رہے ہوں اور اس کے باوجود مال کی کمی یا آبادی کی کثرت کی وجہ سے مہنگائی ہو جائے تو یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ ان حالات میں مخلوق کو کسی خاص قیمت پر اپنی چیزیں بیچنے پر مجبور کرنا ناحق پابند کرنا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیچنے والوں نے مال روکا ہوا ہو اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہو مگر یہ لوگ اسے مروجہ قیمت پر بیچنے کے لیے تیار نہ ہوں بلکہ زائد قیمت وصول کرنے پر ہی اصرار کریں تو مروجہ قیمت پر مال بیچنا ان پر واجب ہوگا۔ یہاں قیمت مقرر کرنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ انہیں اپنا مال مروجہ قیمت پر فروخت کرنے کا پابند کیا جائے۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ تاجر اس اصول کی خود ہی پابندی کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں پابند بنایا ہے۔

اس سے بھی زیادہ واضح صورت یہ ہے کہ اشیاءِ خورد ونوش اور دیگر کسی قسم کے سامان کے لیے الگ الگ بیوپاری رواجاً مقرر ہو گئے ہوں اور لوگ اپنی چیزیں ہر مال کے مخصوص تاجر کو ہی بیچتے ہوں۔ پھر عوام ان لوگوں سے اپنی ضرورت کے مطابق یہ چیزیں خریدتے ہوں۔ ان کے علاوہ کسی کو یہ چیزیں بیچنے کی اجازت نہ ہو۔ یہ ممانعت یا تو ان تاجروں کے ساتھ انصاف کے تقاضے کی بنا پر ہو سکتی ہے جو اس کے لیے ٹیکس دیتے ہیں یا عمومی بے ضابطگی کی روک تھام کے لیے یہ اقدام کیا جا سکتا ہے۔ جب اس طرح مختلف اشیاء کے لیے الگ الگ تاجروں کا نظام قائم ہو تو ایسی صورت میں قیمتیں مقرر کر دینا (Controld rates) ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ مقررہ قیمت پر ہی مال بیچا کریں۔ اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ جب ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس قسم کے مال کی خرید وفروخت سے روک دیا جائے اور انہیں اپنی مرضی کی قیمتوں پر خرید وفروخت کی کھلی چھٹی دے دی جائے تو یہ دو پہلوؤں سے مخلوقِ خدا پر ظلم ہوگا۔ ایک تو ان لوگوں پر ظلم ہوگا جو اس مال کی تجارت کی خواہش رکھتے ہیں اور ان خریداروں پر بھی ظلم ہوگا جو پیشہ ور تاجروں سے مال خریدنے جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروخت پر مجبور کرنے کا جواز

ظلم کو اگر مکمل طور پر ختم نہ کیا جا سکے تو جتنا ممکن ہو اسے ختم کرنا ضروری ہے۔ ان حالات میں قیمت مقرر کر دینا بالاتفاق واجب ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ان تاجروں کو اپنی اشیاء مروجہ قیمت کے مطابق فروخت کرنے کا پابند کر دیا جائے۔ اس طرح کے انتظامات شریعت کی رو سے کئی موقعوں پر ضروری ہو جاتے ہیں کیوں کہ جس طرح کسی کو کوئی چیز بیچنے پر ناحق مجبور کرنا جائز نہیں اسی طرح جب حالات اس کے متقاضی ہوں تو اس کے لیے مجبور کرنے کا جواز بھی پیدا ہو جاتا ہے جیسے قرض یا نفقۂ واجبہ کی ادائیگی کے لیے کچھ بیچنے پر مجبور کرنا وغیرہ۔

یہی صورت مروجہ قیمت پر بیچنے کا پابند کرنے کی بھی ہے۔ وہاں بھی یہ اقدام صرف ضرورت کے تحت ہی جائز ہے۔ مثال کے طور پر جب بندہ کسی دوسرے شخص سے کھانا لینے پر مجبور ہو تو مالک کو اسے مروجہ قیمت پر فروخت کرنے کا پابند کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ درخت یا عمارت جو کسی شخص کی ملکیت ہوں مگر وہ جس زمین میں واقع ہیں وہ کسی اور کی ہو۔ اب اگر زمین کا مالک یہ چیزیں خریدنا چاہے تو وہ ان کی صرف مروجہ قیمت ہی ادا کرے گا۔ اس سے زیادہ دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ اس طرح کی مثالیں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ یہی اصول مشترکہ غلام آزاد کرتے وقت نافذ ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من أعتق شِركا له في عبد وكان له من المال ما يبلغ ثَمَنَ العبدِ قُوِّمَ عليه قيمة عدل لا وكس ولا شطط فأعطى شركاءه حصصهم وعتق عليه العبد وإلا فقد عُتِقَ منه ما عتقَ(۱)۔

جس شخص نے کسی مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال بھی تھا کہ غلام کی پوری قیمت اس سے ادا ہو سکے تو اس کی قیمت عدل وانصاف کے ساتھ کسی کمی بیشی کے بغیر لگائی جائے گی اور بقیہ شرکاء کو ان کے حصے کی قیمت (اسی

۱۔ صحیح بخاری: کتاب العتق، باب إذا أعتق عبداً بين اثنين أو أمة.....۲:۸۹۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مال سے) ادا کر کے غلام کو اسی کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو تو غلام کا جو حصہ اس نے آزاد کیا وہی اس کی طرف سے آزاد ہو گا۔

اسی طرح جس شخص پر عبادت کی ادائیگی کے لیے کسی چیز کا خریدنا واجب ہو گیا ہو جیسے حج کے لیے ضروری سامان یا آزاد کرنے کے لیے غلام یا طہارت کے لیے پانی وغیرہ تو ضروری ہے کہ وہ مروجہ قیمت پر یہ چیزیں خرید لے۔ اپنی مرضی کی قیمت پر چیز ملنے کے انتظار میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

اگر کسی شخص کے ذمے کسی دوسرے کا نان نفقہ یا لباس وغیرہ مہیا کرنا ہے اور اسے عرف کے مطابق مناسب کھانا یا لباس مروجہ قیمت پر دستیاب بھی ہے تو اسے چھوڑ کر کم قیمت پر کم معیار کی چیز خریدنا جائز نہیں۔ اس کی مزید مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ اسی لیے امام ابوحنیفہؒ، ان کے رفقاء اور دیگر متعدد علماء نے غیر منقولہ جائداد کے پیشہ ور تقسیم کاروں کے اشتراک کو جو اجرت لے کر جائدادیں وغیرہ تقسیم کرتے ہیں ناجائز قرار دیا ہے کیوں کہ اگر یہ لوگ مل کر کاروبار کی صورت میں یہ کام کریں گے تو اپنی اجرتوں میں اضافہ کر دیں گے جب کہ ان کی خدمات عام لوگوں کی ضروریات میں شامل ہیں۔ اس لیے تاجروں کو مشترکہ پالیسی سے اپنی مرضی کی قیمتیں مسلط کرنے اور خریداروں کو ایکا کر کے تاجروں کی چیزیں کم قیمت پر ہضم کر جانے سے روکنا ہی بہتر ہے۔ اسی طرح اگر کسی خاص مال کے بیوپاری باہمی اتفاق سے لوگوں کا مال خرید کر ہضم کرنے پر تُل جائیں، جب خریدنے کی باری آئے تو مروجہ قیمت سے کم دیں اور بیچنے پہ آئیں تو زیادہ کا مطالبہ کریں اور اسی طرح خرید خرید کر رکھتے جائیں۔ یہ رویہ باہر سے آنے والے سامان کو راستے میں خرید لینے، شہریوں کے دیہاتیوں کا مال بیچنے اور کسی مال کی بولی میں محض قیمت بڑھانے کے لیے شامل ہونے سے زیادہ ظالمانہ ہے۔ ایسے تاجر لوگوں پر ظلم کرنے کے لیے گٹھ جوڑ کرتے ہیں تاکہ وہ مجبور ہو کر مروجہ قیمتوں کی بجائے ان کی مرضی کی قیمتوں پر خرید و فروخت کے لیے مجبور ہو جائیں۔ یہ چیزیں عام لوگوں کی ضروریات کی ہوتی ہیں اور جس چیز کی خرید و فروخت عام آدمی کی ضرورت ہو اسے مروجہ قیمت پر مہیا کرنا واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشہ ورانہ مہارتوں کا حکم

صنعت وحرفت کی پیداوار اشیاء بھی عام ضرورت کی چیز ہیں چناں چہ کھیتی باڑی، کپڑے کی صنعت اور تعمیراتی کام عام لوگوں کی ضروریات میں شامل ہیں۔کھانا کھائے اور کپڑا پہنے بغیر انہیں کوئی چارہ نہیں ، نہ ہی وہ مکانوں کے بغیر رہ سکتے ہیں ۔اگر ان کی ضرورت کے مطابق کپڑا دوسرے علاقوں سے درآمد نہ کیا جائے تو لوگوں کو ایسے صنعت کاروں کی ضرورت ہوگی جو کپڑا تیار کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں حجاز کے لوگوں کی ضروریات کے لیے یمن، مصر اور شام سے کپڑا درآمد کیا جاتا تھا۔ یہ کپڑا بنانے والے کفار تھے مگر لوگ اسے دھوئے بغیر استعمال کرتے تھے۔اسی طرح کھانا ایک بنیادی ضرورت ہے خواہ اسے دوسرے علاقوں سے منگوایا جائے یا اپنے ملک میں اس کی پیداوار کا انتظام کیا جائے ،عموماً اشیائے خوردونوش مقامی طور پر ہی تیار کی جاتی ہیں۔لوگوں کی رہائش کے لیے مکانات بھی ضروری ہیں اس لیے تعمیر کا پیشہ بھی ان کی ضروریات میں سے ہے۔اسی بنا پر ابو حامد غزالیؒ اور ابوالفرج ابن جوزی وغیرہ کئی فقہاءِ شافعیہ اور حنابلہ نے ان صنعتوں کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے کیوں کہ ان کے بغیر لوگوں کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، جیسا کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے مگر وہ بھی جب سر پہ آن پڑے تو فرضِ عین ہو جاتا ہے جیسے کسی علاقے پر دشمن حملہ کر دے یا حاکمِ وقت کسی کو اس میں شمولیت کا حکم دے دے۔شریعت کا علم حاصل کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے مگر کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا جاننا فرضِ عین ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی، کہ ان کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یرد اللّٰہ بہ خیرًا یفقّھہ في الدین(۱)۔

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین میں سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری: کتاب العلم ، باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ في الدین ۱:۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے تو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور جو شخص دین کی سمجھ نہیں سیکھتا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ نہیں فرمایا۔

دین ان تعلیمات کا نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا۔ یہی وہ چیز ہے جس کی تصدیق کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی خبر دی ہے اس کی تصدیق کرے اور جس چیز کا حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرے۔ یہ تصدیق اور اطاعت اجمالی طور پر ان کی سب تعلیمات کی ضروری ہے۔ پھر جب کسی خبر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ثابت ہو جائے تو اس کی تمام تفاصیل کی تصدیق ضروری ہے۔ اور جب کسی خاص معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کی تمام جزئیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔

مُردوں کو غسل دینا، کفن پہنانا، ان کا جنازہ پڑھنا، انہیں دفن کرنا اور اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب فرضِ کفایہ ہیں۔

تمام حکومتی عہدے بھی دراصل دینی ذمہ داریاں ہیں، خواہ امیر المؤمنین کا منصب ہو یا اس سے کم درجہ کی کوئی ذمہ داری جیسے کسی علاقے کی حکومت، وزارت یا کوئی دفتری ذمہ داری وغیرہ۔ پھر دفتری ذمہ داریوں میں سرکاری فرامین کی تیاری، سٹور میں آنے جانے والی چیزوں اور افواج کی تنخواہوں کے حساب کتاب وغیرہ سب شامل ہیں۔ اسی طرح محکمۂ وفاع، اِنصاف اور حسبہ (عمومی نظم وضبط کی نگرانی) سبھی دینی ذمہ داریاں ہیں۔

ان تمام محکموں کے ذیلی ادارے دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تمام محکموں کے سربراہوں کی ذمہ داریاں بنفسِ نفیس ادا فرمایا کرتے تھے جب کہ دیگر علاقوں میں آپ نے حکام کا تقرر فرمایا ہوا تھا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت عتاب بن اسید عمقرر تھے، طائف میں عثمان بن العاصؓ اور دیارِ عُسینہ میں خالد بن سعید العاصؓ یہ ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ یمن میں یہ ذمہ داریاں نبھانے کے لیے آپ صلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم نے باری باری حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کا تقرر فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگی مہمات کے لیے کمان دار اور اموال زکوٰۃ کے انتظام کے لیے محصلین (Collector) مقرر فرماتے تھے جو اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین کو پہنچاتے تھے جن کا ذکر قرآنِ مجید میں آیا ہے۔ محصلین جب مدینہ منورہ واپس آتے تو ان کے پاس اپنے کوڑے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی کوئی چیز نہ لاتے جس کا صحیح مصرف مل جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کارندوں کا پورا پورا محاسبہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آمدن خرچ کا مکمل حساب لیتے تھے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ ازد کے ایک شخص ابن اللتبیہ کو صدقات کا محصل مقرر فرمایا۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حساب پوچھا۔ اس نے عرض کیا: یہ مال آپ کا ہے اور یہ تحائف مجھے ملے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما بال الرجل نستعمله على العمل بما وَلّانا الله فيقول: هذا لكم وهذا أهدي إليَّ، أفلا قَعدَ في بيت أبيه وأمه فينظر أيهدى إليه أم لا ؟ والذي نفسي بيده لا نستعمل رجلاً على العمل مما ولّانا الله فيغل منه شيئاً إلا جاء يوم القيامة يحمله على رقبته، إن كان بعيرًا له رغاء وإن كانت بقرة لها خوار، أو كانت شاة تيعر، ثم رفع يديه إلى السماء وقال: اللهم هل بلغت؟ قالها مرتين أو ثلاثًا(۱)۔

اس شخص کو کیا ہو گیا ہے جسے ہم کسی ایسے کام کی ذمہ داری سونپتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمے لگایا ہے تو وہ آ کر کہتا ہے: یہ مال آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا، کوئی

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الهبة وفضلها، باب من لم يقبل الهدية لعلة ۲:۲۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں آ کر اسے تحفہ دیتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ہم کسی شخص کو ایسے کام کی ذمہ داری سونپیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمے لگایا ہے اور پھر وہ اس میں کسی طرح کی خیانت کر لے تو قیامت کے دن وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہے تو وہ بڑبڑاتا ہوگا، گائے ہے تو ڈکار رہی ہوگی اور اگر بکری ہے تو ممیاتی آئے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

مقصد یہ ہے کہ جتنے اعمال فرضِ کفایہ ہیں اگر کوئی انسان بھی انہیں بجا نہ لائے تو یہ ہر شخص پر فرضِ عین ہو جاتے ہیں خصوصاً جب دوسرے لوگ ایسا کرنے سے عاجز ہوں۔ جب لوگوں کو پیشہ ور کسانوں سے کھیتی باڑی کروانے، کپڑے کے صنعت کاروں سے کپڑا بُنوانے اور معماروں سے مکان بنوانے کی ضرورت ہو مگر وہ اس سے انکاری ہوں تو افسر مجاز انہیں مروجہ اجرت پر کام کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ نہ تو وہ لوگوں سے زیادہ اجرت کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ انہیں ان کے حق سے کم اجرت دے کر زیادتی کریں۔ اسی طرح جہاد کے لیے بھرتی کیے گئے فوجیوں کو اگر اپنی زمینیں کاشت کروانے کی ضرورت ہو تو ان کی زمینیں کاشت کر کے دینا کسانوں پر لازم ہے۔ جس طرح یہ زمینیں کاشت کرنا کسانوں کی ذمہ داری ہے اسی طرح سپاہیوں کی ذمہ داری ہے کہ ان پر ظلم نہ کریں۔

علماء کے نزدیک صحیح ترین قول کے مطابق مزارعت جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاءِ راشدین کے ادوار میں مسلمان یہی کام کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر مہاجرین صحابہ کی آل اولاد کا عمل اسی پر تھا، اکابر صحابہ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ اسی کے قائل تھے اور فقہاءِ محدثین امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، داؤد بن علیؒ، امام بخاریؒ، محمد بن اسحاقؒ، ابن خزیمہؒ اور ابوبکر بن منذرؒ وغیرہ کا قول بھی یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ فقہاءِ امت لیث بن سعدؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، ابو یوسفؒ اور محمد بن حسن وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کو وہاں کی زمینیں پھلوں اور کھیتیوں کی بٹائی کی شرط پر دی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں خیبر سے جلاوطن کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زمینیں اس شرط پر ان کے حوالہ کی تھیں کہ انہیں اپنے مال سے آباد کریں، چناں چہ فصلوں کے بیج ان کی طرف سے ہوا کرتے تھے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اسی بنا پر علماء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین یہی ہے کہ بیج کا شتکار کے ذمہ لگانا جائز ہے بلکہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ بھی منقول ہے کہ مزارعت میں بیج کاشتکار ہی کا ہوتا ہے۔

زمینیں بٹائی یا اجارہ پر دینے کی جو ممانعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس وقت لوگ کاشتکار کو اس بات کا پابند بنا دیتے تھے کہ زمین کے فلاں ٹکڑے کی پیداوار مالکِ زمین کی ہوگی اور اس قسم کی شرائط کا باطل ہونا نصوصِ شریعت سے بھی ثابت ہے اور علماء کا بھی اس پر اجماع ہے۔ یہ تو اسی طرح ہوا جیسے کوئی شخص مضاربت میں یہ شرط لگا دے کہ خاص قسم کی نقدی سرمایہ کار کی ہوگی۔ یہ بات بالاتفاق ناجائز ہے کیوں معاملے کی اصل بنیاد تو عدل وانصاف ہے۔ ایسے معاہدے دراصل شراکت ہی کی قسم سے ہیں اور شراکت اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کو عرفِ عام میں مروج حصوں ایک تہائی یا نصف وغیرہ میں سے کچھ ملے۔ اس کی بجائے اگر شرکاء میں سے کسی ایک کے لیے پہلے سے ہی ایک مقدار مقرر کر دی جائے تو یہ عدل نہیں ہوگا ظلم ہوگا۔

علماء کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ شراکتی معاملات اجارہ کے ایسے معاہدات کی طرح ہیں جن کی اجرت مقرر نہیں کی جاتی اس لیے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں حرام قرار دیا جائے۔ بعض علماء مساقات اور مزارعت کو حرام کہتے ہیں جب کہ مضاربہ کو ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دیتے ہیں کیوں کہ ان کے خیال میں نقدی کا اجارہ ممکن نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ بعض فقہاء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساقات کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ امام مالکؒ کا قول اور امام شافعیؒ کا قدیم قول ہے۔ بعض نے اسے صرف کھجور اور انگور کے پھلوں میں جائز قرار دیا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کا جدید قول ہے۔ ان کا خیال ہے کہ زمین کا اجارہ تو ممکن ہے مگر درختوں کا ممکن نہیں۔ انہوں نے مساقات کے ضمن میں اس قدر مزارعت کو بھی جائز قرار دیا ہے جس کی اس اثناء میں ضرورت ہو۔ بعض حضرات کے نزدیک مساقات کے ضمن میں مزارعت اس وقت جائز ہے جب کہ مساقات کے درخت کم اور قابلِ کاشت زمین زیادہ ہو۔ یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں اگر قابلِ کاشت زمین درختوں والی جگہ کی ایک تہائی کے برابر ہو تو اس میں مزارعت جائز ہے۔ یہ امام مالکؒ کا قول ہے۔

تمام علماءِ سلف اور مختلف ممالک کے فقہاء کا موقف یہ ہے کہ اس طرح اشتراک کے معاہدات اجارات نہیں ہیں بلکہ مشارکت ہی کی قسم سے ہیں کیوں کہ اجارہ میں اصل مقصود اجرت پر کام کروانا ہوتا ہے مگر ان معاملات میں وہ مقصود نہیں بلکہ فریقین کا مقصد پھلوں یا فصلوں کی پیداوار ہے جو یہاں سے حاصل ہونے والی ہے۔ ان معاملات میں مضاربہ کی طرح فریقین شریکِ کار ہیں، ایک فریق اپنے مال کے ذریعے اور دوسرا اپنے بدن کے ذریعے۔

اس لیے علماء کے دونوں اقوال میں سے صحیح ترین یہ ہے کہ اس طرح کے مشترکہ کاروبار کے معاہدات اگر باطل ہو جائیں تو مروجہ حصے کی ادائیگی واجب ہوگی نہ کہ مروجہ اجرت، چناں چہ اس صورت میں اس کے منافع یا پیداوار کا ایک تہائی یا نصف جو بھی عرفِ عام میں اس قسم کے اشتراک سے حاصل ہوتا ہے، واجب ہوگا۔ اس میں مقررہ اجرت واجب نہیں ہوگی کیوں کہ بعض صورتوں میں پورا مال بھی اجرت کے طور پر جا سکتا ہے اور بعض میں اس سے کئی گنا زیادہ مال بھی لگ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقودِ فاسدہ میں اسی طرح کی ادائیگی واجب ہوتی ہے جس طرح کی عقودِ صحیحہ میں ہوتی ہے۔ مذکورہ صورتوں کے عقودِ صحیحہ میں چوں کہ مقررہ اجرت ادا نہیں کی جاتی بلکہ نفع میں سے عرف عام کے مطابق مروج حصہ ادا کیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر معاہدہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہوتا ہے۔ جب اس کے عقدِ صحیح میں حصہ واجب ہے تو عقدِ فاسد میں بھی حصہ ہی ہوگا۔

مزارعت اجارہ کی نسبت زیادہ حقیقی اور عدل واصول کے زیادہ قریب ہے کیوں کہ مزارعت میں فریقین نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں جب کہ اجارہ کا معاملہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ اس میں زمین کے مالک کو تو ٹھیکہ کی رقم وصول ہو جاتی ہے مگر زمین لینے والے کو کبھی فصل حاصل ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔ مزارعت اور اجارہ دونوں کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں جائز ہیں خواہ وہ زمین حکومت کی طرف سے ملی ہوئی جاگیر ہو یا کسی اور قسم کی ہو۔ جہاں تک مجھے علم ہے آج تک کسی مسلمان عالم نے جاگیریں ٹھیکہ پر دینے کو ناجائز قرار نہیں دیا ہے۔ ایسا قول نہ چاروں فقہی مذاہب کے کسی عالم سے منقول ہے نہ ان کے علاوہ کسی سے۔ صحابہ کے زمانہ سے لے کر اب تک لوگ اپنی جاگیری زمینیں ٹھیکہ پر دیتے آرہے ہیں۔

ہمارے دور کے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے کہ جاگیردار اپنی جاگیر سے جو نفع حاصل کر رہا ہے وہ اس کا حقیقی مالک ہی نہیں۔ اس کا اپنی جاگیر ٹھیکہ پر دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص عارضی طور پر مانگی ہوئی زمین کو آگے ٹھیکہ پر دے دے۔

یہ قیاس دو وجوہ سے غلط ہے: ایک یہ کہ مستعیر کا مانگی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا اس کا حق نہیں ہوتا بلکہ چیز کا مالک خیر سگالی کے طور پر اسے اجازت دیتا ہے۔ مسلمانوں کی زمینوں کی یہ صورت نہیں بلکہ ان سے فائدہ اٹھانا مسلمانوں کا حق ہے اور افسر مجاز ان کے اپنے حقوق کو ان کے درمیان تقسیم کرنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ یہ ادھار چیز دینے والے مالک کی طرح اس کا احسان نہیں ہوتا۔ جس کو جاگیر دی گئی ہے وہ اپنے استحقاق کی بنا پر اس سے نفع حاصل کرتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح موقوف علیہ وقف سے منافع حاصل کرتا ہے بلکہ جاگیر کا عطیہ اس سے بھی زیادہ استحقاق کا موجب ہے۔ جب موقوف علیہ کو اپنے حق میں کیا گیا وقف ٹھیکہ پر دینے کی اجازت ہے باوجودیکہ ٹھیکہ کی مدت کے دوران اس کے وفات پا جانے اور صحیح ترین قول کے مطابق اس کی وفات سے ٹھیکہ ختم ہو جانے کا امکان موجود ہوتا ہے، تو اسی طرح جاگیر کا ٹھیکہ پر دینا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہوگا خواہ جاگیردار کی موت یا کسی اور سبب سے دورانِ مدت ہی یہ ٹھیکہ ختم ہو جائے۔

مذکورہ قیاس کے باطل ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی چیز کسی کو عارضی طور پر دینے والا بھی اگر اسے کرائے پر دینے کی اجازت دے دے تو یہ عمل جائز ہوگا۔ اگر ہم جاگیر کو اس اعارہ کی طرح بھی سمجھ لیں تو اسے ٹھیکہ پر دینا جائز ہوگا کیوں کہ حکومت کی اجازت جاگیر کی عطا میں شامل ہوتی ہے۔ وہ انہیں جاگیر اس لیے دیتا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں خواہ یہ فائدہ مزارعت سے ملے یا ٹھیکہ سے۔ جو لوگ ٹھیکہ یا مزارعت کے ذریعے جاگیروں سے نفع اٹھانے کو حرام قرار دیتے ہیں انہوں نے مسلمانوں کے دین و دنیا کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ رہائشی مکانات، دکانوں اور احاطوں وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کا بہت زیادہ دارومدار تو ہوتا ہی اس بات پر ہے کہ جاگیردار انہیں کرایہ پر دے کر رقم سے فائدہ اٹھائے البتہ کھیتوں اور باغات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ٹھیکہ، مزارعت اور مساقات سب معروف طریقے ہیں۔

مرابعہ بھی ایک قسم کی مزارعت ہے(۱)۔ یہ مزارعت کے حکم سے صرف اس صورت میں خارج ہوتی ہے کہ کوئی شخص مقررہ اجرت کے عوض اپنی زمین میں کام کرنے کے لیے کسی کو لگا لے۔ ایسا بہت کم لوگ ہی کرتے ہیں کیوں کہ اس میں احتمال رہتا ہے کہ اجرت اس کی جیب سے نکل جائے اور کھیت سے کچھ حاصل نہ ہو سکے۔ ہاں مشارکت میں یہ تحفظ ہوتا ہے کہ فریقین نفع و نقصان دونوں میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ یہی انصاف کے زیادہ قریب ہے اور فطرتِ سلیمہ اسی کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ ان مسائل کی تفصیل کسی اور موقع پر آئے گی۔

یہاں اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ افسر مجاز کو ضروریاتِ عامہ کے تحت اگر کہیں

۱۔ مرابعہ سے مراد پیداوار کی چوتھائی پر کاشتکاری کا معاہدہ ہے۔ اس میں زمین کا مالک کاشتکار کو زمین، بیج، زرعی آلات وغیرہ ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کرتا ہے جب کہ کاشتکار کے ذمہ فصل کی بجائی سے لے کر کٹائی تک محنت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کٹائی کے بعد فصل کے تین حصے مالک کو ملتے ہیں اور چوتھا حصہ کاشتکار کا ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشہ ور لوگوں یعنی کسانوں، بافندوں یا معماروں کی جبری خدمات کی ضرورت پیش آئے تو اسے چاہیے کہ مروجہ اجرت ان کے لیے مقرر کردے، کام کروانے والے کو ان کی اجرت اس سے کم کرنے یا کاریگروں کو اس سے زیادہ کا مطالبہ کرنے کا موقع نہ دے۔ کیوں کہ یہ کام کرکے دینا ان کی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں اجرت مقرر کرنا واجب ہے۔

خدمات کی اجرت کا تعین

اسی طرح جب لوگوں کو جہاد میں استعمال کے لیے اسلحہ، جنگی پلوں اور دیگر آلاتِ جہاد بنوانے کی ضرورت ہو تو افسر مجاز کی ذمہ داری ہے کہ کاریگروں کی اجرت مروجہ مقدار کے مطابق طے کردے تاکہ نہ کام کروانے والوں کو کاریگروں پر زیادتی کا موقع ملے اور نہ کاریگر لوگوں کی ضرورت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حق سے زیادہ اجرت کا مطالبہ کرسکیں۔ یہ تو خدمات کی اجرت کا تعین ہے۔ باقی جہاں تک اشیائے ضرورت کی فراہمی کا تعلق ہے تو جب لوگوں کو جہاد کے لیے اسلحہ کی ضرورت ہو تو اس کے تاجروں کی ذمہ داری ہے کہ مروجہ قیمتوں پر لوگوں کو اسلحہ فراہم کریں۔ انہیں یہ موقع نہیں دیا جانا چاہیے کہ وہ اسلحہ روکے رکھیں اور دشمن سر پہ چڑھ آئے اور نہ ان کو یہ اجازت ہونی چاہیے کہ اپنی مرضی سے اس کی قیمت وصول کریں۔

اگر مسلم سربراہِ حکومت کچھ مجاہدین کو جہاد کے لیے مقرر کردے تو ان پر جہاد واجب ہوگا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

وإذا استنفرتم فانفروا(۱)

اور جب تمہیں نکلنے کا کہا جائے تو نکل پڑو۔ اسے امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حدیثِ صحیح میں یہ بھی وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری: أبواب الإحصار وجزاء الصید، باب لایحل القتال بمکة ۲:۶۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على المرء المسلم السمع والطاعة في عُسرِه ويُسرِه ومَنشطه ومكرهِه وأثرةٍ عليه (۱)۔

مسلمان آدمی کی ذمہ داری ہے کہ تنگی ہو یا آسانی، طبیعت آمادہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں بات سنے اور اطاعت کرے۔

جب مسلمان پر اپنی جان اور مال سے جہاد کرنا فرض ہے تو جہاد کے لیے ضروری اشیاء کو مروّجہ قیمت پر مہیا کرنا کیسے واجب نہ ہوگا۔

جو شخص اپنی جان سے جہاد نہ کرسکتا ہو، علماء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین کے مطابق اپنے مال سے جہاد کرنا اس پر فرض ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں کا حکم فرمایا ہے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن ۶۴: ۱۶] (سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

إذا أمرتكم بأمر فاتوا منه ما استطعتم(۲)۔

جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس میں سے جتنی طاقت ہو بجالاؤ۔ اسے امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

اس طرح جو شخص جسمانی جہاد سے عاجز ہو اسے مالی جہاد معاف نہیں ہوتا اور جو مالی جہاد سے عاجز ہو اسے جسمانی جہاد معاف نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ جسمانی طور پر معذور شخص پر بھی اپنے مال سے حج

۱۔ سنن نسائی: كتاب البيعة، باب جزاء من أمر بمعصية فأطاع ۷: ۱۶۰ میں اس کے ہم معنی الفاظ ہیں، متن والے الفاظ بعینہ مجھے نہیں مل سکے۔

۲۔ صحیح بخاری: كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم و.....۶: ۲۶۵۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل کروانا واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تو صرف مالی استطاعت ہی سے حج کا وجوب لازم آرہا ہے حالاں کہ ان کا قول واضح طور پر خلافِ واقع ہے۔

اگر لوگ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے گھروں میں آٹا پیسنے یا کھانا بنانے کا بندوبست نہ کرسکیں تو آٹا پیسنے والوں اور روٹی بنانے والوں کی خدمات بھی ضروریاتِ عامہ میں شامل ہوتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اہلِ مدینہ کو نہ تو اجرت پر آٹا پیسنے والوں یا نانبائیوں کی خدمات میسر تھیں نہ وہاں کوئی آٹا یا روٹی بیچنے والا ہی ملتا تھا بلکہ وہ لوگ غلّہ خرید کر اسے گھر میں ہی پیس لیتے اور وہیں روٹی بنا لیتے تھے، لہٰذا انہیں ایسی خدمات کی اجرتیں مقرر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہاں کی ضرورت یوں پوری ہوتی تھی کہ جو شخص باہر سے غلّہ لے کر آتا مدینہ میں اسے بیچ دیتا اور لوگ اسی سے خرید لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الجالب مرزوق والمحتكر ملعون(۱)۔

دوسرے شہر سے سامان لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔

نیز فرمایا:

لا يحتكر إلا خاطىء(۲)۔

ذخیرہ اندوزی تو وہی شخص کرتا ہے جو گنہگار ہو۔ اسے امام مسلمؒ نے صحیح میں نقل کیا ہے۔

ایک روایت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ آپ نے آٹا پیسنے والے کے

۱۔ سنن ابن ماجہ: **كتاب التجارات ، باب الحكرة والجلب** ۲:۷۲۸، سنن دارمی: **كتاب البيوع ، باب في النهي عن الاحتكار** ۲:۶۹۹

۲۔ صحیح مسلم: **كتاب المساقاة ، باب تحريم الاحتكار في الأقوات** ۳:۱۲۲۸، سنن ابوداؤد: **كتاب الاجارة ، باب في النهي عن الحكرة** ۳:۲۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیمانے کو ممنوع قرار دیا تو یہ روایت ضعیف ہے بلکہ بے اصل ہے(۱)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں نہ کوئی آٹا پیسنے والا ہوتا تھا نہ روٹیاں بنانے والا کیوں کہ وہاں کے لوگوں کو اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اجرت پر کام کروانے کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ جب مسلمانوں نے مختلف علاقوں کو فتح کیا تو کاشتکار سب کفار ہی ہوا کرتے تھے جب کہ مسلمان جہاد میں مشغول رہتے تھے۔ جب خیبر فتح ہوا تو صحابہ کرام کی مصروفیات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کی زمینوں کو کاشت کے لیے یہودیوں کے حوالہ کیا کیوں کہ اس کی کاشت کے لیے وہاں رہائش ضروری تھی جب کہ اس کے فاتحین بیعتِ رضوان والے حضرات تھے جنہوں نے درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ ان حضرات کی اپنی تعداد تقریباً ایک ہزار چار سو تھی۔ پھر ان کے ساتھ سفینۂ جعفر والے حضرات بھی شامل ہو گئے۔ خیبر کی زمینیں ان سب حضرات میں تقسیم ہوئیں۔ اگر ان بزرگوں میں سے کچھ لوگ زمینوں کی کاشتکاری کے لیے خیبر میں ٹھہر جاتے تو ایسے اہم دینی معاملات تعطل کا شکار ہو جاتے جن کی انجام دہی ان حضرات کے بغیر ممکن نہ تھی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب ممالک بکثرت فتح ہوئے، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور یہود سے کام کروانے کی ضرورت نہ رہی تو انہیں خیبر کی زمینوں سے فارغ کر دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاہدہ بھی یہی کیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے:

۱۔ مسند ابو یعلیٰ: مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ۲:۳۰۱ میں یہ حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ''نهىٰ عن عسب الفرس وقفيز الطحان'' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی جفتی پر اجرت لینے اور آٹا پیس کر پیمانہ بھر لینے سے منع فرمایا)، سنن بیہقی: كتاب البيوع، باب النهي عن عسب الفحل ۸:۲۵۰ اور سنن دار قطنی: كتاب البيوع ۳:۴۷ میں بھی انہی سے منقول ہے مگر ''قفيز الطحان'' (آٹا پیس کر پیمانہ بھر لینے) کے الفاظ حدیث کے ایک راوی عبید اللہ بن موسیٰ کی طرف منسوب ہیں، نیل الاوطار: باب النهي عن أن يكون النفع والأجر مجهولاً ۳:۳۲۹ میں اس حدیث کی سند پر جرح اور مفہوم کے بارے میں علماء کی آراء منقول ہیں۔ شیخ البانیؒ نے إرواء الغليل میں اسے صحیح کہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نُقرّکم فیها ما شئنا(۱)۔

جب تک ہم چاہیں گے اسے تم لوگوں کی تحویل میں رہنے دیں گے۔

اور دوسری روایت میں ہے:

ما أقرکم اللّٰه(۲)۔

جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں برقرار رکھیں گے۔

ان کی بے دخلی کا حکم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے فرما بھی دیا تھا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

أخرجوا الیهود والنصاری من جزیرة العرب (۳)۔

یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

اسی بنا پر محمد بن جریر طبریؒ وغیرہ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ مسلم ممالک میں کفار سے جزیہ لے کر انہیں صرف اس وقت تک رہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے جب تک مسلمانوں کو ان کی ضرورت ہو، جب یہ ضرورت پوری ہو جائے تو انہیں فارغ کر دینا چاہیے جیسا کہ اہلِ خیبر کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اس مسئلہ میں خاصا اختلاف ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

یہاں اس بحث سے مقصود یہ ہے کہ عوام الناس کو آٹا پیسنے والوں اور روٹیاں پکانے والوں کی جو ضرورت ہوگی اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اپنا غلہ پسوانے اور اپنے آٹے سے روٹیاں بنوانے کے لیے ان کی خدمات کی ضرورت ہو۔ اس صورت میں وہ مروجہ اجرت کے مستحق ہوں گے۔ جب لوگوں کو ان کی ضرورت پڑے تو انہیں مروجہ اجرت سے زیادہ کا مطالبہ کرنے کا کوئی

۱۔ صحیح مسلم: کتاب المساقاة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع ۳:۱۱۸۷

۲۔ صحیح بخاری: کتاب الشروط، باب إذا اشترط في المزارعة: إذا شئتُ أخرجتک ۲:۹۷۳

۳۔ یہ الفاظ مسند بزار، مسند عمر رضی اللہ عنہ، وما روی جابر بن عبداللہ عن عمر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم ۱:۳۴۹۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد وغیرہ میں أخرجنّ الیهود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق نہیں جیسا کہ دوسرے کاریگروں کے لیے اصول ہے۔اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عوام کو ایسے کاروباری لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو اپنے مال سے چیزیں بنا کر فروخت کریں۔چناں چہ معاشرے میں ایسے لوگوں کی موجودگی ضروری ہے جو گندم خرید کر آٹا پیسنے کا کاروبار کریں۔اسی طرح ایسے لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو اپنے طور پر آٹا حاصل کر کے روٹیاں تیار کریں اور انہیں بیچیں کیوں کہ لوگوں کو بازار سے روٹیاں خریدنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔اب اگر ان تاجروں کو کھلی اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنی مرضی کے نرخوں پر درآمد شدہ گندم خریدیں اور جس قیمت سے چاہیں آٹا اور روٹی بیچیں حالاں کہ یہ عوامی ضرورت کی چیزیں ہیں تو یہ بہت نقصان دہ بات ہے۔یہ دوسری قسم کے لوگ تو تاجر ہیں جن پر ائمہ اربعہ اور جمہور علماء سب کے نزدیک زکوٰۃ تجارت واجب ہو سکتی ہے۔اسی طرح ایسے ہر شخص پر زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے جو کسی چیز کو اس نیت سے خریدے کہ بیچ کر منافع کمائے گا خواہ وہ اس پر مزید کوئی محنت کرے یا نہ کرے۔خواہ وہ کھانے پینے کی اشیاء خریدتا ہو یا کپڑا لاتا ہو یا مویشی۔خواہ وہ پھیری والوں کی طرح علاقہ علاقہ پھر کر خرید و فروخت کرتا ہو یا جب سہولت کے زمانے میں مال خرید کر ذخیرہ کرنے والا اور نرخ بڑھنے کا انتظار کرنے والا ہو یا دوکانداروں کی طرح ہمیشہ خرید و فروخت کرتا رہتا ہو۔ان سب پر زکوٰۃ تجارت واجب ہو سکتی ہے۔

جب عوام کی ضرورت کے وقت آٹا، روٹی وغیرہ بنا کر دینا ان کے ذمے ہے تو خواہ وہ یہ کام حکومت کی طرف سے مجبور کرنے پر کریں یا خوشی سے خود ہی عوام کی ضرورت کے وقت ان کے کام آئیں اور ان میں سے کسی کو اس کام کے لیے مجبور نہ کرنا پڑے، ان دونوں صورتوں میں ان کے آٹے اور غلے کی قیمتیں مقرر کی جائیں گی۔نہ تو انہیں آٹا یا غلّہ مروجہ قیمت کے علاوہ بیچنے کی اجازت ہونی چاہیے اور نہ ہی روٹی۔اس میں معروف طریقے سے وہ اپنا منافع کما لیں جس میں نہ ان کا نقصان ہو نہ لوگوں کا۔قیمتیں مقرر کرنے کے ضمن میں دو صورتیں ایسی ہیں جن میں علماء سے مختلف نقطہ ہائے نظر منقول ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی صورت

جب نرخ پہلے ہی زیادہ ہوں اور کوئی شخص اس سے بھی مہنگی چیز فروخت کرنا چاہے تو امام مالکؒ کے نقطۂ نظر کے مطابق اسے بازار میں اپنا سامان بیچنے سے روک دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص اس میں مروجہ قیمت سے کمی کرے، تب بھی اسے روکا جائے گا۔ امام مالکؒ کے اس دوسرے قول کی وضاحت میں ان کے اصحاب کے دو طرح کے اقوال ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہم خیال علماء جیسے ابوحفص عکبریؒ، قاضی ابویعلیٰؒ، شریف ابوجعفرؒ، ابوالخطابؒ اور ابن عقیل وغیرہ نے کم قیمت پر بیچنے والے کو اس سے روکنا ممنوع قرار دیا ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی مؤطا میں یونس بن سیف سے نقل کی ہے، انہوں نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حاطب بن ابی بلتعہ منقیٰ بیچ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؓ نے حضرت حاطبؓ کو فرمایا: یا تو اپنے نرخ میں اضافہ کر دو یا ہمارے بازار سے سامان اٹھالو(۱)۔ امام شافعیؒ اور ان کے ہم خیال علماء نے یہی روایت اپنی سند سے بیان کر کے اس کا جواب دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم سے یہ روایت ''دراوردی'' نے بیان کی، انہوں نے اسے داؤد بن صالح تمار سے نقل کیا، انہوں نے قاسم بن محمد سے سنا، وہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حاطبؓ سوق المصلی میں اپنے سامنے دو ٹوکروں میں منقیٰ رکھے بیٹھے تھے کہ حضرت عمرؓ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؓ نے ان سے بھاؤ پوچھا تو انہوں نے کہا: ایک درہم کے دو مُد، حضرت عمرؓ نے فرمایا: طائف سے ایک قافلہ آرہا تھا جن کے پاس منقیٰ تھا اور وہ لوگ تمہارے نرخ کو ہی مثال بناتے ہیں۔ تم یا تو اپنے نرخ بڑھاؤ یا اپنا منقیٰ اٹھا کر گھر لے جاؤ اور وہاں جیسے چاہو بیچو۔ جب حضرت عمرؓ واپس آئے اور اپنی بات پہ غور کیا تو دوبارہ حاطبؓ کے

۱۔ مؤطا امام مالکؒ: کتاب البیوع، باب الحکرة والتربص ۲:۶۵۱، مصنف عبدالرزاق: کتاب البیوع، باب هل یسعر؟ ۸:۲۰۷ بحوالۂ امام مالکؒ، سنن بیہقی: کتاب البیوع، باب التسعیر بحوالۂ امام مالکؒ ۸:۳۵۲۔ مؤطا میں راوی کا نام یونس بن سیف کی بجائے یونس بن یوسف ہے جو کہ ثقہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس ان کے گھر میں چلے گئے اور فرمایا: میں نے جو کچھ آپ کو کہا وہ نہ تو میری طرف سے کوئی ماہرانہ رائے تھی نہ ہی اس کی حیثیت میرے فیصلے کی ہے۔ مجھے اس بات میں اہلِ علاقہ کی بھلائی نظر آئی تو میں نے تمہیں کہہ دی۔ تم جہاں چاہو جیسے چاہو اپنا مال بیچ سکتے ہو(۱)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم امام مالکؒ والی روایت سے کچھ مختلف نہیں ہے البتہ انہوں نے حدیث کا صرف ایک حصہ نقل کیا ہے یا آپؐ سے نقل کرنے والوں نے اسے اس طرح نقل کر دیا ہے۔ جو روایت ہم نے بیان کی ہے اس میں اس کا پہلا اور آخری حصہ دونوں منقول ہیں اور یہی میری رائے ہے کہ لوگ اپنے مالوں میں خود مختار ہیں۔ کسی کو انہیں ضبط کرنے یا ان کے مالکوں کی خوشی کے بغیر ان میں سے کچھ لینے کا حق نہیں سوائے ایسے مواقع کے جہاں حالات اس کا تقاضا کرتے ہوں اور یہ موقع ان میں سے نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: امام مالکؒ کے قول کی بنا پر ابوالولید باجیؒ کہتے ہیں کہ قیمت کم کر کے چیزیں بیچنے والے کو اپنا نرخ جس معیار کے مطابق کرنے کا کہا جائے گا وہ وہی ہے جو اس وقت عام لوگوں میں رائج ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا چند ایک لوگ انفرادی طور پر نرخ کم کر لیتے ہیں تو انہیں اکثریت کے نرخوں کا پابند کیا جائے گا کیوں کہ انہی کے مروجہ نرخ معتبر ہوتے ہیں اور انہی کے مطابق تجارتی کاروبار کیا جاتا ہے۔

ابن قاسمؒ نے امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کو ایک درہم کے بدلے پانچ عدد بیچنے کی وجہ سے بازار سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ پھر وہ اپنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس سلسلے میں بازار کے رواج کو دیکھنا ضروری ہے کہ وہاں کتنی رقم میں کتنا مال دیا جاتا ہے۔ اور اس بات کا اندازہ بھی بازار والوں کے طرزِ عمل سے ہی لگانا چاہیے کہ وہاں مثال کے طور پر اگر ایک درہم کے بدلے عام مقدار سے کم دینے والے تاجر کو بازار سے نکال دیا جاتا ہے تو کیا اس سے زیادہ دینے والے کو بھی نکالا جاتا ہے یا نہیں؟

۱۔ سنن بیہقی: کتاب البیوع، باب التسعیر بحوالہ امام شافعیؒ ۳۵۲:۸۔ اس کی سند میں انقطاع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالحسن بن قصار مالکیؒ کہتے ہیں: ہمارے علماء کے ہاں امام مالکؒ کے قول "مَنْ حَطَّ سِعراً" (جس شخص نے قیمت گرادی) کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ بغداد کے علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ جب دوسرے لوگ کوئی چیز ایک درہم کے عوض آٹھ کے حساب سے بیچ رہے ہوں اور یہ شخص ایک کی پانچ دے مگر بصرہ کے علماء کی ایک جماعت کے خیال میں امامؒ کے قول کا مفہوم اس کے برعکس ہے یعنی لوگ ایک کے پانچ بیچ رہے ہوں اور یہ ان کے مقابلے میں آٹھ دے۔ ابوالحسن بن القصار کہتے ہیں: میرے نزدیک یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں کیوں کہ جو لوگوں کے پانچ کے مقابلے میں ایک درہم کے آٹھ دیتا ہے وہ بازار والوں کی تجارت خراب کرتا ہے اور اس کا یہ عمل فتنے اور جھگڑے کا سبب بھی بن سکتا ہے اس لیے بے قاعدگی کی ان دونوں صورتوں کو ممنوع قرار دینے میں ہی فائدہ ہے۔

ابوالولیدؒ کہتے ہیں: یہ بات متفقہ طور پر مسلم ہے کہ یہ حکم منڈی کے مقامی تاجروں کے لیے ہے۔ باقی جہاں تک باہر سے سامان لے کر آنے والے کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں امام محمدؒ کی کتاب میں ہے: "باہر سے سامان لانے والے کو بازار کے نرخ سے کم پر اپنی اشیاء فروخت کرنے سے نہ روکا جائے"۔ ابن حبیبؒ کہتے ہیں: گندم اور جو اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، ان کی خرید و فروخت مروجہ نرخ پر ہی ضروری ہے۔ اگر کوئی تاجر اس سے انکار کرتا ہے تو اسے بازار سے فارغ کر دیا جائے۔ اس کا طریقہ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ باہر سے گندم یا جو لانے والے تاجر اپنی مرضی کی قیمت پر مال بیچ سکتے ہیں مگر انہیں بذاتِ خود بازار کے تاجروں کی سی حیثیت حاصل ہے چناں چہ اگر ان میں سے چند لوگ کم قیمت پر فروخت کرتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑا جائے اور اگر کم قیمت پر بیچنے والے زیادہ ہو جائیں تو باقی ماندہ تاجروں کو کہا جائے کہ اپنے نرخ اکثریت کی قیمتوں کے برابر لے آئیں اور اگر وہ لوگ انکار کریں تو انہیں بازار سے اٹھا دیا جائے۔ ابن حبیب کہتے ہیں: یہ احکام ناپ اور تول والے سامان کے لیے ہیں خواہ وہ کھانے پینے والی اشیاء ہوں یا ان کے علاوہ کچھ ہو۔ جو چیزیں ناپی تولی نہیں جاتیں ان کے نرخ مقرر کرنا ممکن نہیں کیوں کہ ان کے درمیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدمِ مماثلت کی وجہ سے انہیں کسی ایک صنف کے تحت جمع نہیں کیا جاسکتا۔ابوالولید کہتے ہیں: ابن حبیبؒ کی مراد یہ ہے کہ جب مختلف تاجروں کے پاس رکھا ہوا ناپ تول والا کوئی سامان عمدگی میں برابر ہو تو مذکورہ حکم کے تحت آئے گا کیوں کہ اگر ایک کے پاس عمدہ سامان ہے اور دوسرے کے پاس اس سے کم درجے کا، تو عمدہ سامان والے کو کم درجے والے کے نرخ کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری صورت

میں کہتا ہوں: قیمتوں کی تحدید کی دوسری صورت جس میں علماء سے مختلف آراء منقول ہیں یہ ہے کہ منڈی کے تاجر جب اپنی ذمہ داریاں ٹھیک طرح ادا کر رہے ہوں تو ان کے لیے نرخ کی آخری حد مقرر نہیں کرنی چاہیے۔اس بات کو جمہور علماء نے ممنوع قرار دیا ہے حتیٰ کے امام مالکؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے۔حضرت ابن عمرؓ، سالمؒ اور قاسم بن محمدؒ سے بھی اس کی ممانعت منقول ہے۔

ابو ولیدؒ نے سعید بن مسیبؒ، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور یحییٰ بن سعید کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایسے نرخ کی ایسی پابندی لگانے کو جائز بتایا ہے مگر ابو ولید نے ان حضرات کے الفاظ نقل نہیں کیے۔

اشہبؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ منڈی کے افسر مجاز کی ذمہ داری ہے کہ قصابوں کے لیے بھیڑ کا گوشت ایک تہائی رطل اور اونٹ کا گوشت نصف رطل کے حساب سے مقرر کرے اور اگر کوئی شخص اس نرخ کی پابندی نہ کرے تو اسے بازار سے نکال دیا جائے۔وہ کہتے ہیں کہ اگر ان کی قیمتِ خرید کو سامنے رکھ کر مناسب قیمتِ فروخت مقرر کر دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر مجھے ڈر ہے کہ اس سے یہ لوگ بازار سے اپنا کاروبار سمیٹ کر چلے جائیں گے۔

اس قول کے مؤیدین کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں کی مصلحت اسی طریقے میں ہے تاکہ مہنگائی بڑھنے اور نظام درہم برہم ہونے کو روکا جاسکے۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ افسرِ مجاز تاجروں اور خریداروں کی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے جو نرخ مقرر کرتا ہے اس پر عمل درآمد اس طرح کروایا جائے کہ انہیں مقررہ قیمت کے علاوہ بیچنے کی اجازت نہ دی جائے اور اگر وہ اس کی پابندی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کریں تو انہیں اپنا مال بیچنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ افسر مجاز کی ذمہ داری ہے کہ نہ تو تاجر کو نفع کمانے سے محروم کرے اور نہ ہی اسے لوگوں کو نقصان پہنچانے کا موقع دے۔

جمہور علماء کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤدؒ اور دیگر ائمہ نے حضرت علاء بن عبدالرحمٰنؒ سے نقل کیا ہے، انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے اسے روایت کیا اور ان کے والد نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا جیسا کہ پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ادعو اللّٰہ'' (میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں)، پھر ایک شخص آیا اور عرض کیا: ہمارے لیے قیمتیں مقرر فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا:

بل الله يرفع ويخفض وإني لأرجو أن ألقى الله وليست لأحد عندي مظلمة (۱).

اللہ تعالیٰ ہی بلند کرتے ہیں اور پست کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میری اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہو تو میرے ذمہ کسی پر کیے ہوئے ظلم کا بدلہ نہ ہو۔

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی چیزیں بیچنے پر مجبور کرنا واجب نہیں ہے جب کہ کسی جائز کام سے انہیں روکنا ان پر ظلم ہے اور ظلم حرام ہے۔

جو علماء ایسی پابندی کے جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس مسئلہ کی جو صورت بنتی ہے اس کی وضاحت ابن حبیبؒ نے یوں کی ہے کہ افسرِ مجاز کسی بھی منڈی کے تاجروں کو جمع کرلے اور انہیں مزید سچ پر آمادہ کرنے کے لیے اور لوگوں کو بھی بلا لے، پھر ان تاجروں سے قیمتِ خرید اور قیمتِ فروخت کے بارے میں پوچھے۔ جب تمام نرخ اس کے سامنے واضح ہو جائیں تو ان کے اور عوام الناس دونوں کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں کسی مناسب قیمت پر راضی کرلے۔ اپنی طرف سے ان پر کوئی نرخ مسلط نہ کرے بلکہ ان کی رضامندی سے انہیں کسی

۱۔ سنن ابوداود: کتاب الاجارة، باب في التسعير ۳:۲۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب فیصلے پر پہنچائے۔ جن لوگوں کے خیال میں منڈی میں نرخ مقرر کر کے نافذ کرنا جائز ہے ان کے ہاں یہی صورت مقصود ہے۔

ابوولیدؒ کہتے ہیں: مذاکرے کے اس عمل سے تاجروں اور صارفین کا مفاد بیک وقت افسرِ بجاز کو معلوم ہو جائے گا جس کی روشنی میں وہ نرخ تجویز کرتے ہوئے تاجروں کے مناسب منافع کا بھی خیال رکھے گا اور صارفین پر بھی ضرورت سے زیادہ بوجھ نہیں پڑنے دے گا۔ اس کے برعکس اگر وہ ان کی مرضی کے بغیر کوئی نرخ مقرر کر کے نافذ کر دیتا ہے اور ان کے مناسب نفع کا بھی خیال نہیں رکھتا تو اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ قیمتوں میں بے قاعدگی آئے گی بلکہ تاجر اشیاء خوردونوش کو چھپالیں گے اور عوام الناس کے مال برباد ہوں گے۔

میں کہتا ہوں: یہی وہ مسئلہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگر تو تاجر ایسی چیزیں فروخت کرنے سے انکاری ہوں جن کا بازار میں بکنا ضروری ہے تو انہیں یہ ذمہ داری پورا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اسے پورا نہ کرنے پر سزا بھی دی جائے گی۔ یہی مسئلہ قیمتوں کے سلسلہ میں ہے کہ جو چیز مروجہ قیمت پر فراہم کرنا واجب ہے اگر کوئی تاجر اسے زیادہ قیمت کے علاوہ بیچنے پر تیار نہیں ہوتا تو اسے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا حکم دیا جائے گا اور جو ایسا نہ کرے وہ یقیناً سزا کا مستحق ہوگا۔

اور جو لوگ قیمتوں کی تحدید کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں اور دلیل کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کرتے ہیں:

إن اللّٰه هو المُسَعِّر القابض الباسط وإنّي لأرجو أن ألقى اللّٰه وليس أحد منكم يطالبني بمظلمة في دَمٍ وَلا مال(۱)۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی قیمتوں میں تصرف کرنے والے ہیں۔ وہی تنگی دینے والے اور وہی وسعت بخشنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میری اللہ تعالیٰ کے دربار

۱۔ سنن ابوداود: کتاب الاجارة، باب في التسعير ۳:۲۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حاضری ہو تو کوئی شخص مجھ سے ظلم کا بدلہ طلب کرنے والا نہ ہو جو اس کی جان یا مال پر ظلم کرنے کی وجہ سے میرے ذمہ ہو۔

ان لوگوں کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ اس ارشادِ نبوی کا شانِ ورود تو ایک خاص موقع ہے، یہ عمومی قانون نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی بات ہے کہ کسی نے کوئی ضروری چیز بیچنے سے انکار کیا ہو یا اپنی کوئی ذمہ داری نہ نبھائی ہو یا کوئی چیز بیچنے کے لیے مروجہ قیمت سے زائد کا مطالبہ کیا ہو۔

یہ بات تو واضح ہے کہ اگر لوگ کسی چیز کی بولی (auction) لگانا چاہیں تو اگر مالک وہ چیز مروجہ طریقے سے منڈی میں بیچنے کے لیے لایا ہو اور لوگوں نے بولی کے ذریعے اس کی قیمت بڑھا دی تو ان کو کسی محدود قیمت کا پابند نہیں کیا جائے گا۔

مدینہ منورہ کے بارے میں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، وہاں جب کبھی کھانے پینے کی کچھ اشیاء بیچی جاتی تھیں وہ غالباً دوسرے علاقوں سے درآمد شدہ ہوتی تھیں۔ کبھی کبھار وہاں کی مقامی پیداوار سے حاصل شدہ چیزیں بیچنے کا موقع بھی مل جاتا تھا۔ وہاں کی زرعی پیداوار جو ہوا کرتے تھے مگر نہ تو کوئی متعین تاجر تھے، نہ خریدار۔ نہ ہی وہاں کوئی ایسا شخص تھا جس کی ذات یا جس کا مال لوگوں کی ضروریات میں شمار ہوتا اور اسے کسی خاص صنعتی خدمت پر یا اپنا مال بیچنے پر مجبور کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ اس وقت مسلمان سب کے سب ایک ہی جنس تھے۔ وہ سب مجاہد تھے۔ کوئی بھی بالغ مسلمان جسے جہاد پر قدرت ہوتی لازمی طور پر جہاد کے لیے جاتا۔ ہر شخص اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا۔ جو صدقات یا مالِ فیئ میں سے انہیں حصہ ملتا اسے بھی جہاد میں لگاتے یا اس سے دوسرے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری میں مدد دیتے۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص اپنی کوئی چیز بیچنے کے لیے نکلتا تو اسے کسی خاص نرخ کا پابند بنانا ایک طرح کی ناحق پابندی ہوتی۔ جب ان لوگوں کو اپنی اشیاء فروخت کرنے پر مجبور کرنا ہی جائز نہ تھا تو ظاہر ہے ان کے لیے قیمتیں مقرر کر دینا بھی ناجائز تھا۔

اگر کسی شخص کے ذمہ کسی چیز کا بیچنا متعین ہو جائے تو اس کا حکم اسی شخص کی طرح ہوگا جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتِ فروخت کا ایک اندازہ بتادیا تھا، چناں چہ ایسے شخص کے لیے قیمت مقرر کی جائے گی جیسا کہ صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے:

من أعتق شركا له في عبد وكان له من المال ما يبلغ ثمنَ العبد قُوِّمَ عليه قيمة عدل لا وكس ولا شطط فأعطى شركاءه حصصهم و عتق عليه العبد(۱)۔

جس شخص نے کسی مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال بھی تھا کہ غلام کی پوری قیمت اس سے ادا ہو سکے تو اس کی قیمت انصاف اور عدل کے ساتھ کسی کمی بیشی کے بغیر لگائی جائے گی اور بقیہ شرکاء کو ان کے حصے کی قیمت (اسی کے مال سے) ادا کر کے غلام کو اسی کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو تو غلام کا جو حصہ اس نے آزاد کیا وہی اس کی طرف سے آزاد ہوگا۔

یہ ترتیب اس لیے ارشاد فرمائی کہ جب ایک شخص نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو باقی شرکاء پر لازم ہو گیا کہ اپنے شریک کو اپنی ملکیت والا حصہ بھی سونپ دے تاکہ وہ اسے آزاد کر دے اور اس طرح غلام کی آزادی مکمل ہو سکے۔ اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ، کسی کمی بیشی کے بغیر پورے غلام کی قیمت لگوائی جائے اور دوسرے شریک کو آدھی قیمت ادا کر دی جائے کیوں کہ امام مالکؒ، ابوحنیفہؒ اور احمد بن حنبلؒ وغیرہ جمہور فقہاء کے نزدیک شریک کا حق غلام کی آدھی قیمت میں ہے نہ کہ آدھے غلام کی قیمت میں۔ اس لیے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس چیز کو تقسیم کرنا ممکن نہ ہو، اگر اس کی ملکیت کے شرکاء میں سے کوئی ایک اپنا حصہ لینا چاہے تو اس پوری چیز کو بیچ کر اس کی قیمت کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس کے لیے اگر شرکاء میں سے کوئی اپنا حصہ بیچنے پر

۱۔ صحیح بخاری: کتاب العتق، باب إذا أعتق عبداً بين اثنين أو أمة.....۲:۸۹۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راضی نہ بھی ہو تو اسے مجبور کر کے اس کا حصہ فروخت کروایا جائے گا۔ بعض علماءِ مالکیہ نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے کیوں کہ شریک کا حق نصف قیمت میں ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیثِ صحیح سے ثابت ہوا اور یہ حق اسے اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک پوری مشترکہ چیز کو بیچا نہ جائے۔

جب شارع علیہ السلام مشترکہ چیز کے ایک شریک کی ضرورت کی بنا پر اسے مروجہ قیمت پر دوسرے مالکان کے ملک سے نکالنے کو واجب قرار دے رہے ہیں۔ یہاں اس شریک کی ضرورت یہ ہے کہ غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کرنے کے لیے دوسرے حصے خریدنا اس کی مجبوری ہے تا کہ غلام کو آزادی کا فائدہ مل سکے۔ جب اتنی ضرورت کی بنا پر دوسرا مالک نصف قیمت سے زیادہ کا مطالبہ کرنے کا مجاز نہیں تو اگر کہیں غلام کی آزادی سے بڑھ کر ضرورت ہو یعنی کوئی شخص کھانے اور لباس وغیرہ کے لیے مجبور ہو تو اس صورت میں مروجہ قیمت سے زیادہ کا مطالبہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

یہی طریقہ جس کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے کہ پوری چیز کی قیمت مروجہ قیمتوں کی روشنی میں لگائی جائے، یہی قیمتیں مقرر کرنے کی اصل حقیقت ہے۔

اسی طرح اگر جائداد کے دو شرکاء میں سے ایک نے اپنا حصہ بیچ دیا ہے تو دوسرے کو حق حاصل ہے کہ نئے خریدار سے شفعہ کے ذریعے وہ حصہ لے لے تا کہ نئی شراکت یا زمین کی تقسیم کے جھنجھٹ سے جان چھوٹ جائے۔ اس کے لیے وہی قیمت ادا کرنا ضروری ہے جو خریدار نے سابق شریک کو دی۔ اس سے زیادہ قیمت کا یہاں کوئی جواز نہیں۔ یہ بات سنتِ مشہورہ اور علماء کے اجماع سے ثابت ہے۔ اس معاملہ میں صرف اس ضرورت کی خاطر کہ چیز کی پوری ملکیت ایک شخص کے پاس آجائے، ایک شریک کو دوسرے سے اس کا حصہ صرف ادا شدہ قیمت پر خریدنے کا پابند کیا گیا ہے اور اس سے زیادہ دینے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ اسی طرح دوسرے شریک کو پابند کیا گیا ہے کہ اس سے اپنی مرضی کی قیمت وصول کرنا تو درکنار اپنی ادا کردہ قیمت سے زیادہ کا مطالبہ بھی نہ کرے۔ یہ تو اتنی سی ضرورت کی بات ہے اور جب ضرورت اس سے عظیم تر ہو تو اس کی اہمیت کیا ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے کہ کچھ لوگوں کو کہیں ٹھکانہ نہ ملے اور ایک شخص کے پاس ایسا مکان ہو کہ وہ اس میں رہائش رکھ سکتے ہوں تو انہیں رہائش فراہم کرنا اس کا فرض ہے۔ اسی طرح اگر ان کو سردی سے بچنے کے لیے اس سے کپڑے ادھار لینے کی ضرورت پڑ جائے، یا کھانا پکانے کی چیزیں، تعمیر کے اوزار، یا پانی نکالنے کے آلات لینے کی مجبوری آن پڑے تو انہیں بلا اجرت مہیا کرنا ضروری ہے۔ اگر انہیں پانی نکالنے کے لیے ڈول، سالن بنانے کے لیے ہنڈیا، یا کھدائی کرنے کے لیے کدال کی ضرورت پڑے تو کیا کسی اضافے کے بغیر مروجہ اجرت لے کر یہ چیزیں بھی انہیں دینا ضروری ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں امام احمدؒ اور دیگر فقہاء سے دو اقوال منقول ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ اگر مالک کو ان چیزوں سے کام کرنے یا ان کی اجرت کی ضرورت نہ ہو تو یہ بھی مفت مہیا کرنا ضروری ہیں جیسا کہ کتاب وسنت سے اس بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ. الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ. الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾[الماعون ۱۰۷: ۴] (تو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریا کاری کرتے ہیں اور استعمال کی چیزیں مانگے سے نہیں دیتے)۔ سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے:

كنا نعد الماعون عارية الدلو والقدر والفأس(۱)۔

ہم ڈول، ہنڈیا اور کدال کو ماعون میں شمار کیا کرتے تھے۔

اور صحیحین میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا:

هي لرجل أجر، ولرجل ستر، وعلى رجل وِزر. فأما الذي هي له أجر

۱۔ سنن ابی داؤد: كتاب الزكاة، باب في حقوق المال ۲: ۱۲۴ میں ایک تو "الماعون" کے بعد "على عهد رسول الله" کے الفاظ زیادہ ہیں اور دوسرے "الفأس" کا ذکر نہیں ہے، مسند البزار: مسند عبدالله بن مسعود ۵: ۱۳۲ میں تقدیم وتاخیر سے یہ سب الفاظ موجود ہیں، سنن بیہقی: كتاب الزكاة، باب ماورد في تفسير الماعون ۶: ۱۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرجل ربطها تغنيًا وتعففاً ولم ينس حق الله في رقابها ولا ظهورها (۱)۔

وہ کسی کے لیے باعثِ ثواب ہیں، کسی کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہیں اور کسی کے لیے باعثِ عذاب ہیں۔ وہ اجر اس شخص کے لیے ہیں جس نے انہیں محتاجی سے بچنے اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پال رکھا اور ان کی گردنوں اور پیٹھوں میں اللہ کے حق سے غافل نہ رہا۔

صحیحین میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

من حق الإبل إعارة دلوها وضراب فحلها(۲)۔

ڈول ادھار دے دینا اور سانڈ سے جفتی کروانا اونٹوں کا حق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے سانڈ سے جفتی کروانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔(۳)۔ یہ روایت بھی صحیحین میں ہی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا يمنعنّ جار جاره أن يغرز خشبة في جداره(۴)۔

کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے۔

اس طرح کی اشیاء مانگے پر دینا امام احمدؒ اور دیگر فقہاء کے نزدیک واجب ہے۔

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الأحكام التي تعرف بالدلائل ۶: ۲۶۷۷ اور دیگر مشہور کتب حدیث میں یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ منقول ہے۔

۲۔ اس کی ہم معنی احادیث صحیح مسلم: کتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة ۲: ۶۸۴ اور سنن دارمی، مسند امام احمد، مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں بھی موجود ہیں مگر یہ الفاظ مجھے نہیں مل سکے۔

۳۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ: مسند أبي هريرةؓ ۳: ۴۴۰ حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے: ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب و كسب الموسمة و كسب الحجام و كسب عسب الفحل'' (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت وصول کرنے، داغ لگا کر جسم پر علامات ڈالنے کی کمائی، پچھنا لگانے کی اجرت وصول کرنے اور جانور جفتی کرانے کی کمائی سے منع فرمایا)، سنن بیہقی: كتاب البيوع، باب النهي عن عسب الفحل ۸: ۲۵۰ اور سنن دارقطنی: كتاب البيوع ۳: ۴۷۔

۴۔ صحیح بخاری: كتاب المظالم، باب لايمنع جاره أن يغرز خشبة في جداره ۲۵: ۸۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کو دوسرے شخص کی زمین سے پانی گزارنے کی مجبوری پیش آجائے اور اس میں مالک کا کوئی نقصان بھی نہ ہوتا ہو تو اس کی اجازت دینے پر اسے مجبور کیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں علماء سے دو طرح کی آراء منقول ہیں اور امام احمدؒ سے بھی دو روایات ہیں۔ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ آپ نے پانی روکنے والے کو فرمایا تھا:

واللہ لنجرینّھا ولو علی بطنک(۱)۔

اللہ کی قسم ہم اسے ضرور گزاریں گے اگرچہ تمہارے پیٹ پر سے گزارنا پڑے۔

متعدد صحابہ و تابعین کی رائے میں زیورات کی تو زکوٰۃ ہی یہ ہے کہ انہیں کوئی ضرورت مند مانگے تو ادھار دے دیئے جائیں۔ امام احمدؒ اور دیگر فقہاء کے نقطۂ ہائے نظر میں بھی ایک پہلو یہی ہے۔

جن چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے کا لوگوں کو موقع دینا واجب ہے، وہ دو قسم کی ہیں: ان میں سے ایک تو اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا ضروری ہے جیسا کہ گھوڑے، اونٹ اور زیورات وغیرہ عارضی استعمال کے لیے دینے کا ذکر گزرا، اور فائدہ پہنچانے کی دوسری قسم کا تعلق لوگوں کی ضرورت کے وقت کام آنے سے ہے۔ لوگوں کی ضرورت کے لیے اپنی جسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا بھی ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ مثال کے طور پر علم سکھانا، بر موقع دینی احکام جاننے کے لیے فتویٰ دینا، گواہی دینا، جھگڑوں کے فیصلے کر دینا، نیکی کی طرف دعوت دینا اور برائی سے روکنا اور جہاد وغیرہ دیگر بدنی خدمات۔ ضرورت مندوں کی مالی خدمت کی ذمہ داری پوری کر دینا بدنی خدمات کی ذمہ داریوں سے فارغ نہیں کر دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ مؤطا امام مالکؒ: **کتاب الأقضیة، باب القضاء في المرفق** ۲:۷۴۶، سنن بیہقی: **کتاب کتابة القطائع، باب ماقضی فیما بین الناس بمافي صلاحهم**.....۹:۱۲۴۔ ضحاک بن خلیفہ پانی کی ایک نالی محمد بن مسلمہ کی زمین سے گزارنا چاہتے تھے کہ انہوں نے روک دیا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے انہیں سمجھایا کہ تمہارا اس میں نقصان نہیں اور بھائی کا فائدہ ہو جائے گا مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے یہ حکم جاری فرمایا۔ حدیث کی کتابوں میں الفاظ **لنجرینها** (ہم اسے ضرور گزاریں گے) کی بجائے **واللہ لیمرّنّ به** (وہ اسے ضرور گزارے گا) ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا﴾[البقرۃ ۲: ۲۸۲] (اور جب گواہ طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں)، نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾[البقرۃ ۲: ۲۸۲] (اور لکھنے والا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا ہے، اسے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے)۔

گواہی پر اجرت لینے کے بارے میں فقہاء کے چار اقوال ہیں اور امام احمدؒ و دیگر فقہاء کے نزدیک اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ بالکل جائز نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ صرف ضرورت کے وقت جائز ہے۔ تیسری یہ کہ عام حالات میں تو جائز ہے مگر جب گواہی کسی کے ذمہ لازم ہو تو جائز نہیں ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ غیر مشروط طور پر جائز ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اس نے کام کے وقت اجرت لے لی گواہی کی ادائیگی کے وقت نہیں لے سکے گا اور یہاں ان مسائل کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

یہاں مقصود اس بات کی وضاحت ہے کہ جب کئی مواقع پر سنت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مالک اپنی چیز کو ایک مقررہ قیمت کے مطابق فروخت کرنے کا پابند ہوتا ہے، خواہ یہ قیمت مروجہ نرخ کے مطابق مقرر کی جائے یا مالک کو اپنی قیمتِ خرید پر اسے بیچنے کا پابند کیا جائے تو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ قیمتیں مقرر کرنا اصولی طور پر حرام نہیں ہے۔

پھر مشترکہ غلام والی مثال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے شریک کا حصہ خریدنے کے لیے قیمت مقرر کرنے کا جواز اس غلام کی آزادی مکمل کرنے کی ضرورت کو قرار دیا ہے اور یہ حقوق اللہ میں سے ہے۔ اور جس چیز یا کام کی لوگوں کو عموماً ضرورت رہتی ہو اس میں بھی اللہ ہی کا حق ہوتا ہے۔ اس لیے علماء ایسی ضروریات اور اس طرح کی حدود کو حقوق اللہ قرار دیتے ہیں جب کہ انسانوں کے حقوق اور ان کی حدود ان کے علاوہ ہیں جیسے مساجد کی موجودگی، مال فئے، صدقات، ضرورت مندوں کے لیے وقف شدہ چیزیں اور مشترکہ عوامی استعمال کی چیزیں وغیرہ۔

حد حرابہ (ڈاکہ فساد وغیرہ)، حد سرقہ (چوری)، حد شراب نوشی وغیرہ سب حدود اللہ ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مال چھیننے کے لیے کسی کو قتل کر دیتا ہے تو اسے یقیناً بدلے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل کیا جائے گا اور مقتول کے ورثاء کو اس کی معافی کا حق نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ میں سب فقہاء کا اتفاق ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو آپس کے جھگڑے یا کسی اور ذاتی وجہ سے قتل کر دیتا ہے تو اس کے ورثاء کو حق حاصل ہے اگر چاہیں تو بدلے کے طور پر اس کے قتل کا فیصلہ برقرار رکھیں یا اسے معاف کر دیں۔ یہ بھی ایک متفقہ مسئلہ ہے۔

کھانے، لباس اور اس طرح کی دیگر ضروریاتِ عامہ مسلمانوں کی مشترکہ حاجات ہیں، ان میں کسی فرد کی تخصیص نہیں۔ اس وجہ سے جہاں کسی فرد سے اس طرح کی چیز خریدنا ضروری ہو جائے اس کے لیے قیمت مقرر کرنا اور فروخت کنندہ کو اس کا پابند بنانا غلام کی آزادی مکمل کرنے سے زیادہ ضروری مسئلہ ہے۔ اس مثال میں بھی جب ایک شخص پر غلام کی آزادی کی تکمیل واجب ہو گئی تھی، اگر قیمت کے مقرر کرنے کا اصول نافذ نہ کیا جاتا تو فریقِ ثانی اپنے حصے کی جو قیمت چاہتا مانگ لیتا جس سے آزاد کرنے والے کو نقصان اٹھانا پڑتا۔ اب جہاں اپنے لیے کھانے اور لباس وغیرہ کا حصول عام لوگوں کی بنیادی ضرورت ہے اس میں اگر بیچنے والوں کو اپنی مرضی کی قیمتیں لگانے میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو اس کا نقصان غلام کی آزادی والے نقصان سے کہیں زیادہ ہوگا۔ اسی لیے فقہاء کہتے ہیں جب کسی شخص کو کسی دوسرے آدمی سے کھانا حاصل کرنے کی مجبوری ہو تو اسے مروجہ قیمت پر مہیا کرنا صاحبِ مال کی ذمہ داری ہے، لہٰذا موقع کی نزاکت سے اپنا مال ہر حال میں دوسرے کے ہاتھ بیچنا جس شخص کی ذمہ داری بن چکی ہو اس میں اور دوسرے شخص میں جس کے سامنے اس طرح کی حالت پیش نہیں آئی فرق کرنا ضروری ہے۔

ائمہ فقہاء میں سے جو بزرگ معاوضے ضروری قرار دینے اور مقرر کرنے کے بارے میں سب سے زیادہ اجتناب کرنے والے ہیں وہ امام شافعیؒ ہیں۔ اس کے باوجود ان کے نزدیک بھی جب کسی کو کھانا حاصل کرنے کی مجبوری ہو تو جس شخص کے پاس کھانا ہے اسے مروجہ قیمت پر مہیا کرنے کا پابند کرنا واجب ہے۔ البتہ لوگوں کی ضروریات کے لیے قیمت مقرر کرنے میں امام شافعیؒ کے ہم خیال فقہاء میں بھی اختلاف ہے اور ان کے نزدیک اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاءِ حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حاکم کو اس وقت تک قیمتیں مقرر نہیں کرنی چاہئیں جب تک عوام کے کسی حق کا نقصان نہ ہو رہا ہو۔ مثال کے طور پر اگر قاضی کے پاس کسی ذخیرہ اندوز کی شکایت پیش کی جائے تو اسے چاہیے کہ اس کی اپنی اور اس کے اہلِ خانہ کی ضروریات کو چھوڑ کر سارا مال مقررہ قیمت پر بیچنے کا حکم دے اور آئندہ کے لیے اسے ذخیرہ اندوزی کرنے سے منع کرے۔ اگر اس تاجر کے خلاف دوبارہ بھی یہی شکایت ملے تو قاضی اس کے مقدمہ کی نوعیت پر غور کر کے اسے قید کرے اور کوئی تعزیری سزا دے دے تاکہ وہ آئندہ کے لیے اس فعل سے باز رہے اور اگر اس کی ذخیرہ اندوزی سے لوگوں کا نقصان ہو رہا ہے تو وہ نقصان سے بچ سکیں۔ اگر اشیائے خورد و نوش کے تاجر زیادتی کرنے لگیں اور اصل قیمتوں سے زیادہ ہی نرخ بڑھانے لگیں اور قاضی کو بھی مسلمانوں کے حقوق بچانے کے لیے قیمت مقرر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آئے تو اس حالت میں وہ اہلِ رائے اور صاحبِ بصیرت لوگوں سے مشورہ کر کے قیمت مقرر کر دے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی تاجر زیادہ قیمت وصول کرے تو قاضی اس سے زبردستی عمل درآمد کروائے۔ حنفیہ کی یہ رائے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ہے کیوں کہ ان کی رائے میں کسی آزاد آدمی پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ یہی مسلک صاحبینؒ یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی ہے۔ ان کے نزدیک صرف معین افراد پر ایسی پابندی لگانا جائز ہے۔ جو تاجر مقررہ نرخ کے مطابق سامان بیچتے ہیں ان کا طرزِ عمل ویسے ہی درست ہے کیوں کہ وہ کسی پابندی کے بغیر صحیح کام کر رہے ہیں۔

آیا قاضی ذخیرہ اندوز کا سامان اس کی مرضی کے بغیر بھی فروخت کروا سکتا ہے؟ اس میں ایک قول یہ ہے کہ مقروض آدمی کے مال کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں بھی ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ قاضی کو بالاتفاق اس کا مال بکوانے کا اختیار ہے کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں عوام کو نقصان سے بچانے کے لیے حجر یعنی مالک کے تصرّف پر پابندی لگانا جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جب مہنگائی زیادہ ہوگئی اور لوگوں نے قیمتیں مقرر کرنے کا مشورہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے اجتناب فرمایا۔ اس حدیث شریف میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ کچھ لوگوں کے پاس غلّہ تھا اور انہوں نے اسے روک لیا تھا بلکہ اس وقت تو اکثر تاجر مالِ تجارت دوسرے علاقوں سے درآمد کر کے لاتے تھے اور بازار میں پہنچتے ہی اسے بیچ دیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شہری کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ دیہاتی کا مال بکوائے جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کا دلال نہ بنے۔ اسی بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

دَعُوا الناس یرزق اللّٰہ بعضَھم مِن بعض(۱)۔

لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق دیتا ہے۔

یہ بات حدیث صحیح میں کئی طرق سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو جو کہ وہاں کے نرخوں کا ماہر ہوتا ہے باہر سے سامان لانے والے دیہاتی کا نمائندہ بن کر اس کا مال بیچنے سے منع فرمایا۔ شہری کو تو لوگوں کی ضروریات کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ اگر وہ دیہاتی کا نمائندہ بن جائے گا تو وہ اس کا مال مہنگے داموں فروخت کرے گا جس کا بوجھ خریدار پر پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وکالت فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود عام خریدار کو مہنگائی سے بچانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مواقع پر اس سے منع فرمادیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر سے آنے والے سامان کو راستے سے خرید لینے سے بھی منع فرمایا جیسا کہ حدیثِ صحیح میں کئی سندوں سے ثابت ہے۔ اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے تاجر کو بازار میں پہنچ کر یہ سودا برقرار رکھنے یا ختم کردینے کا اختیار دیا ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک راستے میں اس کا مال خریدنے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ شہری تاجر اس کا مال مروجہ قیمت سے کم میں خرید کر اس کا حق نہ مار لیں، اس لیے اسے بازار

۱۔ صحیح مسلم: کتاب البیوع، باب لایبیع الحاضر للبادي ۳:۱۱۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پہنچ کر اس پر نظرِ ثانی کا حق دے دیا۔ اب اس بات میں علماء کے دو اقوال ہیں کہ کیا یہ اختیار غیر مشروط ہے یا دھوکہ ہونا ثابت ہونے سے مشروط ہے۔ امام احمدؒ سے بھی اس بارے میں دو روایات منقول ہیں جن میں سے واضح ترین یہ ہے کہ اس کا یہ اختیار غیر مشروط ہے۔ یہی امام شافعیؒ کا ظاہر نقطۂ نظر ہے۔ ایک جماعت کی رائے یہ بھی ہے کہ یہ ممانعت دراصل عام خریدار کو نقصان سے بچانے کے لیے ہے کیوں کہ تاجر جب راستے سے اسے خرید لے گا تو شہر میں لا کر مہنگے داموں فروخت کرے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خرید و فروخت جو اصل میں ایک جائز کام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے جب تک کہ فروخت کنندہ کو مروجہ قیمت کا اور خریدار کو چیز کے بارے میں صحیح علم نہ ہو جائے۔ غلط قیاس کرنے والا کہتا ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ جہاں سے چاہے سامان خرید لے چناں چہ یہاں اس نے فروخت کنندہ سے خرید لیا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ دیہاتی اگر چاہے تو اپنے مال کی فروخت میں شہری کو نمائندہ بنا لے لیکن شارع علیہ السلام کے پیشِ نظر تو مفادِ عامہ کا تحفظ ہے اور باہر سے مال لانے والے کو اگر مروجہ قیمتوں کا صحیح علم نہ ہو تو خریدار اس سے دھوکہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے مسترسل یعنی منہ مانگی قیمت دے دینے والے خریدار کو بھی اسی زمرے میں شامل کیا ہے۔ مسترسل ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو چیز خریدتے وقت قیمت پر بحث نہ کرے۔ وہ شخص جو ایک چیز خرید رہا ہے اور اس کی اصل قیمت سے ناواقف ہے وہ بھی اسی طرح ہے جیسے کوئی باہر سے اپنا سامان لا رہا ہو اور قیمتوں کا علم نہ رکھتا ہو۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ایسے لوگوں کو کوئی چیز فروخت کرتے وقت صرف معروف قیمت ہی وصول کرے اور معروف قیمت سے مراد مروجہ قیمت ہے۔ مذکورہ لوگوں کو اگرچہ ایسے تاجر سے مال خریدنے کی ضرورت نہ بھی ہو تب بھی قیمتوں سے ان کی لاعلمی یا بحث کیے بغیر تاجروں کو منہ مانگی قیمت ادا کر دینے کی وجہ سے فروخت کنندہ کی ذمہ داری ہے کہ ان کے لیے اپنے نرخ درست رکھے کیوں کہ سودے کی اصل بنیاد باہمی رضامندی ہے اور رضامندی کی بنیاد علم پر ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب جس شخص کو علم نہیں وہ ہوسکتا ہے راضی ہو جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راضی نہ ہو۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ اس کا نقصان ہوا ہے اور اس کے باوجود وہ سودے پر راضی رہا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہوا تو مروجہ قیمت سے اس کی ناراضگی ختم کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس شخص کو اختیار دیا ہے جسے سامان کے عیب یا فروخت کنندہ کی طرف سے چھپائی گئی کسی بات کا علم نہ ہوسکا ہو کیوں کہ خرید وفروخت میں اصل تو چیز کا صحیح ہونا اور اس بات کا یقینی بنانا ہے کہ چیز کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو۔ اگر کسی نے اس طرح کسی چیز کو خرید لیا تو اس کی رضامندی اسی سے ظاہر ہوگی۔ اگر بعد میں معلوم ہوا کہ سامان میں ملاوٹ ہے یا کوئی عیب ہے تو یہ صورت اسی طرح ہوگی جیسے کوئی تاجر اپنی چیز کی کچھ خصوصیات بتائے اور بعد میں واضح ہو کہ اس میں وہ خصوصیات نہیں تھیں۔ اب اگر خریدکنندہ یہ معلوم ہو جانے پر بھی اس سودے پر راضی رہتا ہے تو ٹھیک ورنہ اسے سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ صحیحین میں حضرت حکیم بن حزامؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے:

البيّعان بالخيار ما لم يتفرقا فإن صدقا وبيّنا بُورِكَ لهما في بيعهما وإن كذبا وكتما مُحِقَت بركةُ بيعهما.(۱)

خرید وفروخت کا سودا کرنے والے فریقین کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ اس جگہ سے چلے نہ جائیں۔ اگر انہوں نے سچ بولا اور واضح بات کر دی تو ان کے سودے میں برکت دی جائے گی اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور حقیقت کو چھپالیا تو اس سودے کی برکت ختم کر دی جائے گی۔

سنن میں منقول ہے کہ ایک شخص کی ملکیت میں ایک درخت تھا جو کہ کسی دوسرے کی زمین میں تھا جب بھی درخت کا مالک اس کی زمین میں جاتا تو زمین والے کو پریشانی ہوتی، چناں چہ اس

۱۔ صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب إذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا..... ۲:۷۳۲، صحیح مسلم: کتاب البیوع، باب الصدق في البیع والبیان ۳:۱۱۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے مالک کو حکم دیا کہ یا تو اس سے درخت کی قیمت وصول کر لے یا اسے تحفے میں دے دے، مگر وہ شخص کسی بات پر بھی راضی نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین والے کو یہ درخت اکھاڑ پھینکنے کی اجازت دے دی اور درختوں کے مالک کو فرمایا:

إنما أنت مضار(۱)۔

تم یقیناً تکلیف دینے والے ہو۔

اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے مالک کو ترغیب دی کہ اسے زمین والے بھائی کو تحفہ میں دے دو اور جب وہ نہ مانے تو بیچنے کو ان پر واجب قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خریدار کو مجبوری ہو تو مالک پر لازم ہے کہ وہ چیز قیمتاً اسے دے۔ ایسے مواقع پر فرد کی مجبوری کو بھی عوام کی کھانے کی مجبوری کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

یہی حکم ان لوگوں کا ہے جو آٹا بیچنے یا روٹیاں بنانے کا کاروبار کرتے ہیں۔ اسی طرح سرائے والے، مارکیٹ (قیصاری بازار) والے اور حمام کے مالک ہیں۔ جب لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہو تو ان کا بھی یہی حکم ہوگا۔ اس کے نگہبان کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ اسے کاروبار کے طور پر استعمال کرے اور اس کے اندر جانا لوگوں کی ضرورت ہے۔ اب اگر وہ اپنی مرضی کی اجرت لیے بغیر کسی کو اندر نہ جانے دے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ اسے مروجہ اجرت کے عوض یہ خدمت پیش کرنے کا پابند بنایا جائے گا جیسا کہ گندم خرید کر

۱۔ سنن ابی داؤد: کتاب الأقضية، أبواب من القضاء ۳: ۳۱۵ اور سنن بیہقی: کتاب کتابة القطائع، باب ماقضى فيمابين الناس بمافيه صلاحهم ۹: ۱۲۵ میں جو قصہ منقول ہے اس کے مطابق یہ واقعہ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور ایک انصاری صحابی کے درمیان پیش آیا۔ درخت کے مالک حضرت سمرہؓ تھے اور زمین ایک انصاری صحابی کی تھی اور ان کے ساتھ اسی زمین کے احاطے میں ان کے اہلِ خانہ بھی رہتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارت کی خاطر آٹا پسوانے والے یا آٹا خرید کر تجارت کی خاطر روٹی بنانے والے کو لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اس کا پابند کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان چیزوں کے تاجر کو مروجہ قیمت کے مطابق فروخت کا پابند کرنا زیادہ ضروری اور زیادہ مناسب ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر وہ آٹا پیسنے یا روٹیاں پکانے سے انکار کرے اور اس کی وجہ سے لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہو تو اسے روٹیاں پکانے پر بھی مجبور کیا جائے گا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اگر وہ اتنا مال تیار کر دیں جو لوگوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو، اسے فروخت بھی مروج نرخ کے مطابق کر رہا ہو جس سے لوگ خرید کر اپنی ضروریات پوری کر رہے ہوں تو اس صورت میں قیمت مقرر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور اگر لوگوں کی ضرورت منصفانہ قیمتوں کی تحدید کے بغیر پوری نہ ہو رہی ہو تو کسی افراط و تفریط کے بغیر منصفانہ قیمتیں مقرر کرنا ضروری ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۳

بدعات کا ارتکاب

دینی معاملات میں ملاوٹ اور فریب کاری کی مثال وہ قولی اور فعلی بدعات ہیں جو کتاب وسنت اور اجماعِ سلف کے طرزِ عمل کے خلاف بنالی گئیں جیسے مساجد میں سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا، جماعتِ صحابہؓ اور جمہور مسلمین کو گالیاں دینا یا ائمہ مسلمین، علماء اور ایسے خلفاءِ اسلام کو برا بھلا کہنا جو جمہور امتِ مسلمہ میں نیکی و بھلائی میں مشہور ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیثِ مبارکہ کو جھٹلانا جنہیں اہلِ علم اعتماد و قبولیت سے محفوظ کر چکے ہیں یا موضوع احادیث کی روایت کرنا جو غلط طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ دینی امور میں غلو کی حد تک پہنچ جانا کہ بنی آدم کو الوہیت کا مقام دے دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے نکلنے کو جائز قرار دینا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی آیات کے بارے میں ملحدانہ خیالات رکھنا۔ قرآن مجید کے الفاظ میں ہیر پھیر کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانا اور اس کے اوامر و نواہی کو اس کی قضاء وقدر سے متعارض کہنا۔ جادو کے کرشمے دکھانا اور ایسی شعبدہ بازی کرنا جس سے حقیقت کا گمان ہوتا ہو۔ اسی طرح کے دوسرے کام جن سے انبیاء و اولیاء کے معجزات و کرامات سے مماثلت ظاہر ہوتی ہو تا کہ اس کے ذریعے لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جائیں یا ایسے لوگوں میں بھلائی کا گمان ہونے لگے جو اس کے اہل نہیں ہیں۔

یہ موضوع بہت وسیع ہے جس کی تفصیل طویل ہے۔ جس شخص سے ایسی منکرات کا مظاہرہ ہو اسے روکنا واجب ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں یعنی سزائے موت، کوڑوں اور دیگر سزاؤں میں سے جو اس کے مطابق ہو اس پر نافذ کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں محتسب کی ذمہ داری ہے کہ جس شخص سے اس قسم کی کسی قولی یا فعلی قباحت کا اظہار ہو اسے تعزیری سزا دے اور جہاں لوگوں کے ایسے امور میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہو ان کے وہاں ملنے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکٹھا ہونے پر پابندی لگائے کیوں کہ شرعی سزائیں صرف جرم ثابت ہونے پر ہی دی جا سکتی ہیں۔ پابندی لگانا اور احتیاط کرنا صرف الزام کی بنیاد پر بھی ہو سکتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوعمر لڑکوں کے ایسے لوگوں کے ساتھ اکٹھا ہونے پر پابندی لگا دی تھی جن پر فحاشی کا شبہ کیا جاتا تھا۔ جس شخص پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو اس کی گواہی قبول کرنے، خیانت میں مشتبہ شخص کے پاس امانت رکھنے اور معاملات میں ٹال مٹول کرنے کے عادی کے ساتھ محتاط رویہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۴

شرعی سزاؤں کا تصور

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل شرعی سزاؤں کے نفاذ سے ہی ہوسکتی ہے کیوں کہ جو برائیاں قرآن کے ذریعے ختم نہیں ہوتیں اللہ تعالیٰ انہیں قوت کے ذریعے مٹاتا ہے۔ شرعی حدود کو قائم کرنا حکام کا فرض ہے اور یہ مقصد ترکِ واجبات اور ارتکابِ حرام پر سزائیں دینے سے حاصل ہوسکتا ہے۔

سزائیں کچھ تو مقرر ہیں جیسے زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے کو اَسّی کوڑوں کی سزا یا چور کا ہاتھ کاٹنا وغیرہ۔ سزاؤں کی ایک قسم غیر مقررہ سزائیں ہیں جنہیں تعزیرات بھی کہا جاتا ہے۔ ایسی سزاؤں کی مقداریں اور کیفیات جرائم کے بڑا چھوٹا ہونے، مجرم کی حالت یا مجرم کے قصور کے کم یا زیادہ ہونے کی بنیاد پر مختلف ہوتی ہیں۔

تعزیر کی کئی قسمیں ہیں: یہ زبانی ڈانٹ ڈپٹ کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے، قید کر کے بھی ہوسکتی ہے۔ اس کی ایک صورت جلاوطنی بھی ہوسکتی ہے اور ضرورت پڑے تو جسمانی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

اگر کوئی واجب ترک کر دینے کی وجہ سے تعزیر کرنا مقصود ہو جیسے نماز چھوڑنے پر جسمانی سزا دینا یا حقوقِ واجبہ ادا نہ کرنے پر سزا دینا جیسے کوئی شخص استطاعت کے باوجود قرض واپس نہ کر رہا ہو یا غصب شدہ مال نہ دے رہا ہو، یا کوئی شخص امانت کو اس کے مالک کے حوالے نہ کر رہا ہو تو اسے جسمانی سزا دی جائے یہاں تک کہ اپنا واجب ادا کر دے۔ جب تک اس کے واجبات ادا نہیں ہو جاتے، وقفے وقفے سے مختلف دنوں میں مار لگانے کا سلسلہ جاری رہے۔

اگر یہ جسمانی سزا اس کے کسی سابقہ جرم کے بدلے کے طور پر دینا مقصود ہوتا کہ اس کے لیے بھی اللہ کے حکم سے عبرت ہو اور دوسروں کے لیے بھی تو یہ سزا صرف بقدرِ ضرورت دی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔تعزیری سزا میں کم از کم کی کوئی حد مقرر نہیں البتہ زیادہ سے زیادہ میں فقہاءِ حنابلہ اور دیگر فقہاء کے ہاں تین اقوال ہیں:

ایک قول کے مطابق اس کی مقدار دس کوڑے ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ شرعی حدود میں جو کم سے کم سزا ہے تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا اس سے کم ہونی چاہیے یعنی انتالیس کوڑے ہو یا اناسی کوڑے ہو۔یہ قول متعدد حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ تعزیری سزاؤں کا تعین اس طرح نہیں کیا جاسکتا۔یہ فقہاءِ مالکیہ کا قول ہے۔شافعیہ اور حنابلہ میں سے متعدد حضرات یہی کہتے ہیں اور امام احمدؒ سے منقول دو روایتوں میں سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر تعزیر کسی ایسے جرم میں مطلوب ہے جس کے لیے شرعی حد مقرر ہے تو تعزیری سزا اس شرعی حد کی مقدار کو نہیں پہنچنی چاہیے۔مثال کے طور پر چوری کی شرعی سزا ہاتھ کاٹنا ہے مگر نصاب سے کم کی چوری کی سزا اس حد کو نہ پہنچے۔شراب سے کُلی کرنے پر شراب پینے کی حد جاری نہ ہو اور زنا کے علاوہ کوئی اور تہمت لگانے والے پر حدِ قذف جاری نہ کی جائے۔

یہ قول زیادہ قرینِ انصاف ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ اور خلفاءِ راشدین کے مبارک طریقے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ایک سو کوڑے لگوائے تھے جس کی بیوی نے اس کے لیے اپنی باندی حلال کی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ کی بنا پر اسے حد نہیں لگائی تھی(۱)۔حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس مرد اور عورت کو سو سو کوڑے، ہی مارنے کا حکم دیا تھا جو ایک لحاف میں پائے گئے تھے(۲)۔

۱۔ مسند احمدؒ: حدیث النعمان بن بشیرؓ ۵:۳۴۱۔

۲۔ مصنف رحمہ اللہ نے ''السیاسة الشرعیة'' میں بھی لکھا ہے کہ خلفاءِ راشدین سے ایسے مرد عورت کو سو سو کوڑے لگانا منقول ہے مگر حضرت ابوبکرؓ کے دور میں کسی ایسے واقعہ کا حوالہ مجھے کافی تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایسے بعض واقعات کا ذکر تو ملتا ہے مگر سو کوڑوں والی بات کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ مستدرک حاکم: کتاب معرفة الصحابة، باب ذکر مناقب المغیرة بن شعبة رضی اللہ عنہ ۳:۵۰۷ میں بصرہ کی گورنری کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک واقعہ منقول ہے ..... بقیہ اگلے صفحہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے اس شخص کو بھی سو کوڑے لگانے کا حکم دیا تھا جس نے اپنی انگوٹھی پر نقش بنایا تھا اور بیت المال سے بھی کچھ لیا تھا اسے ایک دن سو دُرے لگائے، دوسرے دن بھی سو لگائے اور تیسرے دِن پھر سو لگائے (۱)۔ صبیغ بن عسل کی بدعات کو دیکھ کر آپؓ نے اسے شمار کیے بغیر بہت سے کوڑے مارے تھے۔

بقیہ از صفحۂ گزشتہ..... جس میں ان پر زنا کا الزام لگایا گیا تھا مگر ثابت نہ ہو سکا۔ یہاں تین گواہوں نے زنا کی بات کی اور چوتھے گواہ زیاد نے بتایا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا اور اونچے سانس کی آواز بھی سنی مگر اصل ماجرا کیا تھا مجھے معلوم نہیں۔ اس کی بنا پر حضرت عمرؓ نے الزام لگانے والوں کو حد قذف کے کوڑے لگانے کا حکم دیا اور مغیرہؓ کو بری کر دیا۔ اس واقعہ میں متن والی صورت کا حکم نہیں ملتا۔ مذکورہ واقعہ کے راوی اور گواہ ایک صحابی ابوبکرہ نفیع بن حارث بن کلدہؓ (م ۵۱ھ) تھے۔ تقریب التھذیب ۱:۵۶۵۔ شاید طباعت کے زمانہ سے پہلے اس کتاب کے کسی ناسخ سے حضرت ابوبکرہؓ کا نام اس نام کے ساتھ خلط ملط ہو گیا ہو، واللہ اعلم۔ علامہ ابن حزمؒ نے المحلّٰی: ماورد في التعزیر ۱۱:۴۰۳ میں، مصنف عبدالرزاق: کتاب الطلاق، باب الرجل یوجد مع المرأة في ثوب أو بیت ۷:۴۰۱ اور بعض دیگر ابواب میں منقول ایک روایت اسی حوالہ سے نقل کی ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے گھر میں رات کا اندھیرا ہو جانے کے بعد "حصیر" چٹائی میں لپٹا پایا گیا تو حضرت عمرؓ نے اسے سو کوڑے لگوائے۔ فقہ عمرؓ میں ڈاکٹر رواس قلعجی نے بھی المحلّٰی کے حوالہ سے یہی نقل کیا ہے۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب الطلاق، باب الرجل یوجد مع المرأة في ثوب أو بیت ۷:۴۰۱ میں منقول ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس اس طرح کا ایک مقدمہ لایا گیا تو آپؓ نے مرد اور عورت دونوں کو چالیس چالیس کوڑے لگوائے اور دونوں کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا۔ ان دونوں کے قبیلوں والے حضرت عمرؓ کی خدمت میں اپنی فضیحت کی شکایت لے کر گئے تو آپؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کے فیصلے کو درست قرار دیا۔ مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الحدود، باب في الرجل یوجد مع امرأة من ظبیان بن عمارة" کی روایت سے ایک ایسے مقدمے میں حضرت علیؓ کا فیصلہ منقول ہے کہ آپؓ نے مرد عورت کو کوڑے لگانے کا حکم دیا مگر ان کی تعداد مذکور نہیں۔ اسی باب میں جعفر بن محمدؒ سے اپنے والدِ گرامی کے حوالہ سے حضرت علیؓ عنہ کا ارشاد منقول ہے کہ جب ایک مرد اور عورت اکٹھے پائے جائیں تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ صنعانیؒ نے سبل السلام شرح بلوغ المرام، کتاب الحدود میں آپؓ ہی سے منسوب ایک روایت نقل کی ہے کہ آپؓ نے ایسے لوگوں کو دو کم ایک سو دُرے لگائے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے مذکورہ باب میں ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایسے مقدمہ میں چالیس چالیس کوڑے لگانے کا فیصلہ دیا۔

۱۔ اس کا اصل جرم انگوٹھی پر نقش بنانا نہیں تھا۔ نقش بنانے کا جواز تو..... بقیہ آئندہ صفحہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا شخص جس کی شر انگیزی اسے قتل کیے بغیر ختم نہ ہو سکتی ہو جیسے مسلمانوں کی اجتماعیت میں تفرقہ ڈالنے والا یا دین میں بدعات کی طرف دعوت دینے والا تو اسے قتل کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾[المائدۃ۵:۳۲] (اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا)۔ صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

إذا بُويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما (۱)۔

جب ایک وقت میں دو خلفاء کی بیعت کر لی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔

بقیہ از صفحہ گزشتہ .....

جمہور فقہاء سے منقول ہے۔ کبار صحابہ بھی اپنی اپنی انگوٹھیوں پر اسماءِ حسنیٰ یا دعائیں لکھوایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمانِ عام جاری فرمایا کہ میں نے اپنی انگوٹھی پر یہ الفاظ لکھوائے ہیں کوئی اور شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نہ لکھوائے۔ فتح الباری: کتاب اللباس، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لاینقش علیٰ نقش خاتمہ میں اس کی مفصل بحث موجود ہے۔ حضرت عمرؓ نے جس شخص کو بار بار کوڑوں کی سزا دی اس کا بھی ایک جرم یہ تھا کہ اس نے آپؓ کی انگوٹھی والا نقش اپنی انگوٹھی پر بنایا جب کہ آپؓ کی انگوٹھی کی حیثیت امیر المومنین کی مہر کی بھی تھی۔ پھر اس نے اسے بطور مہر استعمال کر کے امیر المومنین کی طرف سے جعلی فرمان جاری کیا اور بیت المال سے رقم نکلوالی۔ اس طرح اس نے بیک وقت تین جرائم کا ارتکاب کیا اور مذکورہ سزا کا مستحق ٹھہرا۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ میں معن بن زائدہ کے تعارف میں ابوالحسن بن القصار مالکیؒ کے حوالہ سے اسی معن کو مذکورہ واقعہ کا اصل کردار نقل کیا ہے مگر خود انہیں شک ہے کہ کہیں یہ نام اُس معن بن زائدہ کے ساتھ خلط ملط نہ ہو گیا ہو جو بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں زندیق مشہور تھا۔

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب إذا بویع لخلیفتین ۳:۱۴۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح فرمایا:

مَن جاءَ کُم وأمرُکم علی رجلٍ واحدٍ یرید أن یفرّق جماعتکم فاضربوا عنُقَه بالسیف کائنا من کان(۱)۔

جب تم لوگ ایک امیر پر متفق ہو اور کوئی دوسرا شخص آ کر تمہارا اتفاق ختم کرنا چاہے تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا جو جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے(۲)۔

ابن الدیلیؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کا حکم پوچھا جو شراب پینے سے باز نہیں آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم ینته عنها فاقتلوه (۳)۔

جو اس سے باز نہ آئے اسے قتل کر دو۔

اسی بنا پر امام مالکؒ اور بعض حنابلہؒ جاسوس کے قتل کو جائز کہتے ہیں۔ اسی طرح امام مالکؒ اور ان کے ہم خیال بعض فقہاءِ شافعیہؒ نے بدعات کے داعی کو قتل کرنے کا فتویٰ بھی دیا ہے۔

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الإمارة ، باب حکم من فرق أمر المسلمین وهو مجتمع ۳:۱۴۸۰ اور سنن نسائی: کتاب تحریم الدم ، باب قتل من فارق الجماعة وذکر الاختلاف .....۷:۹۳ دونوں کے الفاظ ملا کر اس روایت کی عبارت کافی حد تک مکمل ہو جاتی ہے البتہ یہ الفاظ یکجا مجھے نہیں مل سکے۔

۲۔ حوالہ نہیں مل سکا۔

۳۔ مسند امام احمد: حدیث الدیلمی الحمیری ۵:۲۷۴ میں دیلیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے گندم کی اس شراب کے بارے میں پوچھا جس سے نشہ ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے نہ پیا کرو، یہی بات انہوں نے تین بار آ کر پوچھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہی جواب ملا جس پر انہوں نے بتایا کہ لوگ اس کے بغیر صبر نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا: ''فان لم یصبروا عنه فاقتلهم '' (اگر وہ اسے پیے بغیر صبر نہ کریں تو انہیں قتل کر دو)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کا نام ذکر کرنے میں طباعت کی غلطی سے ابن الدیلی ہو گیا ہے جب کہ صحیح دیلمی ہے۔ سنن ابی داود اور سنن بیہقی وغیرہ میں بھی یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مختصر رسالہ میں ان مضامین کی تفصیل کی گنجائش نہیں کیوں کہ قتل یا اعضاء کاٹنے کی سزا دینا محتسب کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔

تعزیر کی ایک صورت ملک بدر کرنا یا علاقے سے نکال دینا بھی ہے۔ حضرت عمرؓ شراب پینے والوں کو بطورِ تعزیر خیبر کی طرف نکال دیا کرتے تھے(۱)۔ آپؓ نے صبیغ بن عسل کو علاقہ بدر کر کے بصرہ کی طرف نکال دیا تھا(۲)۔ اور نصر بن حجاج کی وجہ سے عورتیں فتنہ میں مبتلا ہو گئیں تو

۱۔ آپؓ نے ابوبکر بن امیہ بن خلف کو شراب پینے پر خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا جس پر اس نے ہرقل کے ہاں پناہ لے لی اور عیسائی بن گیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کا قصہ معلوم ہوا تو آپؓ نے فرمایا: میں آئندہ کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب الطلاق، باب النفي ۷: ۳۱۴، باقی مطلقاً جلاوطنی کی سزا حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دیگر حضرات سے بھی ثابت ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق: کتاب الطلاق، باب النفي ۷: ۳۱۴ میں منقول ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غیر شادی شدہ زانی کو حد کے مطابق کوڑے لگانے کے بعد ایک سال جلاوطن کرنے کا حکم فرمایا۔ سنن بیہقی: کتاب الحدود، باب ماجاء في نفي البكر ۱۲: ۴۴۰۔

۲۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابۃ: تعارف نمبر ۴۱۲۷ صبیغ بوزن عظیم میں اس کے والد کے بارے میں کئی اقوال نقل کیے ہیں۔ بعض نے اسے ابن سہل الحنظلی، بعض نے ابن عُسَیل اور بعض نے ابن شریک کہا ہے۔ یہاں صبیغ کی علاقہ بدری کا ذکر بھی ہے۔ دیگر اکثر محدثین اور اصحاب سیر نے اس کی جسمانی سزا اور ایک عرصہ تک قطع تعلقات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ عراق ہی کا رہنے والا تھا اور اس کا جرم یہ تھا کہ وہ مسلم مجاہدین کے پاس جا جا کر متشابہات القرآن کے بارے میں بحث کیا کرتا تھا۔ اسی سلسلے میں وہ مصر پہنچا تو وہاں کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسے گرفتار کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا۔ جب اسے امیر المومنین کی خدمت میں لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا: تم نے نئے سوالات کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے؟ پھر آپؓ نے کھجور کی تازہ چھڑیاں منگوائیں اور اس کی کمر پر مارنا شروع کیں یہاں تک کہ اس کی پیٹھ زخمی ہو گئی۔ آپؓ نے اسے کچھ دنوں تک چھوڑ دیا اور جب زخم بھر گئے تو دوبارہ بلا لیا اور یہی کارروائی کی۔ تیسری مرتبہ جب اسے امیر المومنین نے بلایا تو اس نے کہا: اگر آپؓ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو بہتر انداز سے قتل کر دیں اور اگر میری اصلاح مقصود ہے تو اللہ کی قسم میری بیماری ختم ہو چکی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے دی اور بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ مسلمانوں کے اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے پر پابندی لگا دیں۔ ..... بقیہ آئندہ صفحہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؓ نے اسے بھی بصرہ بھیج دیا تھا(۱)۔

از صفحۂ گزشتہ.....

اسے اس پابندی سے بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابوموسیٰؓ نے امیر المؤمنین کو لکھا کہ اس کی توبہ مخلصانہ معلوم ہوتی ہے جس پر انہوں نے یہ پابندی بھی ختم فرمادی۔ سنن دارمی: **أبواب متفرقة في صفات النبي وفي العلم ونحوها، باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبدع** ۱:۵۸، ۵۹، مصنف عبدالرزاق: **كتاب العلم، باب من حالت شفاعته دون حد** ۱۱:۴۲۶ میں یہی روایت مختصراً منقول ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جب صبیغ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؓ نے اس سے نام پوچھا تو اس نے کہا: ''اللہ کا بندہ صبیغ''، پھر اس سے کچھ اور سوالات پوچھے اور اس کے بعد اسے سزا دی۔ پھر اس کی کتابیں جلا دیں اور اہلِ بصرہ کو لکھا کہ اس کے ساتھ بیٹھنا بند کر دیں۔ اسی باب میں عبدالرزاقؒ کی دوسری روایت میں اصلاح کے بعد صبیغ کی حالت کا ذکر ہے کہ جب فرقۂ حروریہ کا ظہور ہوا تو کچھ لوگ اس کے پاس بھی آئے اور کہا کہ بعض لوگ اس اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس نے کہا توبہ توبہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے تو نیک آدمی کی نصیحت سے فائدہ پہنچا دیا ہے۔ معجم البلدان میں ہے کہ عین کی زیر اور سین کے سکون کے ساتھ ''عِسْل'' بصرہ کے ایک محل کا نام ہے۔ یہ بنی تمیم کے ایک شخص کا نام بھی تھا جس کی اولاد میں سے نصر بن عسل تھا جسے حضرت عمرؓ نے متشابہات القرآن میں بحث کرنے کی وجہ سے سزا دی تھی اور لوگوں کو اس سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد فضول بحثوں میں پڑنے والوں کے لیے یہ سزا ایک مثال بن گئی چناں چہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے اَنفال کی تفصیل پوچھی تو آپؓ نے اسے بات سمجھا دی اور مثال کے طور پر کئی چیزیں بھی گنوائیں مگر وہ بار بار یہی سوال دہراتا رہا یہاں تک کہ حضرت ابن عباسؓ اس کے غیر ضروری سوالات سے اکتا گئے اور فرمایا: تم لوگوں کو معلوم ہے اس کا علاج کیا ہے؟ اس کا علاج وہی ہے جو حضرت عمرؓ نے صبیغ کا کیا تھا۔ مؤطا امام مالکؒ: **كتاب الجهاد، باب ماجاء في السلب في النفل** ۲:۴۵۵۔

۱۔ نصر بن حجاج بن علاط السلمی اولاً صحابہؓ میں سے تھا۔ اس کی پیدائش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں وہ ایک خوبصورت جوان تھا۔ مذکورہ قصہ کو حافظ ابن حجرؒ نے **الاصابہ، تعارف** نمبر ۶۴۳۵ عثمان بن ابی جہم الاسلمی میں بحوالہ اعتلال القلوب سَوْلفہ خرائطی مختصراً ذکر کیا ہے۔ یہی قصہ انہوں نے تعارف نمبر ۸۸۴۵ نصر بن حجاج میں ابن سعد اور خرائطی کے حوالہ سے قدرے مفصل بیان کیا ہے۔ واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک سڑک پر چل رہے تھے کہ ایک نسوانی آواز کانوں سے ٹکرائی، کوئی خاتون کہہ رہی تھی:.....بقیہ آئندہ صفحہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

.....

از صفحہ گزشتہ.....

هل من سبيلٍ إلى خمرٍ فاشربها

أو من سبيلٍ إلى نصر بن حجاج

کوئی صورت شراب تک پہنچنے کی ہو کہ میں اس کو پی لوں

یا کوئی صورت نصر بن حجاج تک پہنچنے کی پیدا ہو جائے

صبح ہوئی تو امیر المؤمنین نے نصر بن حجاج کے بارے میں لوگوں سے پوچھا اور پھر اسے طلب کر لیا۔ آپؓ نے دیکھا کہ وہ حسین بالوں اور بارونق چہرے والا ایک خوبصورت جوان ہے۔ آپؓ نے اسے بال کٹوانے کا حکم دیا مگر بال کٹوانے سے اس کا حسن مزید نکھر گیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ چہرے پر کچھ لگا لیا کرو مگر اس سے بھی اس کے جمال میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے آخری حل یہ نکالا کہ اسے بصرہ بھیج دیا۔ خرا کلی نے محمد بن سیرینؒ کے طریق سے قدرے کمزور سند کے ساتھ یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ بصرہ میں بھی نصر نے وہاں کے نائب گورنر مجاشع بن مسعود کی بیوی کو زمین پر محبت نامہ لکھ ڈالا جس کا جواب اس نے بھی اظہارِ محبت سے دیا۔ گورنرِ بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اسے فارس کی طرف بھیج دیا۔ وہاں ایک کسان کی بیٹی اس کے حسن پر فریفتہ ہو گئی جس پر فارس کے گورنر عثمان بن ابی العاص نے اسے وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ یہ حکم سن کر نصر نے کہا: اللہ کی قسم اگر آپ لوگوں نے مجھے یہاں سے نکالا تو میں مشرکین کی سرزمین میں چلا جاؤں گا۔ یہ حالات حضرت عمرؓ کو لکھے گئے تو آپ نے فرمایا: اس کا سر گنجا کر دو، قمیص کاٹ کر چھوٹی کر دو اور اسے مسجد میں پابند کر دو۔ ابن سعدؒ نے بھی طبقات: ذکر استخلافِ عمرؓ میں مختصراً یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد ابوذئب نامی ایک شخص کا بھی اسی نوعیت کا واقعہ لکھا ہے۔ رات کو مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے عورتوں کی ایک جماعت میں شہر کے خوب صورت ترین شخص کے بارے میں بحث ہوتی سنی جس میں ابوذئب کو حسین ترین قرار دیا گیا۔ صبح ہوئی تو امیر المؤمنین نے اسے بلایا تو وہ واقعی بہت حسین تھا۔ آپؓ نے اس کی بھی جلاوطنی کا فیصلہ فرما دیا۔ اس نے بصرہ میں نصر بن حجاج کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی جسے پورا کر دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: ۵

مالی سزائیں بطورِ تعزیر

امام مالکؒ کے مشہور قول کے مطابق خاص خاص معاملات میں بطورِ تعزیر مالی سزا دینا بھی جائز ہے۔ ان میں سے بعض صورتوں میں امام احمدؒ سے متفقہ طور پر یہی منقول ہے اور بعض صورتوں میں ان کے ایک سے زائد اقوال منقول ہیں۔ امام شافعیؒ بھی ایک قول کے مطابق اس کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ مالی تعزیر کی تفصیل میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ سنتِ مطہرہ سے بھی اس بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کو حرمِ مدینہ میں شکار کرتے ہوئے پکڑ لے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سامان چھین لینے کی اجازت دی(۱)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے مٹکے توڑ دینے اور اس کے برتن پھاڑ دینے کا حکم بھی دیا(۲)۔ اسی طرح

۱۔ سلیمان بن ابی عبداللہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ ایک شخص حرمِ مدینہ کی حدود میں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا شکار کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کے کپڑے چھین لیے اور جب اس کے قبیلے والوں نے آ کر آپؓ سے بات کی تو آپؓ نے فرمایا: اس حرم کو حرم کا درجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور فرمایا تھا: ''من أخذ أحداً يصيد فيه فليسلبه ثيابه'' (جو شخص کسی کو اس علاقہ میں شکار کرتے ہوئے پکڑ لے تو اسے چاہیئے کہ اس کے کپڑے چھین لے)۔ چناں چہ جو لقمہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلایا ہے میں تمہیں وہ تو واپس نہیں کرتا البتہ اگر چاہو تو اس کی قیمت ادا کر دیتا ہوں۔ سنن ابوداود: أول كتاب المناسك، باب في تحريم المدينة ۲: ۲۱۷، مسند امام احمد: مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاصؓ ۱: ۱۷۶ میں الفاظ اس طرح ہیں: ''من رأيتموه يصيد فيه شيئاً فله سلبه'' (جسے تم اس حرم میں کچھ شکار کرتے ہوئے دیکھو تو تمہیں اس سے سامان چھیننے کا اختیار ہے)، مسند ابو یعلی: مسند سعد بن أبي وقاص ۲: ۱۳۰، سنن بیہقی: كتاب الحج، باب ماورد في سلب من قطع شجر حرم المدينة أو أصاب فيه صيداً ۷: ۴۴۰ میں بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۔ سنن ترمذی: كتاب البيوع، باب ماجاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك ۳: ۵۸۸، مستدرک حاکم: كتاب الأشربة ۴: ۱۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو زرد رنگ سے رنگے ہوئے دونوں کپڑے پھاڑ دینے کا حکم فرمایا(۱)۔ فتح خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ برتن توڑ دینے کا حکم فرمانا بھی ہے جس میں گدھوں کا گوشت تھا۔ پھر جب لوگوں نے ان سے گوشت نکال کر پھینک دینے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی۔ اس کا واقعہ یوں ہوا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانڈیوں کو گدھوں کے گوشت کے ساتھ جوش مارتے دیکھا تو انہیں توڑنے اور ان کے اندر موجود گوشت کو پھینکنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: کیا اس گوشت کو پھینک کر ہنڈیائیں دھو لینے کی بھی اجازت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم ایسا بھی کر سکتے ہو(۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت ان دونوں طریقوں سے تعزیر جائز تھی کیوں کہ ان کے اس فعل پر شرعی سزا واجب نہیں تھی۔ اسی کی ایک مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد ضرار کو گرانا بھی ہے(۳)۔ موسیٰ علیہ السلام کا اس بچھڑے کو جلا دینا بھی اس کی دلیل ہے جسے ان کی قوم نے معبود بنا لیا تھا(۴)۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محفوظ مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے چوری کرنے والے کو اس کا دوگنا جرمانہ کیا تھا(۵)۔ اسی طرح مالِ غنیمت سے چوری

۱۔ صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر ۳:۱۶۴۷، مصنف عبدالرزاق: کتاب الجامع، باب الخز والعصفر ۱۱:۷۷۔ یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ہے۔

۲۔ صحیح بخاری: کتاب المظالم، باب هل تكسر الدنان التي فيها الخمر أو تخرق ..... ۲:۸۷۶، سنن ابن ماجہ: کتاب الذبائح، باب لحوم الحمر الوحشية ۲:۱۰۶۵، صحیح ابن حبان: کتاب الأطعمة، باب مايجوز أكله ومالايجوز ۱۲:۸۰

۳۔ مستدرک حاکم: کتاب الأهوال ۴:۶۳۸

۴۔ مستدرک حاکم: کتاب التفسير، تفسير سورة طٰه ۲:۴۱۱، میں "فعمد موسىٰ إلى العجل فوضع عليه المبارد فبرده بها" (موسیٰ علیہ السلام بچھڑے کی طرف گئے، اور رتیوں سے اسے رگڑ کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا) کے الفاظ ہیں، مسند ابی یعلی: مسند ابن عباسؓ ۵:۱۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا﴾ [طٰه: ۹۶، ۹۷] کا حوالہ بھی ہے۔

۵۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب اللقطة، باب بسم الله الرحمن الرحيم ۱۰:۱۲۹، سنن دارقطنی: کتاب الحدود والديات وغيره ۳:۱۹۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے کے مال کو جلانا بھی منقول ہے(۱)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجاہد کو مالِ غنیمت سے محروم کر دینے کا حکم بھی فرمایا جس نے امیر کی توہین کی(۲)۔

حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ نے وہ مکان جلا دینے کا حکم دیا جس میں شراب بیچی جارہی تھی(۳)۔زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کا ایک حصہ ضبط کرنے کا حکم بھی اس کی ایک مثال ہے(۴)۔حضرت عثمان بن عفانؓ نے وہ قرآنی نسخے جلا دیئے تھے جو''مصحفِ امام''(اصل نسخہ) کے مطابق نہ تھے(۵)۔حضرت عمرؓ نے سابقہ اقوام کی کتابیں جلا دی تھیں(۶)۔

۱۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے چوری کرنے والے کے مال کو جلانے کا حکم دیا۔سنن ترمذی: کتاب الحدود،باب ماجاء في الغالّ مایصنع به ۴:۶۱،مسند ابی یعلی: مسند عمر بن الخطابؓ ۱:۱۸۰،سنن بیہقی: کتاب السیر باب لایقطع من غل في الغنیمة ولایحرق متاعه ومن قال یحرق ۱۳:۴۰۹۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی یہی عمل منقول ہے۔سنن ابوداود: کتاب الجهاد ۔

۲۔ صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر ،باب استحقاق القاتل سلب القتیل ۳:۱۳۷۳،سنن سعید بن منصور: باب النفل والسلب في الغزو والجهاد ۲:۲۵۹،مسند امام احمد: حدیث عوف بن مالک الأشجعي الأنصاريؓ ۷:۴۱۔

۳۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب المغازی،باب بیع الخمر ۶:۷۷،میں حضرت عمرؓ سے ایسا کرنا منقول ہے۔

۴۔ سنن ابوداؤد: کتاب الزکاة ،باب في زکاة السائمة ۲:۱۰۱،سنن دارمی: کتاب الزکوٰة ، باب لیس في .....من الإبل صدقة ۱:۴۲۴،سنن بیہقی: کتاب الزکوٰة ،باب مایسقط الصدقة عن الماشیة ۵:۵۴۳،سنن نسائی: کتاب الزکوٰة ،باب عقوبة مانع الزکاة ۵:۱۵،مستدرک حاکم: کتاب الزکوٰة ۱:۵۵۴۔

۵۔ صحیح بخاری: کتاب الفضائل،باب جمع المصاحف ۴:۱۹۰۸

۶۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب العلم ۱۱:۲۵۷ میں بروایتِ عروہ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ سنن کی تدوین کا فیصلہ یہ کہہ کر مؤخر کر دیا تھا کہ مجھے گزشتہ اقوام کے کچھ ایسے لوگ یاد آ گئے جنہوں نے کتابیں مرتب کیں اور مکمل طور پر انہی کی طرف متوجہ ہو گئے جب کہ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔اللہ کی قسم میں کتاب اللہ کے ساتھ کسی اور چیز کو خلط ملط نہیں کروں گا۔ خطیب بغدادیؒ نے تقیید العلم: القسم الثاني ،باب وصف العلة في کراهة کتاب الحدیث ، الفصل الأول ۱:۴۹ کے تحت سب سے پہلا عنوان: ''عمر یعدل عن کتب السنن ویحرق الکتب لذلک'' قائم کیا ہے یعنی حضرت عمرؓ نے سنن کی تدوین کا ارادہ ترک کر دیا اور اس کی وجہ سے کتابیں جلا دیں۔اس عنوان کے تحت مؤلف نے سب سے پہلے مصنف عبدالرزاق کی یہی روایت نقل کی ہے۔اس سے کتب کا جلانا بھی واضح نہیں نہ ان کی تعیین واضح ہے۔امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم.....'' میں بھی ''الکتب العجمیة'' جلانے کا ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جب عام لوگوں سے دور الگ رہنے کے لیے حویلی بنوائی تو حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اسے جلانے کے لیے بھیجا اور انہوں نے جا کر اسے جلا دیا(۱)۔

یہ تمام فیصلے صحیح اور اہلِ علم کے ہاں مشہور ہیں۔ اسی طرح کی مزید متعدد مثالیں بھی ملتی ہیں۔

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مالی سزائیں منسوخ ہیں اور اس نقطۂ نظر کو بلا حدود و قیود فقہاءِ مالکیہ اور حنابلہ کی طرف منسوب کر دیتا ہے تو وہ ان دونوں مذاہب کے بارے میں غلط بیانی کرتا ہے۔ اور اگر کسی بھی فقہی مذہب سے تعلق رکھنے والا شخص مالی سزاؤں کے مطلقاً منسوخ ہونے کا قائل ہے تو اس کی بات بے دلیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی گئی جس سے تمام مالی سزاؤں کا عدم جواز ثابت ہوتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرات خلفاءِ راشدین اور اکابرِ صحابہؓ کا ایسی سزاؤں کو بروئے کار لانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم جاری و ساری ہے، منسوخ نہیں۔

عام طور پر ایسی جو صورتیں امام احمدؒ، امام مالکؒ اور ان کے مقلد فقہاء سے منقول ہیں یا اسی طرح کی کچھ روایات امام شافعیؒ سے منقول ہیں تو ان سب کا دارومدار ان احادیث پر ہے جو ان حضرات تک پہنچ سکیں۔ حق یہ ہے کہ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور دیگر فقہاء کے نزدیک مالی سزائیں بھی بدنی سزاؤں کی طرح اپنی موافقِ شرع صورتوں اور خلافِ شرع صورتوں میں منقسم ہیں۔ ان دونوں حضرات کے نزدیک بھی مالی سزا کے مطلقاً منسوخ ہونے کا تصور نہیں ہے۔ ان کے منسوخ ہونے کے دعوے داروں کے پاس قرآن و سنت سے کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ بلا دلیل نصوصِ صحیحہ اور سنتِ ثابتہ کے خلاف عمل کرنے والے بہت سے لوگوں کا یہی طریقۂ کار ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز کے منسوخ ہونے کا محض دعویٰ کر دیتے ہیں اور جب ان سے ناسخ پیش کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا۔ ایک طبقہ ایسا ہے جن کے نزدیک بعض نصوص پر عمل کا متروک ہونا اجماع سے ثابت ہے یا یوں کہیے کہ ان کا گمان ہے کہ ان نصوص پر عمل کا متروک ہونا اجماع سے ثابت ہے اور اجماع نسخ کی دلیل بن سکتا ہے۔

۱۔ مسند احمد: مسند عمر بن الخطابؓ ۱: ۸۸ میں ہے کہ محمد بن مسلمہ اس محل کا دروازہ جلا کر واپس آ گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات بلاشبہ درست ہے کہ اگر اجماع ثابت ہو جائے تو یہ کسی حکم کے منسوخ ہونے کی دلیل بن سکتا ہے کیوں کہ امت کسی گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی مگر کسی نص کے متروک ہونے پر اجماع کے انعقاد کا علم بھی تو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کسی حکم کی ناسخ نص نہ مل جائے۔

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اپنے زعم میں نصوص کے منسوخ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں جب ان کی بات کی تحقیق کی جائے تو اجماع کے انعقاد کے بارے میں ان کا دعویٰ صحیح ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ کئی مسائل ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں تمام اہلِ علم نسخ کے مدعی کے برعکس رائے رکھتے ہیں مگر وہ اپنے مبلغِ علم کی بنا پر علماء کے اقوال سے ہی واقف نہیں ہوتا۔

حقوق اللہ

اسی طرح واجباتِ شرعیہ میں سے جو امور صرف حقوق اللہ شمار ہوتے ہیں ان کی بھی تین قسمیں ہیں: ان میں سے پہلی قسم عبادات ہے جیسے نماز، زکوٰۃ اور روزے۔ ان کی دوسری قسم عقوبات یعنی سزائیں ہے، جو یا تو مقررہ ہوتی ہیں یا صوابدیدی، جبکہ حقوق اللہ کی تیسری قسم کفارات ہے۔ پھر ان واجباتِ شرعیہ کی مزید تقسیم یوں کی جاتی ہے کہ ان میں سے کچھ بدنی ہوتے ہیں، کچھ مالی اور کچھ دونوں سے مرکب۔ چناں چہ عباداتِ بدنیہ کی مثال نماز اور روزہ، مالیہ کی مثال زکوٰۃ اور مرکبہ (بدنیہ، مالیہ) کی مثال حج ہے۔ کفاراتِ مالیہ جیسے کھانا کھلانا، کفاراتِ بدنیہ جیسے روزہ رکھنا اور کفاراتِ مرکبہ جیسے جانور کی قربانی وغیرہ۔ عقوبات میں بدنیہ کی مثال قتل کی سزا اور چور کا ہاتھ کاٹنا، مالیہ کی مثال شراب کے برتن توڑنا اور مرکبہ (بدنیہ، مالیہ) کی مثال محفوظ مقام کے علاوہ کسی کا مال چوری کرنے کی صورت میں کوڑوں کی سزا اور اس چور کو دوگنا جرمانہ کرنا اور اسی طرح کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کا مال لے لینا ہے۔ بدنی عقوبات کبھی تو بطورِ بدلہ ہوتی ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا، اور اس کی مثال چور کا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اور کبھی ان کا نفاذ حفظِ ماتقدم کے طور پر ہوتا ہے جیسے قاتل کو سزا کے طور پر قتل کر دینا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مالی سزاؤں میں سے بھی کچھ برائی کو مٹانے کے لیے ہوتی ہیں۔ بدنی سزاؤں کی طرح ان کی بھی دو قسمیں ہیں جو کہ تلف کر دینا اور تبدیل کر دینا ہیں۔ ان کی ملکیت تبدیل کر دینا بھی اسی میں شامل ہے۔

پہلی قسم ان منکرات کی ہے جو بذاتِ خود برائی ہوتی ہیں یا ان کی کوئی صفت برائی شمار ہوتی ہے۔ ایسی برائی کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے موقع و محل کو تباہ کرنا بھی جائز ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پوجا کی جاتی ہے، ان میں برائی تو ان کی صورت ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ اس کے مواد کو تلف کر دینا بھی جائز ہے، چناں چہ وہ اگر پتھر یا لکڑی وغیرہ سے بنے ہیں تو اس کا توڑنا اور جلانا جائز ہے۔ اسی طرح گانے بجانے اور تماشے کے آلات جیسے ستار (گیتار) وغیرہ تو اکثر فقہاء کے نزدیک ان کا تلف کرنا جائز ہے۔ یہی امام مالکؒ کا نقطۂ نظر ہے اور یہی امام احمدؒ سے منقول دو روایات میں سے ایک ہے۔ یہی حکم شراب کے برتنوں کا ہے کہ انہیں بھی توڑنا یا پھاڑنا جائز ہے۔ اس دُکان کو جلا دینا بھی جائز ہے جس میں شراب فروخت کی جاتی ہو۔ امام احمدؒ بعض فقہاءِ مالکیہ اور دیگر حضرات نے اس کی صراحت کی ہے۔ انہوں نے اسی روایت کو بنیاد بنایا ہے جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے رُوَیشد ثقفی کی دوکان کو جس میں شراب بیچی جاتی تھی جلانے کا حکم دیا اور اسے فرمایا کہ تم تو رُوَیشد (ہدایت یافتہ) نہیں بلکہ فُوَیسِق (بدعمل) ہو(۱)۔

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ نے وہ بستی جلا دینے کا حکم دیا تھا جس میں شراب بیچی جاتی تھی۔ اس روایت کو ابو عبیدہ اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بیچنے کی جگہ بھی برتن ہی کی طرح ہوتی ہے۔ امام احمدؒ، امام مالکؒ اور دیگر فقہاء سے مشہور نقطۂ نظر یہی منقول ہے۔ اسی سے ملتا جلتا یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دودھ میں پانی ڈال کر بیچتے دیکھا تو اس کا دودھ اسی پر انڈیل دیا۔ یہ فیصلہ حضرت عمرؓ سے ثابت ہے(۲)۔

۱۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب المغازی، باب بیع الخمر ۶: ۷۷ میں حضرت عمرؓ سے ایسا کرنا منقول ہے۔

۲۔ حوالہ نہیں مل سکا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو دلیل بنا کر بعض فقہاء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے کی خاطر دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا(۱)۔

کیوں کہ اگر وہ اس میں ملاوٹ کرے گا تو خریدار کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس میں دودھ کی مقدار کتنی ہے۔ اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے اسے ضائع کر دیا تھا۔

اسی کو اصل بنا کر بعض فقہاء نے فتویٰ بھی دیا ہے کہ ان مصنوعات کو تلف کر دینا جائز ہے جن کی تیاری میں ملاوٹ کی گئی ہو۔ مثال کے طور پر اگر کپڑے کی بُنائی میں ردی مال استعمال کیا گیا ہو تو اسے پھاڑنا یا جلا دینا جائز ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب ریشم کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تھا تو اسے پھاڑ دیا تھا۔ جب حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا کہ آپؓ نے تو بچے کو ڈرا دیا تو آپؓ نے فرمایا: آپؓ بچوں کو ریشم نہ پہنایا کریں(۲)۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنا زرد رنگ والا کپڑا جلا دیا تھا(۳)۔ بدن کے ان اعضاء کا تلف کرنا جن سے معصیت کا ارتکاب ہوا ہے، بھی اسی مقصد کے لیے ہے چناں چہ چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور راہزن کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹا جاتا ہے۔

برائی کے آلہ کو تلف کرنے کا مقصد اسے دوبارہ ارتکابِ جرم سے روکنا بھی ہے مگر یہ سزا ہر حال میں ضروری نہیں ہے۔ اگر محلِ برائی میں بذاتِ خود کوئی خرابی نہ ہو تو اسے باقی رکھنا بھی جائز

۱۔ الضعفاء الکبیر: ابوجعفر عقیلی ۴:۲۰۵ بروایتِ معمر بن عبداللہ تمیمی (مرفوعاً)، شعب الایمان: الخامس والثلاثون .....، باب في الأمانات ومایجب من أدائها ۴:۳۳۳ بروایتِ ابوہریرہؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت میں صفوان بن سلیمؒ نے نقل کیا ہے کہ ان کا گزر ایک شخص پر ہوا جو دودھ میں پانی ملا کر بیچ رہا تھا تو آپؐ نے اس سے فرمایا: اگر قیامت کے دن تجھے یہ حکم دیا گیا کہ پانی کو دودھ سے علیحدہ کر دو تو تم کیا کرو گے؟

۲۔ مصنف عبدالرزاق: کتاب الجامع، باب شهرة الثياب ۱۱:۸۰ میں اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہے مگر وہاں حضرت زبیرؓ یا ان کے صاحبزادے کا ذکر نہیں۔

۳۔ صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر ۳:۱۶۴۷، مصنف عبدالرزاق: کتاب الجامع، باب الخز والعصفر ۱۱:۷۷۔ یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ یا تو اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دیا جائے یا صدقہ کروا دیا جائے۔

اصول کی بنیاد پر علماء کی ایک جماعت نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر روٹی بناتے وقت یا سالن بھونتے وقت اس میں پہلے سے پڑی روٹی یا ایسے کھانے کی ملاوٹ کر دی جائے جو اس میں خلط ملط ہو کر پک جائے یا پکے ہوئے کھانے کے اندر کم معیار کا کھانا ملا کر گاہکوں کے سامنے یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ اعلیٰ قسم کا کھانا ہے تو اس صورت میں یہ کھانا فقراء میں تقسیم کر دیا جائے گا اور یہی اس کا تلف کرنا شمار ہوگا۔

جب حضرت عمرؓ نے وہ دودھ گرا دیا تھا جسے بیچنے کی خاطر اس میں پانی ملایا گیا تھا تو ایسی چیز کو صدقہ کر دینا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا کیوں کہ اس سے ملاوٹ کرنے والے کو سزا دینے اور آئندہ کے لیے تنبیہ کرنے کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور فقراء کا بھی بھلا ہو جاتا ہے۔ یہ صورت اسے تلف کر دینے سے زیادہ مفید ہے۔ حضرت عمرؓ کے اسے تلف کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپؓ لوگوں کی ضروریات سرکاری عطیات کے ذریعے پوری کیے رکھتے تھے جس کی وجہ سے مدینہ میں فقراء یا تو بہت کم تھے یا سرے سے تھے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کی ایک جماعت نے ملاوٹ شدہ چیز صدقہ کرنے کو جائز کہا ہے جب کہ اسے ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ مدونہ میں امام مالک بن انسؒ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ ملاوٹ شدہ دودھ کو اس کے مالک کی تادیب کی خاطر زمین پر گرا دیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ نے ایسا کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ ان کے نزدیک اسے صدقہ کر دینا چاہیے۔ اب یہ مسئلہ کہ قلیل مال ہو تب بھی اسے صدقہ کر دیا جائے یا نہیں تو اس بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں:

اشہبؒ نے امام مالکؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ مالی سزائیں سرے سے جائز ہی نہیں۔ آپؒ کا کہنا ہے کہ گناہ کوئی بھی ہو اس کی بنا پر کسی انسان کے مال میں تصرف جائز نہیں ہو جاتا اگرچہ اس نے کسی کو قتل ہی کر دیا ہو لیکن امام مالکؒ کا پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے۔ آپؒ نے ہی تو ملاوٹ شدہ دودھ صدقہ کر دینے کو بہتر سمجھا ہے۔ اس سے ملاوٹ کرنے والوں کو سزا بھی ہو جاتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس کے لیے تو وہ تلف ہی ہو جاتا ہے اور مساکین کو دینے سے ان کا بھلا بھی ہو جاتا ہے، اس لیے اسے گرانا نہیں چاہیے۔ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ زعفران اور کستوری میں ملاوٹ کے بارے میں آپؒ کی کیا رائے ہے تو آپؒ نے جواب دیا: اگر ان میں بھی ملاوٹ ہوئی ہو تو جو حکم دودھ کا ہے وہی اس کا بھی ہے۔ ابنِ قاسمؒ کہتے ہیں: یہ حکم اس وقت ہے جب چیز کی مقدار قلیل ہو اور اگر کسی کا مال بڑی مقدار میں ملاوٹ شدہ پایا جائے تو میرے خیال میں اس کا حکم یہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے مالک کو اور سزا دی جائے گی کیوں کہ یہی حکم زیادہ مقدار پر بھی نافذ کر کے اسے صدقہ کیا جائے تو اس میں لوگوں کے بہت سے اموال چلے جائیں گے۔

بعض مشائخ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نقطۂ نظر کے مطابق کم یا زیادہ مقدار کا کوئی فرق نہیں دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ امام مالکؒ نے زعفران، دودھ اور کستوری کو برابر قرار دیا ہے خواہ ان کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ ابن قاسمؒ کو اس رائے سے اختلاف ہے۔ ان کی رائے میں صرف وہ مال صدقہ کیا جائے گا جو مقدار میں کم ہو، اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب فروخت کرنے والے نے اس میں خود ملاوٹ کی ہو۔ اگر کسی شخص کے پاس پہلے سے ملاوٹ شدہ مال پایا گیا جس میں ملاوٹ کرنے والا وہ خود نہیں بلکہ اس نے اسی طرح اسے خریدا یا اسے اسی طرح کسی کی طرف سے دیا گیا یا اسی حالت میں وراثت میں ملا تو اس میں سے بالاتفاق کوئی چیز صدقہ نہیں کی جائے گی۔

جن علماء نے ملاوٹ شدہ کپڑے تلف کرنے کا فتویٰ دیا ہے ان میں سے ابن قطانؒ بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ردی مواد سے بنے ہوئے کمبلوں کو آگ سے جلا دینا چاہیے۔ ابن عتابؒ کہتے ہیں کہ انہیں صدقہ کر دیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر ایک مرتبہ صدقہ کر دینے کے بعد بھی ان کے مالک اس کاروبار سے باز نہ آئیں تو ان لحافوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ ابن قطانؒ نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا، وہ کہتے ہیں کسی مسلمان کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر اس قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ قاضی ابوالاصبغ کہتے ہیں: اس سے ابن قطانؒ کے جواب میں اضطراب اور ان کے قول میں تناقض ثابت ہوتا ہے کیوں کہ کمبلوں کے بارے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ انہیں آگ سے جلا دیا جائے۔ یہ سزا روٹیوں کو مساکین میں تقسیم کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ یہاں ابن عتابؒ کا موقف زیادہ مضبوط اور ان کے اصول سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

اگر افسرِ مجاز ملاوٹ کرنے والے کو اس کا مال صدقہ کرنے یا تلف کرنے کی سزا نہ دینا چاہے تو اس ملاوٹ کا نقصان لوگوں تک پہنچنے کی روک تھام ضرور کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یا تو اس مال سے ملاوٹ کو دور کیا جائے یا ملاوٹ والا مال کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے جسے معلوم ہو کہ اس میں ملاوٹ ہے اور یہ بھی یقین ہو کہ وہ اسے دھوکے سے کسی اور کے ہاتھ فروخت نہیں کرے گا۔

عبدالملک بن حبیبؒ کہتے ہیں: میں نے مطرفؒ اور ابن ماجشونؒ سے سوال کیا کہ اشہبؒ کی روایت کے مطابق تو ہمیں ملاوٹ شدہ چیز صدقہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ دونوں حضرات کے نزدیک اس شخص کے بارے میں صحیح حکم کیا ہے جو ملاوٹ کرے یا کم تول کر بیچے؟ ان دونوں حضرات نے جواب دیا: ایسے شخص کو جسمانی سزا دی جائے، قید کیا جائے اور بازار سے نکال دیا جائے اور اگر ملاوٹ شدہ روٹی یا دودھ کی مقدار زیادہ ہو یا کستوری اور زعفران میں ملاوٹ کی گئی ہو تو انہیں نہ تقسیم کیا جائے نہ ضبط کیا جائے۔ عبدالملک بن حبیبؒ کہتے ہیں: حاکمِ مجاز وہ مال اصل مالک کے حوالے نہ کرے بلکہ اس کی فروخت کے لیے کسی امانت دار شخص کو مقرر کرے جس سے اس کی فروخت میں دھوکے کا خطرہ نہ ہو۔ اگر ملاوٹ شدہ روٹیاں کثیر مقدار میں ہوں تو ان کے ٹکڑے کر کے مالک کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر ملاوٹ شہد یا گھی یا دودھ میں ہوئی ہو تو وہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دیے جائیں جو انہیں اسی حال میں استعمال کر لے اور اس کے ہاتھ بیچتے وقت اسے ملاوٹ کے بارے میں بتا دیا جائے۔ تمام اموالِ تجارت میں یہی اصول نافذ العمل ہوگا۔ ابن حبیبؒ کہتے ہیں: یہ مسائل وہ ہیں جن کی وضاحت بعض مالکی اور غیر مالکی فقہاء نے میری درخواست پر کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:٦

اشیاء کی ہیئت تبدیل کرنا

جہاں تک اشیاء کی ہیئت تبدیل کرنے کا تعلق ہے تو جیسا کہ امام ابوداودؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں رائج سکوں کو توڑنے سے منع فرمایا(۱)، اِلّا یہ کہ کوئی شدید ضرورت پیش آجائے(۲)، چناں چہ اگر رائج الوقت دراہم اور دنانیر کو نہ توڑنے کی صورت میں کسی کا نقصان ہو تو انہیں توڑنا جائز ہے۔ دوسری طرف مجسم اور غیر مجسم تصاویر کی شکل تبدیل کرنے کا حکم ہے، اِلّا یہ کہ وہ پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہوں۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أتاني جبريل فقال إني أتيتك الليلة فلم يمنعني أن أدخل عليك البيت إلا أنه كان في البيت تمثال رجلٍ، وكان في البيت قرامُ سترٍ فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فأمر برأس التمثال الذي في البيت يُقطع فيصير كهيئة الشجرة وأمر بالستر يُقطع فيُجعل في

۱۔ چوں کہ سکّے سونے اور چاندی سے بنائے جاتے تھے اور ان کے بنانے میں محنت بھی خاصی صرف ہوتی تھی لہٰذا انہیں توڑنے میں محنت کا ضیاع بھی تھا اور سونے یا چاندی کی کچھ نہ کچھ مقدار کم ہو جانے کا اندیشہ بھی اس لیے بنائے ہوئے سکے بلاضرورت توڑنے کو ناپسند کیا گیا۔

۲۔ سنن ابی داؤد: كتاب الإمارة ،باب في كسر الدراهم ۳:۲۷۱،مسند امام احمدؒ:مسند عبدالله المزني رضي الله عنه ۴:۴۳۱،سنن بیہقی: كتاب البيوع،باب ماجاء في النهي عن كسر الدراهم والدنانير ۸:۳۶۱،سنن ابن ماجہ: كتاب التجارات، باب النهي عن كسر الدراهم والدنانير ۲:۷۶۱،مستدرک حاکم: كتاب البيوع ۲:۳۶،شعب الإيمان :الخامس عشر من شعب الإيمان ،باب في تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم ، فصل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ۲:۲۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسادتين منتبزتين يوطآن وأمر بالكلب يُخرج ففعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإذا الكلب جرو كان للحسن والحسين تحت نضيد لهم (۱)۔

میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: میں آج رات آپ کے پاس آیا تھا مگر آپ کے دولت کدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے نہ آسکا کہ وہاں ایک آدمی کا مجسمہ تھا، اور ایک اونی پردہ تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں اور اسی گھر میں ایک کتا بھی تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجسمے کا سر کاٹ دیا جائے تا کہ وہ درخت کی طرح نظر آئے اور پردے کے ٹکڑے کر کے ان سے دو گدے بھر دیئے جائیں جو فرش پر پڑے رہا کریں تا کہ لوگ ان پر پاؤں رکھ کر گزرتے رہا کریں اور وہاں جو کتا ہے اسے نکال دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ جس کتے کا ذکر ہوا وہ ایک پلا (کتے کا بچہ) تھا جسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے پالا ہوا تھا اور وہ انہی کے تخت کے نیچے تھا۔ اس حدیث کو امام احمدؒ، ابوداودؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

ایسی کوئی بھی چیز جو بذاتِ خود حرام ہو یا حرام مواد سے بنی ہو اسے ختم یا تبدیل کرنا تو سب مسلمانوں کے نزدیک بالاتفاق ضروری ہے جیسے شراب کو گرا دینا، فضولیات میں استعمال ہونے والے آلات کا توڑ دینا اور تصویروں کو توڑ دینا وغیرہ البتہ ان محرمات کے ظرف یا مقام کو تلف کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح تو یہی ہے کہ جرم مٹانے کے ضمن میں اسے تلف کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ کتاب وسنت اور اجماعِ سلف سے ثابت ہے۔ یہی امام مالکؒ، امام احمدؒ اور دیگر کئی فقہاء کا ظاہر نقطۂ نظر ہے۔

۱۔ سنن ابوداود: کتاب اللباس، باب في الصور ۴:۷۴، سنن ترمذی: کتاب الأدب، باب ماجاء أن الملائكة لاتدخل بيتاً فيه صورة ۵:۱۱۵، مسند امام احمد: مسند أبي هريرةؓ ۲:۵۸۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مسئلہ بھی ثابت ہے کہ کھانے پینے کی ہر وہ چیز حرام ہے جس سے نشہ ہو۔ کھجور کی شراب، جو یا گندم کی شراب اور بھنگ وغیرہ سب اسی میں داخل ہیں۔

جہاں تک کسی کا مال کسی دوسرے شخص کو دے دینے کا تعلق ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے معلوم ہوتا ہے۔ امام ابوداودؒ اور دیگر مؤلفین سنن نے نقل کیا ہے کہ جو شخص درختوں کے ساتھ لٹکتے پھل کھلیانوں میں جانے سے پہلے ہی چوری کر لیتا ہے، اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیراً کوڑے لگانے کا فیصلہ فرمایا اور اسے دوگنا جرمانہ بھی کیا(۱)۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باڑے سے باہر پھرتے جانور چوری کرنے والے کو بھی کوڑوں اور دوگنا جرمانہ کی سزا دی(۲)۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اس شخص کو بھی دوگنا جرمانہ کیا جس نے گم شدہ اونٹ چھپایا ہوا تھا۔ امام احمدؒ اور دیگر متعدد فقہاء کی بھی یہی رائے ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بھوکے غلام ایک دیہاتی کی اونٹنی لے گئے تو آپؓ نے ان کے مالک کو دوگنا جرمانہ کیا اور اس پر حد جاری نہیں فرمائی۔ حضرت عثمانؓ نے ذمی کے قاتل مسلمان سے پوری دیت وصول کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ دراصل ذمی کی دیت مسلمان سے نصف ہے اسی کو دوگنا کرنے سے اس پر پوری دیت لازم آئی۔ اسی اصول کو امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد: کتاب اللقطة ۲:۱۳۶، کتاب الحدود، باب مالا قطع فیه ۴:۱۳۷، سنن نسائی: کتاب قطع السارق، باب التمر یسرق بعد أن یؤویه الجرین ۸:۸۵، سنن ابن ماجہ: کتاب الحدود، باب من سرق من الحرز ۲:۸۶۵۔ اکثر روایات میں یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص حاجت مندی کی بنا پر اپنے منہ سے کوئی پھل توڑ لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ جھولی نہ بھر لے۔ اس کے علاوہ چوری کیے ہوئے مال کی قیمت اگر ایک کمان کے برابر ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ مذکورہ تعزیری سزا ہوگی۔

۲۔ سنن نسائی: کتاب قطع السارق، باب التمر یسرق بعد أن یؤویه الجرین ۸:۸۵، سنن ابن ماجہ: کتاب الحدود، باب من سرق من الحرز ۲:۸۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: ۷

جزا وسزا کا شرعی معیار

اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی شریعت دونوں میں جزا وسزا کا تعین عمل کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ اسی عدل کا حصہ ہے جس کے باعث زمین وآسمان کا وجود برقرار ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا﴾ [النساء ۴: ۱۴۹] (اگر تم لوگ کھلم کھلا بھلائی کرتے رہو یا چھپا کر کرتے رہو یا برائی سے درگزر کر دیا کرو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا، صاحب قدرت ہے) اور فرمایا: ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [النور ۲۴: ۲۲] (ان کو چاہیے کہ معاف کر دیا کریں اور درگزر کیا کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَن لا يَرحَم لا يُرحَم(۱)۔

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

إنّ اللّٰه وِتْرٌ يُحِب الوِتر(۲)۔

اللہ تعالیٰ خود طاق ہے اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔

نیز فرمایا: إن اللّٰه جَميل يُحب الجمال(۳)۔

اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے اور خوب صورت کو پسند فرماتا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته.....۵: ۲۲۳۵

۲۔ صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب أسماء الله وفضل من أحصاها ۴: ۲۰۶۲

۳۔ صحیح مسلم: کتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه ۱: ۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ارشادِ نبوی یہ بھی ہے:

إن اللّٰه طيّب لا يقبل إلا طيبًا(۱)۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا:

إن اللّٰه نظيف يُحب النظافة''(۲)۔

اللہ تعالیٰ نظیف ہے اور نظافت کو ہی پسند کرتا ہے۔

اسی اصول کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے چوری کرنے والے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم دیا اور راہ زنی کرنے والے کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے کا قانون بنایا اور اسی طرح جانی نقصان، مالی نقصان اور زخموں کے قصاص کا قاعدہ مقرر فرمایا۔ اگر سزا بھی اسی نوعیت کی ہو سکے جس نوعیت کا جرم ہے تو شریعت کا اصل منشا یہی ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے جھوٹی گواہی دینے والے کو اُلٹا کر کے سواری پر سوار کرنے اور اس کا چہرہ سیاہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ چوں کہ اس نے بات کو الٹا کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کے چہرے کو الٹا کر دیا اور اس نے جھوٹ بول کر اپنا منہ کالا کیا تو آپؓ نے اس کے چہرے پر سیاہی لگا کر اس کا منہ کالا کر دیا۔ حنابلہ کی ایک جماعت اور بعض دیگر فقہاء نے بھی جھوٹی گواہی دینے والے کی یہی سزا مقرر فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾[بنی اسرائیل ۱۷: ۷۲] (اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت دور ہوگا) اور

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا . قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا. قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾[طٰہٰ ۲۰: ۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶] (اور جو میری نصیحت

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها ۲: ۷۰۳

۲۔ سنن ترمذی: کتاب الأدب، باب ماجاء في النظافة ۵: ۱۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا، میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ایسا ہی چاہیے تھا۔ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے) کا منشاء بھی یہی ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

الجبارون والمتكبرون على صور الذر يطؤهم الناس بأرجلهم فقهم لما أذلوا عباد الله أذلهم الله لعباده كما أن من تواضع لله رفعه الله فجعل العباد متواضعين له(۱)۔

سرکش اور متکبر لوگ چیونٹیوں کی صورت میں ہوں گے جنہیں لوگ اپنے پاؤں سے روندرہے ہوں گے۔ انہوں نے جب اللہ کے بندوں کو ذلیل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے بندوں کے سامنے ذلیل کر دیا۔ اس کے برعکس جب کوئی شخص اللہ کی خاطر عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے سامنے انکساری کی توفیق دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اور ہمارے تمام مومن بھائیوں کی اصلاح فرمائے۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں سیدنا محمد پر اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔

۱۔ من تواضع لله رفعه الله مشہور حدیث ہے جسے امام ابن حبان، احمد، ابو یعلیٰ، بزار، طبرانی اور بیہقی وغیرہ بہت سے ائمۂ حدیث نے نقل کیا ہے۔ شعب الایمان: السابع والخمسون من شعب الإيمان، باب في حسن الخلق، فصل في التواضع وترك الزهو.....۶:۲۸۸ میں حضرت کعبؒ کا قول منقول ہے: "يحشر المتكبرون يوم القيامة رجالاً في صور الذر، يغشاهم الذل من كل مكان" (متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیوں کی شکل کے انسان بنا کر جمع کیا جائے گا اور ان پر ہر طرف سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی)، الکامل في الضعفاء ۳:۱۱۶ میں ابو سعید حسن بن دینار تمیمی کے تعارف میں حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کی روایت سے جو حدیث مرفوعاً منقول ہے وہ اکثر پہلوؤں سے اس حدیث کے ہم معنی ہے جو یہاں متن میں مذکور ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۸

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مفہوم اور حدود

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی دین ہے جس کی تفصیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام کچھ خبر کی صورت میں ہے اور کچھ انشاء کی صورت میں (۱)۔ خبر وہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں اور اپنی مخلوق کے بارے میں بتایا جیسا کہ توحید اور وہ واقعات جن کے ضمن میں وعدے اور وعیدیں آجاتے ہیں جب کہ انشاء: امر، نہی اور اباحت (جواز) پر مشتمل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [الإخلاص ۱۱۲:۱] (کہہ دیجیے اللہ ایک ہے) کے بارے میں جو منقول ہے کہ وہ ایک تہائی قرآن ہے (۲)، اسی وجہ سے ہے کہ یہ ایک تہائی توحید پر مشتمل ہے کیوں کہ اس کے مضامین میں قصص کا اسلوب بھی ہے، توحید بھی ہے اور امر بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ [الأعراف ۷:۱۵۷] (وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں، پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں)۔ آپ کے کمالِ رسالت کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جن کی زبانِ مبارک سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر معروف کا حکم دلوایا ہر منکر سے منع فرمایا۔ اسی زبانِ مبارک سے ہر پاکیزہ چیز کو

۱۔ خبر سے مراد پہلے سے موجود حقائق، واقعات اور حالات کے بارے میں بتانا جب کہ انشاء سے مراد اوامر، نواہی اور نصائح وغیرہ کی صورت میں کچھ کام کرنے کی دعوت اور دیگر کچھ کام کرنے سے منع کرنا ہے

۲۔ صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾.....۴:۱۹۱۵، صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ۱:۵۵۶، سنن ابوداود: کتاب الصلاة، باب في سورة الصمد ۲:۷۲، سنن ترمذی: کتاب الحج، باب ماجاء في عمرة رمضان ۳:۲۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال اور ہر ردّی چیز کو حرام قرار دلوایا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق (۱)۔

بلاشبہ مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اَخلاقِ کریمہ کی تکمیل کردوں۔

ایک اور حدیث میں جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے نقل کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

مَثَلي ومثل الأنبياء كمثل رجل بنى دارًا فأتمها وأكملها إلا موضع لبِنَةٍ، فكان الناس يطيفون بها ويعجَبون من حسنها ويقولون لولا موضِع اللَّبِنة فأنا تلكَ اللبِنَة (۲)۔

میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا۔ اس نے یوں تو اسے ہر طرح سے مکمل کرلیا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ اب لوگ اس کے آس پاس گھوم کر اس گھر کو دیکھتے تھے تو اس کے حسن و جمال سے حیران ہوتے تھے اور کہتے تھے: کاش اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔ اب میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی تکمیل ہوئی جو ہر قسم کے امر بالمعروف، نہی عن المنکر، ہر پاکیزہ چیز کی حلت اور ردّی چیزوں کی حرمت کے احکام پر مشتمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو رسول تشریف لاتے رہے ان کی امتوں پر بعض اوقات کچھ طیّبات کو بھی حرام کردیا جاتا تھا جیسا کہ

۱۔ مستدرک حاکم: کتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، باب ومن كتاب آيات رسول الله عليه وسلم التي هي دلائل النبوة ۲:۶۷۰، سنن بیہقی: كتاب الشهادات، باب بيان مكارم الأخلاق ومعاليها.....۱۰:۳۲۵

۲۔ صحیح بخاری: كتاب المناقب، باب خاتم النبيين ۳:۱۳۰۰، صحیح مسلم: كتاب الفضائل، باب كونه خاتم النبيين ۴:۱۷۹۰ اور دیگر کتب حدیث میں یہ روایت مختلف الفاظ سے منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ﴾ [النساء ۴: ۱۶۰] (تو ہم نے یہودیوں کے ظلم کے سبب بہت سی پاکیزہ چیزیں بھی ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان پر حلال تھیں)۔ اور بعض دفعہ ناپاک چیزیں ان میں بلا حرمت جاری رہتی تھیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ﴾ [آل عمران ۳: ۹۳] (بنی اسرائیل کے لیے تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں بجز ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر دی تھیں)۔

خبائث کی حرمت نہی عن المنکر کے مفہوم میں شامل ہے اور طیبات کی حلت امر بالمعروف میں آتی ہے کیوں کہ طیبات کو حرام قرار دینا ان امور میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح تمام معروفات کا حکم دینا اور تمام منکرات سے روکنا بھی ان امور میں سے ہے جن کی تکمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعے ہوئی جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام مکارمِ اخلاق کی تکمیل فرمائی جو کہ معروف کے ضمن میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدۃ ۵: ۳] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا)۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین کو مکمل فرما دیا ہے اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور اسلام کو ہمارے لیے دین پسند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی بھی وہی صفت بیان فرمائی ہے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی چناں چہ ارشاد فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [آل عمران ۳: ۱۱۰] (تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔ اور فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾[التوبة ۹ :۷۱](اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں)۔اسی لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: تم سب لوگوں میں سے ان کے حق میں سب سے بہتر ہو۔تم انہیں بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر لاتے ہو تا کہ انہیں جنت میں داخل کردو(۱)۔چناں چہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ یہ امت سب امتوں میں بہتر ہے۔یہ لوگوں کے حق میں سب سے زیادہ نفع رساں اور ان کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے ہیں۔انہوں نے ہی معیار اور مقدار دونوں کے لحاظ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل کی ہے کیوں کہ انہوں نے ہر ایک بھلائی کی طرف دعوت دی، ہر ایک برائی سے روکا اور اپنے مال و جان لگا کر اللہ کے راستے میں جہاد کے ذریعے اس کا نفاذ ممکن بنایا اور یہ مخلوق کی نفع رسانی کا درجۂ کمال ہے۔

امم سابقہ نہ تو ہر ایک کو ہر نیکی کی طرف دعوت دینے پر مامور تھیں، نہ انہوں نے ہر ایک کو ہر برائی سے روکا اور نہ ہی اس کے نفاذ کے لیے جہاد کیا، بلکہ ان میں سے بعض اقوام تو ایسی بھی ہیں جنہوں نے سرے سے جہاد کیا ہی نہیں۔جن اقوام سابقہ نے جہاد کیا جیسا کہ بنی اسرائیل، تو ان کا زیادہ تر جہاد اپنے وطن کے دفاع کے لیے تھا جیسا کہ عام طور پر ظالم حملہ آوروں سے جنگ کی جاتی ہے۔ان کی یہ لڑائی مجاہدین کی طرح دعوت کی خاطر نہیں تھی، نہ ان کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اپنی قوم کو درج ذیل خطاب سے معلوم ہوتا ہے: ﴿يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ . قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا، فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ. قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ، فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ، وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن

۱۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ ۴: ۱۶۶۰ میں اس کے آخری الفاظ: ''تا کہ تم انہیں جنت میں داخل کردو'' کی بجائے: ''یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں'' ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنتُم مُّؤْمِنِينَ. قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَٰهُنَا قَاعِدُونَ ﴾[المائدۃ ۵:۲۱.....۲۴] (اے میری قوم! اس زمینِ مقدس میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور پچھلے پیروں واپس نہ ہو ورنہ بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ وہ بولے: اے موسیٰ! اس سرزمین پر تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں۔ ہم تو وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں۔ البتہ وہ اگر وہاں سے نکل جائیں تو ہم بے شک داخل ہونے کو تیار ہیں۔ اس پر وہ دو آدمی بولے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے اور ان دونوں پر اللہ کا فضل تھا: تم ان پر چڑھائی کر کے شہر کے دروازے تک تو چلو۔ سو جس وقت تم دروازے میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ بولے: اے موسیٰ! ہم ہرگز وہاں کبھی بھی نہ داخل ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ تم اور تمہارا خدا لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے)۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَث لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا؟ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ﴾[البقرۃ ۲:۲۴۶] (کیا تجھے خبر نہیں موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کی جب کہ ان لوگوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لیے ایک امیر مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں۔ نبی (علیہ السلام) نے فرمایا: کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو تم قتال نہ کرو؟ وہ بولے: بھلا ہمارے لیے کونسا ایسا سبب ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں نہ لڑیں حالاں کہ ہم اپنے وطن سے نکال دیئے گئے اور بال بچوں سے جدا کر دیئے گئے)۔ چناں چہ انہوں نے اپنے قتال کا سبب یہ بتایا کہ انہیں وطن سے نکال دیا گیا تھا اور بال بچوں سے جدا کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود بھی انہیں جس بات کا حکم دیا گیا اس سے بزدلی دکھا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لیے مالِ غنیمت بھی حلال نہ کیا گیا اور وہ اپنی لونڈیوں سے تعلقاتِ زوجیت بھی قائم نہیں کر سکتے تھے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ ہم سے پہلے تمام امتوں میں سے عظیم تر امت بنی اسرائیل کی تھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ صحیحین کی متفقہ حدیث میں منقول ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ایک دِن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

عُرِضَت علی الأمم فجعل یمرّ النبي ومعه الرجل والنبي معه الرجلان والنبي معه الرهط والنبي لیس معه أحد ورأیت سوادًا کثیرًا سَدَّ الأُفُقَ فَرَجَوتُ أن یکون أمتي فقیل هذا موسٰی وقومه، ثم قیل لي: أنظر! فرأیت سوادًا کثیرًا سَدَّ الأفقَ، فقیل لي: أنظر هٰکذا وهٰکذا، فرأیت سوادًا کثیرًا سَدَّ الأفقَ، فقِیل: هٰؤلاء أمتک ومع هٰؤلاء سبعون ألفًا یدخلون الجنة بغیر حساب، فتفرق الناس ولم یبیّن لهم. فتذاکر أصحاب النبي صلی اللہ علیه وسلم فقالوا: أما نحن فَوُلِدْنَا في الشرک ولکنا آمنا باللّٰه ورسوله، ولکن هٰؤلاء أبناؤنا فبلغ النبيَّ صلی اللہ علیه وسلم فقال: هم الذین لا یتطیرون ولا یکتوون ولا یسترقُونَ وعلٰی ربهم یتوکلون، فقام عکاشة بن محصن فقال: أمِنْهُمْ أنَا یا رسول اللّٰه؟ قال نعم! فقام آخر فقال: أمنهم أنا؟ فقال سبقک بها عکاشة (۱)۔

میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں تو میں نے دیکھا کہ کوئی نبی گزرا تو اس کے ساتھ ایک امتی تھا، کوئی گزرا تو اس کے ساتھ دو آدمی تھے، کسی کے ساتھ ایک جماعت تھی اور کسی کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ اسی دوران مجھے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نظر آئی جن سے فضا پُر تھی میرے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ میری امت ہو مگر

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الطب، باب من لم یرق ۵: ۲۱۷۰، مسند احمدؒ، مسند عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلبؓ ۱: ۲۴۷، شعب الایمان: الثالث عشر من شعب الإیمان، باب التوکل باللہ عز وجل ۲: ۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اب دیکھیں! جب میں نے نظر اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جس نے فضاؤں کو بھر دیا ہے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اِدھر بھی دیکھیں!، اُدھر بھی دیکھیں! مجھے ہر طرف لوگوں کا سیلاب نظر آیا جس نے ہر طرف سے اُفق کو بھر دیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ بھی ہیں جو حساب کتاب کے بغیر جنّت میں داخل ہوں گے۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی مزید وضاحت نہیں فرمائی۔ صحابۂ کرام اس بات کا آپس میں تذکرہ کرتے رہے۔ انہوں نے کہا: ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تو لائے ہیں مگر ہماری پیدائش تو شرک کے ماحول میں ہوئی تھی۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستر ہزار لوگ ہماری اولاد میں سے ہوں گے۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو فال نہیں نکالتے، جسم پر داغ نہیں لگاتے، منتروں پر یقین نہیں رکھتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ عکاشہ بن محصنؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔

اسی بنا پر اس امت کا اجماع حجتِ شرعی قرار پایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ یہ ہر بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور ہر برائی سے روکتے ہیں۔ اب اگر یہ سب کسی حرام کو حلال کرنے، کسی واجب کو ساقط کرنے، حلال کو حرام کرنے یا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں سے کسی سے جھوٹی بات منسوب کرنے پر متفق ہو جائیں تو ان کی صفت تبدیل ہو کر امر بالمنکر اور نہی عن المعروف کرنے والے بن جائے گی اور معروف اچھی بات اور عملِ صالح کو کہا جاتا ہے۔ مگر [ایسا ہونا ممکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیوں کہ] آیت کریمہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس کی طرف امت دعوت نہ دے وہ معروف ہی نہیں اور جس سے امت نہ روکے وہ منکر ہی نہیں۔ جب اس کی صفت یہ ہے کہ وہ ہر معروف کی طرف بلانے والی اور ہر منکر سے روکنے والی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری امت مل کر منکر کی طرف دعوت دینا شروع کر دے یا معروف سے روکنے لگے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شرعی حکم

اللہ تعالیٰ نے جیسے یہ بتایا کہ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی ہے، اسی طرح یہ تعیین بھی فرما دیا کہ یہ عمل ان کے لیے فرضِ کفایہ ہے، چناں چہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران ۳:۱۰۴] (اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے۔ اور پورے کامیاب یہی لوگ ہیں)۔

داعی کا دائرۂ کار

اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری اس امت پر ڈالی ہے اس کے پورا ہونے کی یہ شرط نہیں کہ نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا دنیا بھر کے ہر فرد تک اپنا پیغام پہنچائے۔ یہ معیار خود تبلیغِ رسالت کے لیے شرط نہیں تو اس کے ایک ذیلی عمل کے لیے کیسے ہو سکتا ہے؟ داعی کی ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ مکلفین کو ان اوامر و نواہی تک پہنچنے کی سہولت مہیا کر دیں۔ پھر اگر وہ داعی کی طرف سے اپنی ذمہ داری پوری کر دینے کے باوجود کوتاہی کرتے ہیں اور اس تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے تو کوتاہی انہی کی ہوگی نہ کہ داعی کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی یہ ذمہ داری ہر شخص پر فرضِ عین ہے بھی نہیں بلکہ یہ ایک فرضِ کفایہ ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں قرآنِ مجید نے رہنمائی فرمادی ہے۔

چوں کہ جہاد اس عمل کا تکمیلی حصہ ہے اس لیے اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔ اب اگر جہاد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے مقرر لوگ اس کو کما حقہ ادا نہیں کر رہے ہیں تو ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق گناہ ہوگا کیوں کہ یہ ہر انسان پر اس کی صلاحیت کے مطابق فرض ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَن رأى منكم مُنكرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِه، فَان لم يستطع فبلسانِه فإن لمْ يستطِع فبِقَلبِه وذلك أضعف الإيمان (۱)۔

تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیئے کہ وہ اسے ہاتھ سے روک دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دِل سے اسے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

جب معاملہ ایسا ہے تو معلوم ہو گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس کی تکمیل جہاد سے ہوتی ہے، یہی عظیم ترین نیکی ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اسی کی تاکید کے لیے ایک محاورہ بھی مشہور ہے: ''لیکن أمرک بالمعروف ونهيک عن المنكر غير منكر'' (تمہارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس درجے کا ہو کہ خود منکر کے زمرے میں نہ آجائے)۔

دعوتی عمل اور جہاد کا اصلاحی کردار

چوں کہ یہ عمل عظیم ترین فرائض اور محبوب ترین اعمال میں سے ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس میں بھلائی کو فساد اور بگاڑ پر ترجیح حاصل رہے۔ یہی رسولوں کی بعثت اور آسمانی کتب کے نزول کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے اور جو احکام انہوں نے دیے ہیں وہ سب اصلاحی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اصلاح اور مصلحین کی اور اسی طرح ایمان لا کر اعمالِ صالحہ کرنے والوں کی تعریف کی ہے جب کہ متعدد مقامات پر فساد کرنے والوں کو بُرا کہا ہے۔ اس لیے اگر کہیں امر اور نہی کے عمل میں فساد کا پہلو اصلاح پر غالب آجائے تو یہ وہ امر اور نہی شمار نہیں ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اگرچہ وہاں کوئی واجب ترک کر دیا گیا ہو یا حرام کا ارتکاب ہوا ہو کیوں کہ مومن پر لازم ہے کہ اللہ کے بندوں کے معاملے میں اس سے ڈرے۔ ان کو ہدایت پر لے

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الإیمان، باب بیان کون النهي عن المنكر من الإيمان ۱:۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنا اس کی ذمہ داری میں شامل بھی نہیں ہے۔ یہی معنی اس ارشادِ باری تعالیٰ کا بھی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ [المائدۃ ۵:۱۰۵] (اے ایمان والو! تم اپنی ہی فکر میں لگے رہو، کوئی بھی گمراہ ہو جائے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں جب کہ تم ہدایت پر چل رہے ہو)۔ ہدایت پر چلنا اپنا فرض ادا کر دینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنی دیگر ذمہ داریاں بھی پوری کرتا رہتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کرتا رہتا ہے تو کسی گمراہ کے راہ بھٹک جانے کا اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

دعوتی عمل کے درجات

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کبھی دِل سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ سے۔ جہاں تک دِل سے اس کی ادائیگی کا تعلق ہے تو وہ ہر حال میں ضروری ہے کیوں کہ ایسا کرنے میں کسی کا کوئی نقصان نہیں اور جو شخص اتنا بھی نہیں کرتا وہ مومن ہی نہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وَذٰلِکَ اَدْنَی اَوْ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ

یہ ایمان کا سب سے چھوٹا یا سب سے کمزور درجہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لیس وراء ذلک من الإیمان حبة خردل(۱)۔

اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا گیا کہ زندوں میں مُردہ کون ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا: وہ جو نہ کسی معروف کو پہچانتا ہے نہ کسی بُرائی کو بُرا جانتا ہے۔ ایسے ہی لوگ مراد ہیں اُس مفتون سے جس کا ذکر حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی حدیث میں ہوا (۱)۔

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الإیمان، باب کون النهي عن المنکر من الإیمان ۱:۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مغالطے کی وضاحت

یہاں بعض لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس آیت کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے ضروری معاملات میں بھی امر و نہی کا فریضہ ترک کر دیتے ہیں۔ اس کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبہ میں بھی اشارہ فرمایا۔ آپؓ کا ارشاد ہے: تم لوگ اس آیتِ کریمہ ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ [المائدۃ ۵:۱۰۵] (تم اپنی ہی فکر میں لگے رہو، کوئی بھی گمراہ ہو جائے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں جب کہ تم راہ پر چل رہے ہو) کو شمار تو کرتے ہو مگر اس کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

إن الناس إذا رأوا المنكر فلم يغيروه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه(۲)۔

جب لوگ بُرائی کو دیکھیں اور اسے ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر آ جائے اور ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

مغالطے والا دوسرا طبقہ وہ لوگ ہیں جو براہِ راست ہاتھ یا زبان سے امر و نہی کرنا چاہتے ہیں، نہ بات کی تہہ میں جاتے ہیں، نہ ان میں قوتِ برداشت ہے، نہ صبر ہے، نہ ہی وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کس موقع پر کیا رویہ درست ہے اور کیا درست نہیں۔ نہ ہی انہیں یہ پرواہ ہوتی ہے کہ یہ کام کرنے کی ان میں طاقت بھی ہے یا نہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ابوثعلبہ خشنیؓ کی حدیث میں رہنمائی موجود ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَل ائتمروا بالمعروف وانهوا عن المنكر، حتى إذا رأيت شحًا

۱۔ شعب الإيمان: التاسع عشر من شعب الإيمان، باب في تعظيم القرآن، فصل في ترك التعمق في القرآن ۲:۵۴۰

۲۔ اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ، ابویعلیٰ اور بیہقی وغیرہ کئی محدثین نے نقل کیا ہے مگر متن کے الفاظ مسند امام احمد: مسند أبي بكر الصديقؓ ۱:۵ میں منقول ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطاعًا وهَوًى متّبعًا ودنيا مؤثرةً وإعجابَ كل ذي رأيٍ برأيه ورأيتَ أمرًا لا يُدانُ لك به فعليك بنفسِك ودَعْ عنك أمر العوام فان من ورائك أيام الصبر، الصبر فيهن مثل القبض على الجمر، للعامل فيهن كأجر خمسين رجلاً يعملون مثل عمله(۱)۔

اچھائی کی طرف بلاتے رہو اور برائی سے روکتے رہو یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخل کا دور دورہ ہے، خواہشاتِ نفس کی اتباع عام ہے، دُنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو برتر سمجھنے لگا ہے اور ایسے میں تمہاری کوئی بات نہ چل سکتی ہو تو تم اپنی فکر کرو اور عوام کا معاملہ چھوڑ دو۔ تمہارے بعد صبر کا زمانہ بھی آنے والا ہے، جس میں صبر کرنا اسی طرح ہوگا جیسے انگارے کو مٹھی میں لینا۔ اس زمانے میں عمل کرنے والے کو پچاس ایسے آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا جو اسی جیسا عمل بجالا رہے ہوں گے۔

اس مغالطے کا شکار لوگ ان حالات میں اسی انداز سے امر و نہی کرتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر رہے ہیں حالاں کہ وہ دراصل حدود اللہ سے تجاوز کے مرتکب ہوتے ہیں جیسا کہ بہت سے اہلِ بدعت اور خواہشات کے پجاری خوارج، معتزلہ اور روافض وغیرہ منحرف ہوگئے۔ ان لوگوں نے امر و نہی اور اس کی خاطر جہاد کی غلط تاویل کی جس میں فساد کا پہلو اصلاح کے پہلو پر غالب آگیا۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکام کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم فرمایا اور اس وقت تک ان سے جنگ کرنے سے منع فرمایا جب تک نماز قائم کرتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أدّوا إليهم حقوقهم وسلوا الله حقوقكم(۱)۔

۱۔ سنن ابی داؤد: کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي ۴: ۱۲۳؛ سنن ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة ۵: ۲۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے حقوق انہیں ادا کرتے رہو اور اپنے حقوق اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو۔

اس پر ہم کسی دوسرے مقام پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

فتنوں کے دور میں دعوت و جہاد کا عمل

اسی بنا پر اہلِ سنت و جماعت کا یہ اصول ہے کہ جماعت سے وابستہ رہا جائے، حکام سے جنگ نہ کی جائے اور فتنہ کے ایام میں بھی قتال سے اجتناب کیا جائے۔ جو لوگ خواہشات کے پجاری ہیں جیسے معتزلہ وغیرہ تو حکام سے جنگ کرنا ان کے نزدیک دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ معتزلہ اپنے دین کے پانچ اصول بتاتے ہیں:

☆ توحید: جو کہ ان کے نزدیک صفات کے نہ ماننے کا نام ہے۔

☆ عدل: جس سے مراد تقدیر کا انکار ہے۔

☆ منزلة بين المنزلتين: (ایمان و کفر کے درمیان ایک مقام کا نظریہ)

☆ وعید کا نفاذ کرنا

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: ان کے نزدیک حکام سے جنگ کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔ میں نے حکام سے متعلق کسی اور مقام پر گفتگو کی ہے۔

اس پوری بحث کا خلاصہ ایک عمومی قاعدہ میں موجود ہے کہ ''جب مصالح اور مفاسد یا اچھائیاں اور برائیاں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہوں یا ایک دوسرے کے مدمقابل آ جائیں تو ایسی صورت میں راجح کو ترجیح دینا واجب ہے''۔ چناں چہ جب ان کے درمیان ایسی صورت پیدا ہو جائے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خواہ کسی مصلحت کے حصول یا فساد کے خاتمے کے لیے ہی ہو، اسے عمل میں لانے سے پہلے دونوں حالتوں کا موازنہ کیا جائے گا۔ اگر اس موقع پر امر

۱۔ مسند احمد، مسند ابن مسعودؓ ۱:۳۸۴، کنز العمال: کتاب الفتن والأهواء ۱۱:۱۴۷، مشكاة المصابيح: كتاب الأمارة والقضاء، فتح الباري: كتاب الفتن، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: سترون بعدي أموراً تنكرونها ۱۳:۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالمعروف یا نہی عن المنکر سے پہلے کی نسبت زیادہ مفادات کو خطرہ ہو یا پہلے کی نسبت زیادہ مفاسد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو یہاں فائدہ کی بجائے نقصان زیادہ ہونے کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شرعی حکم نہیں ہوگا بلکہ ایسا کرنا حرام ہوگا۔ البتہ فائدے اور نقصان کا تعین شریعت کے معیار کے مطابق ہی کیا جائے گا۔ جب تک نصوصِ شرعیہ کی پیروی انسان کے بس میں ہو، انہیں چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار نہیں کیا جاسکتا اور جب یہ بات ممکن نہ رہے تو اشباہ و نظائر کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا جاتا ہے۔ ایسا بہت کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی شخص نصوصِ شرعیہ اور احکام کے بارے میں ان کی دلالات کا ماہر ہو اور اسے نصوص سے رہنمائی نہ مل سکے۔

اس بنا پر اگر کسی فرد یا گروہ میں معروف اور منکر دونوں یوں جمع ہوں کہ وہ ان دونوں میں فرق نہ کرتے ہوں۔ اگر عمل میں لائیں تو دونوں کو لاتے ہیں اور اگر چھوڑیں تو دونوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو ایسی صورت میں بلا تامل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس میں غور کر کے دیکھنا چاہیے۔ اگر تو ایسا کرنے سے منکر کی نسبت زیادہ معروف کے حصول کا امکان ہو تو امر بالمعروف کا اہتمام کیا جائے خواہ اس کے نتیجے میں کسی حد تک منکر کا پیدا ہو جانا یقینی ہی ہو۔ اگر کہیں حالات ایسے ہوں کہ نہی عن المنکر کرنے سے برائی ختم کرتے کرتے اس کے مقابلے میں زیادہ بھلائی ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نہی عن المنکر کرنا ٹھیک نہیں بلکہ یہ اللہ کی راہ سے روکنے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ختم کرنے اور نیکیوں کا رواج مٹانے کے مترادف ہوگا۔

اس کے برعکس اگر منکر معروف پر غالب ہو تو اس سے روکنا ضروری ہے اگرچہ اس کی وجہ سے تھوڑے بہت معروف کا نقصان بھی ہو۔ یہاں ایسا امر بالمعروف جس کے نتیجے میں زیادہ برائی پیدا ہو جانا یقینی ہو، بذاتِ خود برائی پھیلانے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کو رواج دینے کے مترادف ہے۔

اگر کسی جگہ اچھائی اور برائی دونوں برابر ہوں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممکن نہ ہو تو یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں میں سے کسی کو لازمی قرار نہیں دیا جائے گا کیوں کہ حالات کے مطابق کبھی امر کام دے گا، کبھی نہی اور کبھی ایسے حالات بھی ہو سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی کام نہ آئے۔ یہ صورت مخصوص حالات میں پیش آسکتی ہے جہاں اچھائی اور برائی ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہو جائیں۔ باقی جہاں تک مطلقاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق ہے تو ان دونوں کو بجالایا جائے گا۔

معاملہ کسی فرد کا ہو یا کسی گروہ کا دونوں صورتوں میں بھلائی کا حکم بھی دیا جائے گا، برائی سے روکا بھی جائے گا، اچھی چیزوں کی تعریف بھی کی جائے گی اور بری باتوں کو برا بھی کہا جائے گا بشرطیکہ امر بالمعروف کرتے ہوئے متوقع طور پر حاصل ہونے والی بھلائی سے زیادہ پہلے سے موجود بڑی بھلائی کے ضائع ہو جانے یا اس سے زیادہ برائی پیدا ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ اسی طرح یہ شرط بھی ہے کہ نہی عن المنکر کرتے ہوئے پہلی سے زیادہ برائی پیدا ہو جانے یا اس کے مقابلے میں زیادہ بھلائی ختم ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔

اگر اس طرح کا کوئی معاملہ خلط ملط ہو جائے تو مومن آدمی تحقیق کرتا ہے یہاں تک کہ حق اس کے لیے واضح ہو جائے۔ وہ کوئی بھلائی کرتا ہے تو اسے پوری طرح سمجھ کر اپنے ارادے اور نیت سے کرتا ہے اور اگر وہ کسی ایسی بھلائی کو چھوڑ دیتا ہے تو گنہگار شمار ہوتا ہے۔ کسی ضروری موقع پر امر کو چھوڑ دینا نافرمانی ہے اور کسی ایسی جگہ امر کرنا بھی اسی طرح نافرمانی ہے جہاں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے اور ہمیں کوئی ہمت ہے نہ طاقت سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و تائید حاصل ہو جائے۔

مذکورہ صورتوں کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن ابی اور اس جیسے دیگر سرکردہ منافقین اور گمراہ لوگوں کو باقی رہنے دینا ہے کیوں کہ ان کے بہت سے مؤیدین اور معاونین موجود تھے۔ اگر اسے سزا دے کر اس کی برائی کو ختم کیا جاتا تو اس کی برائی سے بڑی بھلائی کا نقصان ہو جاتا کیوں کہ اس کی قوم ناراض ہو کر بھڑک اٹھتی اور دوسرے لوگ بھی یہ سمجھ کر متنفر ہو جاتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ واقعۂ افک میں اس طرح کیفیت پیدا بھی ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں سے اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ کون ہے جو اس الزام سے ہماری براءت ثابت کردے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے جب اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفادارانہ حمایت کا یقین دلایا تو حضرت سعد بن عبادہؓ ایمان کے اعلیٰ درجہ کے باوجود قبائلی غیرت سے بھڑک اٹھے تھے(۱)۔

اصل مقصود یہ ہے کہ انسان کی بھلائی سے محبت، اس کی کسی چیز سے نفرت اور کسی کام کا ارداہ کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی پسند، اس کی نفرت، اس کے ارادہ اور عدمِ ارادہ کے مطابق ہو جس کا مظہر اس کی شریعت ہے۔ اور انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی طاقت اور صلاحیت کے مطابق پسندیدہ اعمال بجالاتا رہے اور ناپسندیدہ امور کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کے ذمہ اتنا ہی کام لگاتے ہیں جتنی اس کے اندر صلاحیت ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن ۶۴:۱۶] (تو تم اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے)۔

جہاں تک دِل کی پسند، اس کی نفرت، اس کے ارادے اور عدمِ ارادہ کا تعلق ہے تو یہ تمام

۱۔ اس نالائق تحریک کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ انصار کے مشہور قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کام میں کر دیتا ہوں۔ اگر آپ کا مجرم ہمارے قبیلۂ اوس سے ہوا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں سے اس کا تعلق ہوا تو آپ اس کے بارے میں جو حکم فرمائیں گے ہم اس کے نفاذ کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ یہ بات سُن کر حضرت سعد بن عبادہؓ جو کہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور قبیلۂ خزرج کے سربراہ تھے، غصے میں آگئے کہ قبیلۂ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ ہمارے قبیلے کے آدمی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتے۔ صحیح بخاری: کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا ۲:۹۴۲، صحیح مسلم: کتاب التوبة، باب في حديث الإفك وقبول توبة القاذف ۴:۲۱۲۹، صحیح ابن حبان: کتاب النكاح، باب القسم ۱۰:۱۳، مسند احمد: حديث السيدة عائشةؓ ۷:۲۷۹، مسند ابی یعلی: مسند عائشةؓ ۸:۳۲۲، مصنف عبدالرزاق: کتاب المغازی، باب حديث الإفك ۵:۴۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیفیات بدرجۂ کمال اور ٹھوس ہونی چاہئیں۔ان میں کسی طرح کا نقص ایمان میں نقص کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔باقی جہاں تک جسمانی طور پر عملی اقدام کا تعلق ہے تو یہ ہر شخص کی طاقت کے مطابق ضروری ہے۔جب دِل کا ارادہ اور عدمِ ارادہ کامل مکمل ہوں اور بندے کا فعل اس کی طاقت کے مطابق اس میں شامل ہوجائے تو اس سے مکمل عمل کرنے والے کا ثواب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ہم کسی اور مقام پر بیان کر چکے ہیں۔بعض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کی پسند، ان کی نفرت، ان کا ارادہ اور عدمِ ارادہ اپنے دِل کی چاہت اور نفرت کے مطابق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند ناپسند کے مطابق نہیں ہوتے۔یہ کیفیت خواہش پرستی کی ایک قسم ہے۔اگر انسان اس کی پیروی کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کی خواہش پر چلنے والا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ﴾[القصص ۲۸:۵۰] (اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر محض اپنی نفسانی خواہش پر چلے)۔

خواہش پرستی کی وضاحت

خواہش دراصل نفس کی محبت ہے اور یہ شخص اس کی خواہشات میں سے بعض کی پیروی کرتا ہے۔محض خواہش جو کہ دِل میں موجود پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا نام ہے، قابلِ ملامت نہیں۔اس پر تو بعض اوقات انسان کا قابو بھی نہیں ہوتا۔ملامت تو خواہشات کی اتباع پر ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾[ص ۳۸:۲۶] (اے داود! ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔آپ لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہیے اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کیجیے کہ وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی)۔نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ﴾[القصص ۲۸:۵۰] (اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو شخص اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر محض اپنی نفسانی خواہش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر چلے)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ثلاث منجيات: خشية الله في السر والعلانية، والقصد في الفقر والغنى، وكلمة الحق في الغضب والرضى. وثلاث مهلكات: شح مطاعٌ وهوًى مُتَّبَع وإعجاب المرءِ بنفسه(۱)۔

تین چیزیں نجات دینے والی ہیں: انسان اللہ سے ڈرتا رہے خواہ لوگوں کے سامنے ہو یا ان سے پوشیدہ، میانہ روی اختیار کرے خواہ تنگ دستی کی حالت ہو یا وسعت کی، حق بات کہے خواہ غصے میں ہو یا خوشی میں۔ اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: بخل جس پر عمل کیا جائے، خواہش جس کی پیروی کی جائے اور خود پسندی۔

کسی چیز کی محبت اور کسی چیز سے نفرت ایسی بنیادیں ہیں کہ پسندیدہ یا ناپسندیدہ چیزوں کی موجودگی میں انہی بنیادوں سے ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اس ذوق سے پھر وجدان، ارادہ اور دیگر کیفیات وجود میں آتی ہیں۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر ان کیفیات کی پیروی کرتا ہے وہ انہی لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے بلکہ بعض اوقات وہ اس سے بڑھ کر خواہش کو اپنا الٰہ بنانے کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

دین اور دنیا میں خواہش پرستی کا فرق

دینی معاملات میں خواہشات کی پیروی دنیوی خواہشات کی پیروی سے بڑا جرم ہے۔ اول الذکر اہلِ کتاب کے کفار اور مشرکین کا رویہ ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾ [القصص ۲۸: ۵۰] (پھر اگر یہ لوگ آپ کی بات نہ مانیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ محض

۱۔ شعب الإيمان: السابع والأربعون..... في معالجة كل ذنب بالتوبة، فصل في الطبع على القلب أو الرين ۵: ۴۵۲، مصنف عبدالرزاق: كتاب العلم، باب حق الرجل على امرأته ۱۱: ۳۰۴ الفاظ کی تقدیم تاخیر کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو شخص اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر محض اپنی نفسانی خواہش پر چلے)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلاً مِنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِيمَا رَزَقْنَاكُمْ﴾[الروم ۳۰: ۲۸] (وہ (اللہ) تمہارے لیے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن لونڈی غلاموں کے تم مالک ہو وہ اس مال میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں) سے الی قولہ ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[الروم ۳۰: ۲۹] (مگر اس پر بھی ظالموں نے بغیر دلیل کے اپنی خواہشات کا اتباع کر رکھا ہے)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ، وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الأنعام ۶: ۱۱۹] (حالاں کہ جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرائی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں۔ سوائے اس حالت کے کہ تم ان کے کھانے کے لیے ناچار ہو جاؤ۔ اور بہت سے لوگ بے سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشات سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں)۔ یہ بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾[المائدۃ ۵: ۷۷] (اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی من مانی باتوں پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور راہِ راست سے بھٹک چکے ہیں)۔ نیز فرمایا: ﴿وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ، قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى، وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾[البقرۃ ۲: ۱۲۰] (اور آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی بتلائی ہوئی راہ ہی اصل راہ ہے۔ اور اگر آپ اس علم کے بعد بھی جو آپ کو پہنچ چکا ہے ان کی خواہشات پر چلیں گے تو آپ کو اللہ سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار)۔ ایک اور آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَهْوَاءَ هُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذاً لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ ﴾[البقرۃ ۲ : ۱۴۵] (اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے ان کی خواہشات پر چلو گے تو تم بھی ظالموں میں شمار ہو گے) اور ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ هُمْ ﴾[المائدۃ ۵ : ۴۹] (اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرتے رہیں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں)۔ اس لیے اگر کوئی عالم یا عابد بھی کتاب وسنت کے دائرۂ وجوب سے نکلتا ہے تو وہ بھی خواہش پرستوں میں شمار ہوگا جیسا کہ ہمارے سلف ان لوگوں کو اسی نام (أهل الأهواء) سے پکارا کرتے تھے۔ جو شخص علم کی پیروی نہیں کرتا وہ خواہش ہی کی پیروی کرتا ہے اور دین کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے عنایت کردہ ہدایت نامہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے جسے دے کر اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّ كَثِيْرًا لَيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾[الأنعام ۶ : ۱۱۹] (اور بہت سے لوگ بے سمجھے بوجھے اپنے نفس کی خواہشات سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں)۔ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللّٰهِ ﴾[القصص ۲۸ : ۵۰] (اور اس سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر محض اپنی نفسانی خواہش پر چلے)۔ اس طرح بندے پر واجب ہے کہ اپنے اندر پائی جانے والی اصل محبت یا نفرت پر بھی غور کرے اور ان دونوں کی مقدار پر بھی، اور یہ دیکھے کہ کیا وہ دونوں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہیں؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ نظامِ ہدایت ہے جو اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ انسان کو اسی معیار کی محبت اور نفرت کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے اپنی محبت یا نفرت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ﴾ [الحجرات ۴۹ : ۱] (کسی کام میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سبقت نہ کیا کرو)۔ اب جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ملنے سے پہلے ہی محبت یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفرت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس میں ایک طرح سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا پایا جاتا ہے۔ نفسِ محبت یا نفسِ نفرت اگرچہ محض خواہش ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ان میں سے کسی کی پیروی حرام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ [ص ۳۸:۲۶] (اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ کیجیے کہ وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے)۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ جو شخص اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے، یہ خواہش کی پیروی اسے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیتی ہے۔ اللہ کا راستہ وہی ہدایت ہے جو دے کر اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہی اس کی طرف پہنچنے کا راستہ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بنیادی مقصد

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہم ترین واجبات اور افضل واحسن اعمال میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [ھود ۱۱:۷] (تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھے عمل والا ہے)۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ یہاں ﴿أحسن﴾ سے مراد خالص ترین اور صحیح ترین عمل ہے۔ کوئی عمل اگر خالص تو ہو مگر صحیح نہ ہو تو قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ خالص بھی ہو جائے اور صحیح بھی۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے ہو اور صحیح یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔ عمل صالح کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جو صرف اس اکیلی ذات کی خاطر کیا جائے۔ حدیثِ صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

يقول الله: أنا أغنى الشركاء عن الشرك، مَن عمل عملا أشرَكَ فيه غيري فأنا بريء منه وهو كله للذي أشرك (۱)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمام شرکاء میں سے شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس کے اندر میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور وہ سارا عمل اسے کے لیے ہے جسے اس نے شریک بنایا۔

یہی توحید ہے جو کہ اسلام کی بنیاد ہے۔ وہی اللہ کا دین ہے جو دے کر اس نے اپنے تمام رسولوں کو بھیجا۔ اسی کے لیے مخلوق کو پیدا کیا اور یہی بندوں پر اللہ کا حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ ذرہ بھر شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عمل صالح ہو اور عملِ صالح وہی ہوتا ہے جس کا اس نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ اسی کو طاعت کہا جاتا ہے۔ ہر طاعت عملِ صالح ہے اور ہر عملِ صالح طاعت ہے۔ یہی اعمالِ مشروعہ اور مسنونہ ہیں۔ عملِ مشروع اور عملِ مسنون اسے کہا جاتا ہے جس کا حکم دیا گیا ہو، خواہ یہ حکم وجوب کے طور پر ہو یا استحباب کے درجے میں ہو۔ اسی کو عملِ صالح کہا جاتا ہے، یہی عملِ حَسَن ہے، یہی نیکی ہے اور یہی بھلائی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ معصیت ہے، عملِ فاسد ہے، برائی ہے، نافرمانی ہے اور ظلم ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معیار

جب کسی بھی عمل کے وجود میں آنے کے لیے دو چیزیں: نیت اور حرکت ضروری قرار دی گئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أصدق الأسماء حارث و همام(۲)۔

ناموں میں سے سب سے سچے نام حارث (مال دار)، اور ہمام (سخی) ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الزهد والرقائق، باب من أشرك في عمله غير الله ۴:۹ ۲۲۸۹ میں اس کے ہم معنی حدیث منقول ہے اور یہ الفاظ سنن ابن ماجہ: کتاب الزهد، باب الرياء والسمعة ۲:۱۴۰۵ کے ہیں۔

۲۔ مسند امام احمد: حديث أبي وهب الجشمي ۵:۴۵۶، سنن بیہقی: كتاب الضحايا، باب مايستحب أن يسمى به ۱۴:۱۲۶۶ الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب جن کے بھی یہ نام ہوں گے ان میں ہر ایک کی نیت اور اس کا عمل بھی ہوگا مگر نیتِ محمودہ جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور اس پر اجر دے گا، وہ ہوگی جس کے عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوگی۔ عملِ محمود ہی عملِ صالح ہوتا ہے اور اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: **اللّٰھم اجعل عملي كله صالحاً ،واجعله لوجهك خالصاً ، ولاتجعل لأحد فيه شيئا** (اے اللہ میرے تمام اعمال کو اعمالِ صالحہ بنا دے، انہیں خالص اپنے لیے کر دے اور کسی کا اس میں کچھ حصہ نہ بنا)۔

امر و نہی کی شرائط

جب یہ ہر عملِ صالح کا معیار ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنے اصل کے اعتبار سے بھی اسی معیار کا ہونا چاہیے اور اس کو عمل میں لانا بھی صرف اسی صورت میں عملِ صالح قرار دیا جا سکتا ہے جب وہ علم اور فقہ کی بنیاد پر ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: **من عبد الله بغير علم كان مايُفسد أكثر ممايُصلح** (جس نے علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کے عمل میں اصلاح کے مقابلے میں فساد زیادہ ہے)۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث میں منقول ہے: **العلم إمام العمل والعمل تابعه** (علم عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع)۔ اور یہ واضح ہے کیوں کہ ارادہ اور عمل اگر علم کی بنیاد پر نہ ہوں تو وہ جہالت ہیں، گمراہی ہیں اور خواہش پرستی ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اہلِ جاہلیت اور اہلِ اسلام میں فرق بھی یہی ہے۔ اس لیے معروف اور منکر کا علم ہونا اور ان دونوں کے درمیان فرق کی پہچان ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ان امور کی پہچان بھی ضروری ہے جن کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی بھی جن سے منع کیا گیا ہے۔ اور امر و نہی درست انداز میں ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے صحیح طریقے سے بجالایا جائے۔ یہ حصولِ مقصود کے لیے قریب ترین راستہ ہے۔ امر و نہی کے لیے نرم رویہ اختیار کرنا ضروری ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما كان الرفق في شيء إلا زانه ولا كان العنف في شيء إلا شانه(۱)۔

نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے سجا دیتی ہے اور سختی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے بدنما بنا دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

إن اللّٰه رفيق يحب الرفق في الأمر كله ويعطي عليه مالا يعطي على العنف (۲)۔

اللہ تعالیٰ نرمی والے ہیں اور ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتے ہیں اور اس پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے بردباری اور مصائب پر صبر کی صفت بھی ضروری ہے۔ اس راستے میں تکالیف ضرور آتی ہیں۔ اگر اسے اختیار کرنے والے میں حوصلہ اور قوتِ برداشت ہی نہ ہو تو وہ اصلاح سے زیادہ بگاڑ پیدا ہونے کا سبب بنے گا۔ لقمان حکیم نے

۱۔ اس سیاق میں عنف کے الفاظ والی حدیث مجھے نہیں مل سکی۔ دیگر الفاظ کے ساتھ اسے بہت سے محدثین نے نقل کیا ہے۔ جن میں سب سے قریب تر الفاظ صحیح ابن حبان: **كتاب البر والاحسان**، باب الرفق ۲:۳۱۱ کے ہیں جس میں عنف کی بجائے فحش منقول ہے۔ البتہ جن احادیث میں یہود کے اس وفد کا ذکر ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "السلام عليكم" کی بجائے "السام عليكم" کہا تھا، اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جذبات دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: "**إن اللّٰه رفيق يحب الرفق في الأمر كله ويعطي عليه مالا يعطي على العنف**" جس کا حوالہ عن قریب آ رہا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم: **كتاب البر والصلة والآداب**، باب الرفق ۴:۲۰۰۳، سنن ابی داود: كتاب الأدب، باب في الرفق ۴:۲۵۴، سنن ابن ماجہ: **كتاب الأدب**، باب الرفق ۲:۱۲۱۶، مؤطا امام مالکؒ: كتاب الاستئذان، باب مايؤمر به من العمل في السفر ۲:۹۷۹، سنن دارمی: **كتاب الرقاق**، باب في الرفق ۲:۹۷۷، صحیح ابن حبان: كتاب البر والاحسان، باب الرفق ۲:۳۰۹، اس کے علاوہ مسند امام احمد، سنن سعید بن منصور، مسند ابی یعلی، مصنف عبدالرزاق، مسند البزار، معجم صغیر طبرانی، سنن بیہقی اور شعب الایمان وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی یہ حدیث منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی: ﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾[لقمان ۳۱:۱۷] (اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر۔ اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر۔ بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے امام تھے صبر کا حکم دیا جیسا کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ یہ ارشاد تبلیغِ رسالت کے ایک لازمی اصول پر مشتمل ہے۔ سورۂ ''اقرأ'' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی وحی تھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ ''مدثر'' ہی نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ، وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾[المدثر ۷۴:۱-۷] (اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھیے! پھر ڈرایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے اور بتوں سے الگ رہیے اور کسی کو اس غرض سے مت دیجیے کہ زیادہ معاوضہ ملے، اور اپنے پروردگار کی رضا کے لیے صبر کیجیے)۔ اس طرح منصبِ رسالت کی ابتدائی آیات کا افتتاح اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے ڈرانے کے حکم سے فرمایا اور اختتام صبر کی تلقین سے کیا۔ لفظ ''اِنذار'' (ڈرانا) کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ عمل بجالانے کے بعد صبر کرنا ضروری ہے۔ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾[الطور ۵۲:۴۸] (اور اپنے رب کے حکم پر صبر سے قائم رہیے اس لیے کہ آپ تو عین ہماری حفاظت میں ہیں)۔ نیز فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾[المزمل ۷۳:۱۰] (اور ان باتوں پر صبر کیے رہیے جو یہ لوگ کہتے رہتے ہیں اور خوب صورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جایئے)۔ اور فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾[الأحقاف ۴۶:۳۵] (آپ صبر کیجیے جیسا کہ ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا)۔ اور ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾[القلم ۶۸:۴۸] (تو آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے پروردگار کے حکم پر صبر سے بیٹھے رہیے اور مچھلی والے (پیغمبر) کی طرح نہ ہو جایئے)۔ اور ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النمل ۲۷: ۱۲۷] (آپ صبر کیے رہیے اور آپ کا صبر تو بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے)۔ اور ﴿وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [ھود ۱۱: ۱۱۵] (اور صبر کرتے رہیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا)۔

اس طرح یہ تینوں صفات: علم، نرمی اور صبر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ضروری ہیں۔ علم امر و نہی سے پہلے، نرمی اس عمل کے دوران اور صبر اس کے بعد ضروری ہے اگرچہ اس عمل میں ان تینوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بعض علماءِ سلف نے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جسے قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب ''المعتمد'' میں ذکر کیا ہے:

لا يأمر بالمعروف وينهى عن المنكر إلا من كان فقيهاً فيما يأمر به، فقيهاً فيما ينهى عنه، رفيقاً فيما يأمر به، رفيقاً فيما ينهى عنه، حليماً فيما يأمر به، حليماً فيما ينهى عنه.

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف وہی شخص کرے جو ان معاملات میں فقیہ ہو جن کا امر کر رہا ہے اور ان میں بھی فقیہ ہو جن سے نہی کر رہا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ امر و نہی کے دوران نرمی اختیار کرنے والا ہو اور اس میں حلم و حوصلہ بھی ہو۔

امت کی دعوتی ذمہ داری

یہ بات ذہن میں رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ان صفات کا حکم سن کر بہت سے لوگوں کو یہ کام مشکل نظر آنے لگتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صفات نہ ہونے کی وجہ سے ہم اس ذمہ داری سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لیے وہ اس عمل کو ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں مگر یہ رویہ ان کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس کی بجائے اگر وہ ان صفات کی عدم موجودگی میں یا کم درجے کی صفات کے ساتھ ہی یہ کام کرتے رہتے تو ان کا نقصان کم ہوتا کیوں کہ کسی واجب کام کا چھوڑنا معصیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور چھوٹی معصیت سے بچ کر بڑی معصیت کی طرف منتقل ہونے والا ایسے ہی ہے جیسے تیز دھوپ سے بھاگ کر آگ میں پناہ لینے والا۔ اسی طرح ایک معصیت سے دوسری معصیت کی طرف منتقل ہونے والا ایسا ہے جیسے ایک غلط طریقے کو چھوڑ کر دوسرا غلط طریقہ اختیار کرنے والا، اور عین ممکن ہے یہ دوسرا غلط طریقہ پہلے سے بدتر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے کم برا ہو، اور ایک امکان یہ بھی ہے کہ یہ دونوں طریقے برائی میں برابر ہوں۔ یہی حال ان دونوں کا ہے جن میں سے ایک امر و نہی میں اپنے فریضہ سے کوتاہی کرتا ہے اور دوسرا حد سے گزر جاتا ہے۔ بعض حالات میں ان میں سے ایک کا گناہ زیادہ ہے اور بعض میں دوسرے کا، اور بعض میں دونوں کا گناہ برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آفاق میں اور ہماری اپنی ذات میں اپنی جو نشانیاں ہمیں دکھائی ہیں ان سے اور جس بات کی گواہی اس نے اپنی کتاب میں دی ہے اس سے واضح ہو چکا ہے کہ نافرمانیاں ہی مصائب کا سبب ہیں چناں چہ سخت قسم کے مصائب برے اعمال ہی کی سزا ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی نعمتوں کا سبب ہے چناں چہ اچھے اعمال اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوری ۴۲:۳۰] (اور جب بھی تمہیں مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے سے پہنچتی ہے اور اللہ بہت (گناہوں) سے درگزر ہی کر دیتا ہے)۔ نیز فرمایا: ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ [النساء ۴:۷۹] (اور تجھے جو بھی سکھ ملتا ہے وہ بس اللہ ہی کی طرف سے ہے اور جو دکھ پہنچتا ہے وہ تیرے اپنے ہی سبب سے ہے)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ﴾ [آل عمران ۳:۱۵۵] (یقیناً تم میں سے جو لوگ اس دن پھر گئے تھے جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئی تھیں تو یہ محض اس وجہ سے ہوا کہ شیطان نے انہیں ان کے بعض اعمال کے سبب لغزش دے دی تھی۔ اور بے شک اللہ انہیں معاف کر چکا ہے)۔ اور فرمایا: ﴿أَوَلَمَّا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ﴾[آل عمران ۳:۱۶۵] (اور جب تمہیں ایسی ہار اٹھانی پڑی جس کی دُوگنی تم (فریق مخالف) پر ڈال چکے تھے تو کہنے لگے کہ یہ کدھر سے آئی۔ آپ کہہ دیجیے کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہے)۔ اور ﴿أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴾[الشوری ۴۲:۳۴] (یا چاہے تو تباہ کر دے ان (جہازوں) کو بسبب ان لوگوں کے کرتوتوں کے اور بہت لوگوں سے درگزر بھی کر جائے)۔ اور فرمایا: ﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ﴾ [الشوری ۴۲:۴۸] (اور اگر ایسے لوگوں پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے ان کرتوتوں کے بدلے میں جو وہ پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں تو انسان ناشکری کرنے لگتا ہے)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴾ [الأنفال ۸:۳۳] (حالاں کہ اللہ ایسا نہیں کرنے کا کہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ ان پر عذاب لانے والا ہے اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان سزاؤں کا بھی ذکر فرمایا جو اس نے گزشتہ اقوام: قومِ نوح، عاد، ثمود، قومِ لوط، اصحاب مدین اور قومِ فرعون وغیرہ میں برائی کے مرتکب لوگوں کو دنیا میں دیں اور ان سزاؤں کے بارے میں بھی بتایا جو انہیں آخرت میں دے گا۔ اس کا ذکر قومِ فرعون کے مومن کے بیان میں بھی ہے جس میں اس نے کہا: ﴿يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ، مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ. وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ، يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ. وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴾[غافر ۴۰:۳۰-۳۳] (اے قوم! مجھے تمہارے متعلق ڈر ہے کہ تم پر بھی دوسری امتوں کی طرح کے برے دن آجائیں جیسے قوم نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا تھا۔ اور اللہ بندوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اے میری قوم! مجھے تمہارے متعلق پکار کے دن کا بھی خوف ہے، جس روز تم پشت پھیر پھیر کر بھاگو گے اور تم کو اللہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دِکھانے والا نہیں)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ، وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ﴾ [القلم ۶۸: ۳۳] (عذاب اسی طرح کا ہوا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب کہیں بڑھا ہوا ہے)۔ نیز فرمایا: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ [التوبة ۹: ۱۰۱] (ہم انہیں دوہری سزا دیں گے پھر وہ عذابِ عظیم کی طرف بھیجے جائیں گے)۔ اور فرمایا: ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [السجدة ۳۲: ۲۱] (اور یقیناً ہم انہیں اس بڑے عذاب کے علاوہ قریب کا عذاب بھی چکھا کر رہیں گے شاید کہ یہ لوگ باز آجائیں)۔ اور ارشاد ہوا: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِيْنٍ ..... يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ [دخان ۴۴: ۱۰-۱۶] (تو آپ انتظار کیجیے اس روز کا جب آسمان کی طرف سے ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہوگا جو ان سب لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر دیجیے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان کو اس سے کب نصیحت ہوتی ہے حالاں کہ ان کے پاس پیغمبر کھلے ہوئے دلائل کے ساتھ آچکے ہیں پھر بھی انہوں نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ ہم تو تھوڑے دِن عذاب ہٹالیں گے مگر تم پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ گے۔ جس روز ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے اس روز ہم پورا بدلہ لیں گے)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جن سورتوں میں تنبیہ فرمائی ہے ان میں برائی کے مرتکب لوگوں کی ان سزاؤں کا ذکر بھی فرمایا ہے جو انہیں دنیا میں دی گئیں اور ان کا بھی جو ان کے لیے آخرت میں تیار کی گئی ہیں۔ بعض سورتوں میں آخرت کے وعدے بھی مذکور ہیں کیوں کہ آخرت کا عذاب بھی زیادہ بڑا ہے اور اس کا ثواب بھی، اور وہی دارالقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے جس ثواب یا عذاب کا ذکر فرماتے ہیں وہ آخرت کے ثواب و عذاب کے ذکر میں ایک طرح سے ضمناً آتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ، نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ، وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴾ [یوسف ۱۲: ۵۶-۵۷] (اور ہم نے اسی طرح یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں۔ ہم جس پر چاہیں اپنی رحمت نازل کریں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور آخرت کا اجر کہیں بڑھ کر ہے ان کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے رہتے ہیں)۔ نیز فرمایا: ﴿فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ﴾ [آل عمران ۳: ۱۴۸] (تو اللہ نے انہیں دنیا کا بھی عوض دیا اور آخرت کا بھی عمدہ عوض دیا)۔ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ، لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [النحل ۱۶: ۴۱-۴۲] (اور جن لوگوں نے اللہ کے لیے ہجرت کی اس کے بعد ان پر ظلم ہو چکا تھا، ہم ان کو دنیا میں بھی بہت اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو کہیں بڑھ کر ہے، کاش انہیں خبر ہوتی۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ [النحل ۱۶: ۱۲۲] (اور ہم نے دنیا میں بھی انہیں بھلائی دی تھی اور آخرت میں تو وہ صالحین میں سے ہی ہیں)۔ دنیا و آخرت کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ نازعات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴾ [النازعات ۷۹: ۶-۷] (جس دن ایک بھونچال زمین کو ہلا ڈالے گا اور اس کے بعد ایک اور بھونچال آئے گا)۔ اس میں پہلے تو صرف قیامِ قیامت کا ذکر ہوا اور پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا گیا: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى، اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى.....إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَى﴾ [النازعات ۷۹: ۱۵-۲۶] (کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے؟ یاد کرو وہ وقت جب انہیں ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طُوٰی میں پکارا، کہ آپ فرعون کے پاس جائیں، اس نے سرکشی اختیار کی ہے، اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیے: کیا تو چاہتا ہے کہ تو درست ہو جائے اور میں تیری رہنمائی تیرے پروردگار کی طرف کر دوں جس سے تو خشیت اختیار کر لے؟ چناں چہ انہوں نے اس کو بڑی نشانی دکھائی لیکن اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا۔ پھر وہ الگ ہو گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور بلند آواز سے پکار کر کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اس پر اللہ نے اسے دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس واقعہ میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابتدا اور انجام کا تفصیلی ذکر فرمایا: ﴿ءَ أَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا﴾ [النازعات ۷۹: ۲۷] (بھلا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اُس کو بنایا) سے ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى﴾ [النازعات ۷۹: ۳۴] تک اور پھر ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى، وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾ [النازعات ۷۹: ۳۷-۴۱] سے سورۂ مبارکہ کے آخر تک۔ (تو جب وہ بڑی آفت آئے گی۔ اس دِن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو مقدم سمجھا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور نفس کو خواہشات سے دور رکھا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی تو آپ کا اس بات کے ذکر سے کیا تعلق ہے۔ اس کا دارومدار تو آپ کے پروردگار پر ہے۔ آپ کا کام تو صرف یہ ہے کہ جو لوگ قیامت سے ڈریں ان کو ڈر سنا دیں۔ جب وہ اس کو دیکھیں گے تو یوں لگے گا جیسے دنیا میں ان کا قیام صرف ایک شام یا ایک صبح کے وقت تک رہا)۔ اور ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلاً، إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالاً وَّجَحِيمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيمًا..... كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولاً، فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَّبِيلاً﴾ [المزمل ۷۳: ۱۱-۱۶] (اور مجھے اور ان نعمتوں والوں کو جو جھٹلاتے ہیں چھوڑ دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہیے اور ان کو تھوڑی مہلت دیتے رہیے۔ ہمارے ہاں تو بیڑیاں ہی ہیں اور بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں پھنس جانے والی غذا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ جس روز کہ زمین ہلنے لگے گی اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑیوں بھربھرے ہو جائیں گے جیسے ریت کے ٹیلے۔ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوگا، اسی طرح جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا تو اس نے رسول کا کہنا نہ مانا، جس کی وجہ سے ہم نے اس کی سخت پکڑ کر لی)۔ اسی طرح سورۂ حاقہ میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اقوام: عاد ثمود اور قومِ فرعون کے واقعات بیان فرمائے اور پھر فرمایا: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ، وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ [الحاقة ۶۹: ۱-۱۴] (تو جب یک دَم صور پھونک دیا جائے گا اور زمین اور پہاڑ دونوں اُٹھا لیے جائیں گے، پھر ان دونوں کو یک بارگی توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا)۔ اور اس کے بعد جنت و جہنم کے احوال بیان فرمائے۔ اسی طرح سورۂ قلم میں باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا جنہوں نے اپنے مال میں سے حق داروں کو حصہ دینے سے انکار کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کی کیفیت بیان کر کے ارشاد فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ، وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ، لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [قلم ۶۸: ۳۳] (عذاب اسی طرح ہوا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھا ہوا ہے، کاش یہ لوگ جان لیتے)۔ سورۂ تغابن میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: ﴿أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا، وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ، وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (کیا آپ کو ان لوگوں کی خبر پہنچی جو پہلے کافر ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے کرتوتوں کا وبال چکھا اور ابھی ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے نشان لے کر آئے، اس پر وہ بولے کہ کیا انسان ہمیں ہدایت کریں گے۔ غرض انہوں نے ان کو نہ مانا اور منہ پھیر لیا۔ اللہ نے بھی ان کی کچھ پرواہ نہ کی اور اللہ بے نیاز ہے اور تعریفوں کے لائق ہے)۔ پھر فرمایا: ﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَتُبْعَثُنَّ ﴾[التغابن ۶۴: ۵-۷] (جو لوگ کافر ہوئے ان کا خیال ہے کہ انہیں اٹھایا نہیں جائے گا، آپ کہہ دیجیے: کیوں نہیں! قسم ہے میرے پروردگار کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔) ۔سورۂ ''ق'' میں رسولوں کے مخالفین کا ذکر کر کے ساتھ ہی آخرت کے وعدوں اور وعیدوں کا ذکر فرمایا۔اسی طرح سورۂ قمر میں یہ دونوں چیزیں ذکر فرمائیں۔اسی طرح سورِ حوامیم میں جیسے حٰمٓ غافر، سجدہ، زخرف، دخان اور دیگر سورتوں میں بے شمار مقامات پر یہی چیزیں ذکر فرمائیں۔ توحید اور وعید تو پہلے پہلے نازل ہونے والی چیزیں ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں یوسف بن ماہکؒ کی روایت سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک دِن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھا کہ ایک عراقی شخص آپؓ کے پاس آیا اور سوال کیا: کس طرح کا کفن بہتر ہے؟ آپؓ نے فرمایا:

تیرا ناس ہو اس سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟ اس نے کہا: اے ام المومنین! مجھے اپنا مصحف دکھایئے۔ام المومنینؓ نے پوچھا: کس لیے؟ وہ کہنے لگا: میں اسے ترتیب دینا چاہتا ہوں، یہ ترتیب کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔آپؓ نے فرمایا: اس میں تمہارا کیا نقصان ہے اگر اس کے کسی بھی حصہ کی تلاوت پہلے کر لی جائے؟ قرآنِ مجید کا جو حصہ پہلے نازل ہوا وہ مفصل سورت تھی جس میں جنت اور جہنم کا ذکر تھا یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے اور اگر پہلے پہلے ہی یہ حکم نازل ہو جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے: ہم تو شراب کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔اگر یہ حکم آ جاتا کہ زنا نہ کرو تو وہ کہتے کہ ہم تو زنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔مکہ مکرمہ میں جب میں چھوٹی بچی تھی اور کھیلتی تھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ارشادِ باری تعالیٰ نازل ہوا: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ ﴾[القمر ۵۴: ۴۶] (لیکن ان کا اصل وعدہ تو قیامت کے دِن کا ہے اور قیامت بڑی سخت اور تلخ ہے۔) سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء اس وقت جا کر نازل ہوئیں جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھی۔راوی کہتے ہیں: پھر ام المومنین نے اپنا مصحف نکالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسے سورتوں کی آیات بتائیں(۱)۔

جب کفر، فسوق اور عصیان، برائی اور ظلم کا سبب ہیں تو بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ یہ گناہ کرتے ہیں اور کچھ گناہ کرتے تو نہیں مگر ان کے کیے پر خاموش رہتے ہیں جس کی وجہ سے یہی گناہ ان کے ذمہ بھی آجاتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ ان گناہوں پر خاموش بھی نہیں رہتے مگر اس پر کسی ایسے طریقے سے اظہارِ نفرت کرتے ہیں جو شریعت کی رو سے ممنوع ہے تو یہ لوگ اس وجہ سے گناہ گار ہوتے ہیں۔ ان کے اس رویہ کی وجہ سے اختلاف، تفرقہ اور شر پیدا ہوتا ہے جو کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک سب سے بڑا شر اور سب سے بڑا فتنہ شمار ہوتا ہے۔ انسان ظلوم اور جہول ہے اور ظلم و جہل کئی طرح کا ہوتا ہے۔ جو شخص پہلے پہل ظلم یا جہالت کا مظاہرہ کرتا ہے اس کا ظلم و جہل اور طرح کا ہوتا ہے اور یہی کام دوسرے، تیسرے نمبر پر یا اس کے بعد کرنے والوں کے ظلم و جہل کی نوعیت اور ہوتی ہے۔

منکرات کے اسباب

جو فتنے واقع ہوتے ہیں ان میں غور کرتے وقت ان کے اسباب کی تلاش ضروری ہے۔ اس غور و فکر کے نتیجے میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو فتنے امت کے امراء اور علماء سے شروع ہوتے ہیں اور جن فتنوں کا شکار امت کے حکمران، مشائخ اور عوام میں سے ان دونوں طبقات کے متبعین ہوتے ہیں یہی تمام فتنوں کی جڑ ہوتے ہیں۔ فتنوں کے ان اسباب میں گمراہی اور بے راہ روی دونوں ہی شامل ہوتے ہیں۔ گمراہی سے مراد دینی معاملات میں خواہش پرستی اور بے راہ روی سے مراد دنیوی معاملات میں خواہش پرستی ہے۔ دینی معاملات میں یہ روی اختیار کرنے کو بدعات اور دنیوی معاملات میں ایسا کرنے کو فجور بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گمراہی اور

۱۔ صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن ۴:۱۹۱۰، مصنف عبدالرزاق: کتاب فضائل القرآن، باب إذا سمعت السجدة وأنت تصلي ..... ۳:۳۵۲، شعب الإیمان: التاسع عشر ....، باب في تعظیم القرآن، فصل في ترک حفظ سورة بسورة ۲:۴۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے راہ روی کا سبب یہی دونوں چیزیں: دین میں بدعات اور عام زندگی میں فجور ہوتی ہیں۔ یہ تمام بنی آدم میں مشترک ہیں کیوں کہ ان سب میں ہی ظلم و جہل پائے جاتے ہیں، چناں چہ بعض لوگ گناہ کرتے ہیں تو اپنے آپ پر بھی ظلم کرتے ہیں اور دوسروں پر بھی جیسے زنا، لواطت اور شراب نوشی وغیرہ۔ اسی طرح مال میں خیانت، چوری، ناحق قبضہ اور اسی طرح کے دوسرے ظالمانہ رویے وغیرہ۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یہ سب معاصی اگرچہ شرعی لحاظ سے بھی برے ہیں اور عقل بھی انہیں برا سمجھتی ہے مگر اس کے باوجود یہ مرغوب بھی ہیں اور لوگ مزاجاً یہ پسند نہیں کرتے کہ صرف دوسرے لوگوں کو ان مرغوباتِ نفسانیہ کا موقع ملا رہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ جو انہیں ملا ہے وہ ان کو بھی حاصل ہو۔ اسی کو غبطہ کہتے ہیں جو کہ حسد کی دو قسموں میں سے کم درجہ والی قسم ہے۔ حسد کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ حاسد کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہو اور مطلوبہ چیز صرف اسے ملے دوسروں کو نہ ملے۔ یا حاسد کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے کے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اسے مل سکے یا نہ مل سکے۔ اس طرح حسد میں برتری، فساد، تکبر اور زوالِ نعمت کی تمنا کارفرما ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ شہوات صرف اسے حاصل ہوں کسی اور کو نہ ملیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایسے شخص کے سامنے اگر کوئی اور یہی خواہش کرے اور کسی چیز پر اکیلا قابض ہو جائے تو اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ ان دونوں صورتوں میں معتدل وہ ہے جو اشتراک اور برابری کا جذبہ رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ ہر شخص ظلوم اور جہول ہے۔

ظلم اور جہل کے مظاہر

یہ دونوں حلال کاموں میں بھی واقع ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے مخلوق کے لیے حرام شدہ امور میں بھی۔ ان میں سے جو چیز جنس کے اعتبار سے مباح ہو جیسے کھانا، پینا، نکاح، لباس، سواری اور اموال وغیرہ تو اگر کوئی شخص ان میں سے کسی چیز کو صرف اپنے لیے خاص کر لے تو اس صورت میں ظلم، بخل اور حسد تینوں علتیں پائی جائیں گی۔ ان تینوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل حرصِ نفس ہے جیسا کہ حدیثِ صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

إياكم والشح فإنه أهلك من كان قبلكم: أمرهم بالبخل فبخلوا وأمرهم بالظلم فظلموا وأمرهم بالقطيعة فقطعوا (۱)۔

حرصِ نفس سے بچو کیوں کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اس نے انہیں بخل پر اکسایا تو وہ بخل کرنے لگے، انہیں ظلم کی ترغیب دی تو وہ ظالم بن بیٹھے اور انہیں قطع رحمی پر آمادہ کر لیا تو وہ قطع رحمی کرنے لگے۔

انصارؓ جو کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کے آنے سے پہلے رہائش پذیر تھے اور ان کے وہاں آنے سے پہلے ایمان بھی لا چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا﴾ [الحشر ۵۹:۹] (اور جو کچھ ان کو ملا یہ اس سے اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں پاتے)۔ یعنی ان کے مہاجر بھائیوں کو جو کچھ ملا یہ انصار اس پر اپنے دلوں میں حسد نہیں پاتے، نیز فرمایا: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں)۔ پھر فرمایا: ﴿وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر ۵۹:۹] (اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں)۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ایک مرتبہ کسی شخص نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو سنا کہ آپؓ یوں کہہ رہے تھے: رب قِني شُحَّ نفسي، ربِّ قِني شُحَّ نفسي (اے میرے رب مجھے میرے نفس کی حرص سے بچا، اے میرے رب مجھے میرے نفس کی حرص سے بچا)۔ آپؓ سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو

۱۔ سنن ابی داؤد: کتاب الزکاۃ، باب في الشح ۲:۱۳۳، صحیح ابن حبان: کتاب الغضب ۱۱: ۵۷۹، کتاب التاریخ، باب بدأ الخلق ۱۴:۱۴۱، سنن بیہقی: کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ البخل والشح والإقتار ۶:۱۵۲، الأدب المفرد: باب الرفق ۱:۳۶ وغیرہ میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ اس کتاب کے متن والے الفاظ بعینہ مجھے نہیں مل سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو میں بخل سے بھی بچ جاؤں گا، ظلم سے بھی اور قطع رحمی سے بھی۔ چناں چہ ''شُح'' جو کہ حرصِ نفس کی شدت کا نام ہے اس کا لازمی نتیجہ بخل کی صورت میں نکلتا ہے جس سے انسان اپنے پاس موجود چیزوں کو روک رکھتا ہے۔ اس کا دوسرا نتیجہ ظلم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کا مال ہتھیا لیتا ہے اور اس کا تیسرا لازمی نتیجہ قطع رحمی ہوتا ہے۔ اسی سے حسد بھی پیدا ہوتا ہے جو دوسروں کی کسی چیز کے ساتھ تخصیص کو ناپسند کرنے کا نام ہے۔ حسد میں بخل بھی ہوتا ہے اور ظلم بھی۔ اس میں بخل اس طرح ہوتا ہے کہ حاسد دوسروں کو ملی ہوئی چیزیں ان کے ہاتھ سے نکلنے کی خواہش کرتا ہے۔

ذاتی مفاد کی بنا پر محرمات کا ارتکاب

جب بنیادی طور پر حلال خواہشات میں صورتحال یہ ہے تو حرام امور، مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ میں معاملہ کیسا ہوگا۔ ایسے امور میں جب کہیں ذاتی مفاد کو ترجیح دینا پایا جائے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ ایک یہ کہ مباح خواہشات کی طرح ان میں اپنی ذات کو ترجیح دینا اور دوسروں کو ان سے محروم رکھنا نفرت کا سبب بنے گا اور دوسری یہ کہ حق اللہ میں تجاوز کی وجہ سے اس سے نفرت کی جائے گی۔ اس طرح گناہوں کی تین قسمیں ہیں:

ایک وہ جن میں انسانوں پر ظلم پایا جائے جیسے ناحق کسی کا مال لے لینا، کسی کے حقوق نہ دینا اور حسد کرنا وغیرہ۔

گناہوں کی دوسری قسم وہ ہے جس میں کوئی شخص اپنی جان پر ظلم کرتا ہے جیسے شراب نوشی اور زنا وغیرہ بشرطیکہ ان کا نقصان بڑھ کر دوسروں تک نہ پہنچ جائے۔

تیسری قسم ایسے گناہوں کی ہے جس میں مذکورہ دونوں قسمیں جمع ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ اموال کا افسرِ مجاز لوگوں کا مال لے لے اور اسے زنا یا شراب نوشی وغیرہ میں اڑائے۔ دوسری مثال اس شخص کی ہے جو کسی کو خلافِ ضابطہ ترقی دینے کے لیے کسی سے زنا کرتا ہے جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دوسرے لوگوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ بعض بااختیار لوگ بعض بچوں اور عورتوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں غلط استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

[أعراف ۷:۳۳] (کہہ دیجیے: بے شک میرے پروردگار نے تو صرف بے ہودگیوں کو حرام کیا ہے، ان میں سے جو ظاہر ہوں ان کو بھی اور جو پوشیدہ ہوں ان کو بھی، اور گناہ کو، اور کسی پر ناحق زیادتی کو، اور اس کو کہ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری)۔

لوگوں کے دنیوی معاملات عدل کے ذریعے ہی صحیح چل سکتے ہیں اگرچہ قیامِ عدل کے عمل میں بعض اوقات ضمناً کچھ بے قاعدگیاں بھی ہو جائیں۔ اس کے مقابلے میں حقوق کی ادائیگی میں اگر ظلم پایا جائے تو یہ معاملات ٹھیک نہیں چل سکتے اگرچہ اس عمل میں کسی قسم کی بے قاعدگی کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اسی لیے کہا گیا ہے: **إن الله يقيم الدولة العادلة وإن كانت كافرة، ولا يقيم الظالمة وإن كانت مسلمة** (اللہ تعالیٰ عدل پر مبنی حکومت کو قائم رکھتے ہیں اگرچہ وہاں کے لوگ کافر ہی ہوں، اور ظالم حکومت کو قائم نہیں رکھتے اگرچہ وہاں کے لوگ مسلمان ہی ہوں)۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: **الدنيا تدوم مع العدل والكفر ولا تدوم مع الظلم والإسلام** (دنیا میں اگر عدل قائم ہو مگر لوگ کافر ہوں تو وہ قائم رہ سکتی ہے، مگر جب ظلم کا دور دورہ ہو تو قائم نہیں رہ سکتی اگرچہ لوگ مسلمان ہوں)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ليس ذنب أسرع عقوبةً من البغي وقطيعة الرحم (۱)۔

کوئی جرم ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر تیزی سے سزا دلوانے والا نہیں۔

۱۔ الفاظ کی کچھ تقدیم و تاخیر اور کہیں قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث سنن ترمذی: کتاب صفة القيامة والرقائق والورع ۴:۶۶۴، سنن ابن ماجہ: كتاب الزهد، باب البغي ۲:۱۴۰۸، صحیح ابن حبان: كتاب البر والإحسان، باب صلة الرحم وقطعها ۲:۲۰۰،.....بقیہ آئندہ صفحہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چناں چہ ظالم کو دنیا میں ہی سزا مل جاتی ہے اگر چہ وہ آخرت میں بخشا ہی جائے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم ہی فرمادیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر معاملے کا دارومدار عدل پر ہے اگر دنیوی معاملات عدل سے چلائے جائیں تو ٹھیک طرح چلیں گے خواہ ان کے ذمہ دار شخص کا آخرت میں کچھ حصہ بھی نہ ہو اور جب انہیں عدل کے مطابق نہ چلایا جائے تو یہ ٹھیک نہیں چلتے اگر چہ ان کے ذمہ دار کے پاس اتنا ایمان ہو کہ آخرت میں اسے کافی ہو جائے۔

انسانوں کی نفسیاتی تقسیم اور نفس کی اقسام

جہاں تک نفس کا تعلق ہے تو اس میں دوسروں پر برتری حاصل کرنے ،ان سے حسد اور ان پر زیادتی کا جذبہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں ظلم کا داعیہ بھی پایا جاتا ہے ۔خود غرضی پر مشتمل ظلم کے اس داعیہ سے وہ زنا اور حرام خوری جیسی قبیح حرکات کرتا ہے۔اس میں کبھی وہ ایسے لوگوں پر بھی ظلم کرتا ہے جنہوں نے اس پر کوئی زیادتی نہیں کی ہوتی۔اگر دوسرے لوگ اس خواہش پرستی کے مرتکب نہ ہوں تب بھی اس کے اپنے نفس پر اس کے اثرات ضرور ہوتے ہیں۔اگر اسے اپنے جیسے اور لوگ بھی یہی ظلم کرتے نظر آجائیں تو اس کے ہاں ان شہوات کا داعیہ اور زیادہ شدت سے ابھر کر آتا ہے۔اس ظلم میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے کی خواہش اس کے من میں ٹھاٹھیں مارنے لگتی ہے۔کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو انہی سیاہ کاریوں میں مزے اڑاتے دیکھ کر صبر کرتا ہے اور اپنے ہیجان کو سختی سے دبا دیتا ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے اندر پہلے سے ان عیاشوں کے خلاف بغض اور حسد کی کیفیت نہ بھی ہو تو نفس پر اس جبر کی وجہ سے یہ کیفیت

بقیہ از صفحہ گزشتہ.....

مستدرک حاکم: کتاب التفسیر ، تفسیر سورة النحل ۲:۳۸۸،مسند امام احمد: حدیث أبي بكرة نفيع بن الحارث رضی اللہ عنہ ۶:۱۷،سنن بیہقی: كتاب الأيمان ، باب ماجاء في اليمين الغموس ۱۴:۴۶۶، شعب الإيمان :الرابع والأربعون .....باب في تحريم أعراض الناس ، فصل فيماورد من الأخبار في التشديد .....۵:۲۸۵،الأدب المفرد: باب عقوبة عقوق الوالدين ۱:۳۱وغیرہ میں منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت شدت سے پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے تئیں ایک طرف ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور دوسری طرف انہیں ان عیاشیوں سے محروم کرنے کے جذبے سے بے تاب ہوتا ہے۔ اپنے اس موقف کی تائید میں اس کے تئیں بہت سے عقلی اور دینی دلائل امڈ آتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ ان لوگوں نے ان جرائم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر بھی ظلم کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر بھی، جس کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہو گیا ہے اور جہاد کے ذریعے ان کو راہِ راست پر لانا دینی فریضہ بن چکا ہے۔

خواہشاتِ نفسانی کے حوالے سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو صرف اپنی خواہشاتِ نفس میں مگن رہتے ہیں۔ ان کو خوشی صرف اس وقت ہوتی ہے جب خود انہیں کچھ ملے اور رنج صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ خود کسی چیز سے محروم ہو جائیں۔ اگر ان میں سے کسی کو اس کی خواہش کی چیز مل جائے خواہ حلال ہو یا حرام، تو اس کا غصہ کافور ہو جاتا ہے اور اس کی رضامندی شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ جو کام اس سے پہلے اس کے نزدیک بُرا تھا اور اس سے روکنا، ایسا کرنے والے کو سزا دینا، اس سے اظہارِ ناراضگی کرنا اور اسے لعن طعن کرنا ضروری تھا، اب وہی کام پسندیدہ بن جاتا ہے۔ وہ خود اسے سرانجام دیتا اور اس کے فاعل کا شریک و معاون ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اس سے منع کرے تو موصوف اس کا مخالف اور اسے برا بھلا کہنے والا بن جاتا ہے۔ یہ حالت بنی آدم میں غالب ہے۔ لوگ اس کی بے شمار مثالیں دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ انسان ظلوم اور جہول ہے اس لیے عدل نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی وہ دونوں حالتوں میں ظالم بن جاتا ہے۔ بعض اوقات لوگ حاکم کے رعایا پر ظلم و زیادتی کی وجہ سے اس پر اعتراض کرتے ہیں مگر جب وہ کسی طریقہ سے ان کو راضی کر لیتا ہے تو وہی لوگ اس کے حمایتی بن جاتے ہیں حالاں کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ یہ گنجائش ہو سکتی تھی کہ اس پر اعتراض چھوڑ کر خاموشی اختیار کر لیتے۔ اسی طرح دیکھا جاتا ہے کہ لوگ شرابیوں، زانیوں اور گانا سننے والوں پر اعتراض کرتے ہیں مگر جب وہ لوگ انہیں معترضین میں سے کسی کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ شامل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیں یا کسی طرح اسے راضی کرلیں تو وہی شخص جو پہلے معترض تھا وہی ان کا معاون و مددگار بن جاتا ہے۔ پھر کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ دوبارہ اعتراض کی راہ اختیار کرتے ہوئے کبھی یہ لوگ پہلے سے سخت رویہ اختیار کرتے ہیں، کبھی ان کے اعتراضات میں نرمی آجاتی ہے اور کبھی پہلی حالت دوبارہ لوٹ آتی ہے۔

لوگوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو کما حقہ دین پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں مخلص اور اللہ کی رضا چاہنے والے ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان کو علم ہوتا ہے اصلاح کا کام کرتے ہیں اور انہیں اس پر ثابت قدمی بھی حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کی راہ میں تکالیف بھی برداشت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ یہی بہترین امت کے افراد ہیں جسے لوگوں کے نفع کی خاطر بھیجا گیا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

انسانوں کا تیسرا طبقہ ایسا ہے جس میں پہلے اور دوسرے طبقہ کی صفات موجود ہوتی ہیں اور اکثر مومنین اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس شخص میں دین داری اور خواہشِ نفس دونوں موجود ہوں ان کے دلوں میں اطاعت اور معصیت کے ارادے جمع ہوتے ہیں، جن میں سے کبھی ایک ارادہ غالب ہوجاتا ہے کبھی دوسرا۔

لوگوں کی یہ تین قسمیں ہی دراصل نفس کی تین قسمیں کہلاتی ہیں: نفسِ امّارہ، نفسِ مطمئنہ اور نفسِ لوّامہ۔ مذکورہ طبقات میں سے پہلا طبقہ نفسِ امّارہ والوں کا ہے جو برائی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ درمیانہ طبقہ نفسِ مطمئنہ والوں کا ہے جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَـأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً، فَادْخُلِي فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾ [الفجر ۸۹: ۲۷.....۳۰] (اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف چل، خوش ہوتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی، پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا)۔ اور آخری طبقہ نفسِ لوّامہ والوں کا ہے جو کہ برائی کرواتا ہے اور پھر اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ملامت بھی کرتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی اس کی کوئی حالت ہوتی ہے کبھی کوئی۔ یہی ہے جو اچھے برے اعمال کو خلط ملط کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار میں چوں کہ لوگ عہدِ رسالت سے بھی قریب تر تھے اور ان دونوں حضرات کی پیروی بھی کرتے تھے جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا تھا:

اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر و عمر(۱)۔

تم ان دونوں کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے: ابو بکرؓ اور عمرؓ۔

اس لیے وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے عظیم ترین درجہ پر تھے اور ان کے امراء اپنے فرائض کو پوری طرح نبھانے والے اور ہمیشہ مطمئن رہنے والے تھے۔ ان ادوار میں اسی لیے کوئی فتنہ بھی واقع نہیں ہوا کہ وہ لوگ مذکورہ طبقات میں سے درمیانے طبقے کے حکم میں تھے۔ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آخری زمانہ آیا اور ان کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت آئی تو لوگوں میں ایمان اور دین کے ساتھ ساتھ خواہشِ نفس اور شبہات بھی پیدا ہو گئے۔ شروع شروع میں بعض امراء اور بعض عوام اس کا شکار ہوئے مگر بعد میں یہ کیفیت عام ہو گئی۔ اس طرح وہ فتنہ ظاہر ہوا جس کا سبب وہی مذکورہ کیفیت تھی کہ طرفین میں تقویٰ اور اطاعت کی حقیقی طلب کا فقدان پیدا ہو گیا اور طرفین میں تقویٰ اور اطاعت کے ساتھ خواہشِ نفس اور معصیت بھی خلط ملط ہو گئے جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں یہی سمجھتا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہا ہے اور وہی حق و عدل پر قائم ہے۔ اس تاویل کی بنیاد چوں کہ کچھ وہم و گمان اور کچھ دل پسندی پر تھی اس لیے اس میں بھی ایک طرح کی خواہشِ نفس شامل تھی، اگرچہ مجموعی لحاظ سے فریقین میں سے ایک، دوسرے کی نسبت حق

۱۔ سنن ترمذی: کتاب المناقب، باب في مناقب أبي بكر وعمر كليهما ۵:۶۰۹، سنن ابن ماجہ ۱:۳۷، صحیح ابن حبان: كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة ۱۵:۳۲۷، مستدرک حاکم: كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم ، باب أبي بكر الصديق بن أبي قحافة رضى الله عنهما ۳:۷۹، مسند امام احمد: حديث حذيفة بن اليمان رضى الله عنه ۶:۵۲۸، سنن بیہقی: كتاب الحج، باب مايلمحرم قتله من دواب البر في الحل والحرم ۷:۴۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ قریب تھا۔ مومن کو چاہیئے کہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور دِل کو درست رکھنے میں اس سے مدد کا طالب رہے۔ وہ دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دِل کو راہِ حق سے بھٹکنے سے بچائے رکھے، اسے ہدایت وتقویٰ پر استقامت دے اور خواہشِ نفس کی پیروی سے بچائے رکھے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ هُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتَابٍ، وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ،اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ﴾[الشوری ۴۲ :۱۵] (آپ اسی دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں اور جیسا کہ آپ کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہیں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔) یہی حال امت کی تفرقہ بازی کا ہے جس کی وجہ سے ان کے اقوال اور عبادات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

برائی اور نیکی کے محرکات

یہ ایسے امور ہیں جن میں مومنین کی آزمائش بہت سخت ہوتی ہے۔ ان حالات میں انہیں دو کام ضرور کرنے چاہئیں۔ انہیں چاہیئے کہ ایسے دینی دنیوی فتنوں کو اپنے سے دور رکھنے کی تدبیر کریں جن میں ان جیسے دوسرے لوگ مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ ہر ضروری اقدام کریں کیوں کہ ان کے ساتھ بھی اسی طرح نفس اور شیطان ہیں جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ تھے۔ یہ امر واقع ہے کہ جب کچھ لوگ فتنے میں مبتلا ہو جائیں تو اس طبقہ کے دیگر لوگوں میں اس کے امکانات زیادہ قوی ہو جاتے ہیں کیوں کہ اسے دیکھ کر انسان کے نفس میں پہلے سے موجود داعیہ قوی تر اور اس کا شیطان مضبوط تر ہو جاتا ہے۔ داعیہ کا اصل محرک بھی دوسروں اور خصوصاً اپنے ہم مرتبہ لوگوں کی سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جن میں اپنے طور پر کسی خاص اچھائی یا برائی کا ارادہ نہیں پایا جاتا مگر جب وہ دوسروں کو کوئی کام کرتے دیکھتے ہیں، خصوصاً اگر وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ان کے ہم مرتبہ ہوں تو وہ بھی یہی کام کر گزرتے ہیں۔ انسان بھی پرندوں کے غولوں کی طرح فطرتاً ایک دوسرے کی نقل کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھلائی کی ابتدا کرنے والے کو اس کے بعد بھلائی کرنے والوں کے برابر اجر کا مستحق اور برائی کی ابتدا کرنے والے کو اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ کا مستحق قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

مَن سَن سُنَّةً حَسَنةً فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا، ومن سنّ سنة سيّئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها إلى يوم القيامة من غير أن ينقص من أوزارهم شيئًا(۱)۔

جس نے کسی اچھے طریقے کی بنیاد رکھی اسے اس کا بھی اجر ملے گا اور جو لوگ قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان کے برابر اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر میں کسی طرح کی کمی بھی نہیں ہوگی۔ اسی طرح جس شخص نے کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی اسے اس کا گناہ بھی ہوگا اور قیامت تک جو لوگ یہ کام کرتے رہیں گے ان کے برابر گناہ بھی ملتا رہے گا۔ اور اس کی وجہ سے ان کے گناہ میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ حقیقت میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور آپس میں ملتی جلتی چیزوں کے احکام ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ملتی جلتی چیزوں میں ایک دوسری کے لیے کشش ہوتی ہے۔

جب فتنوں کے یہ دونوں داعیے ہی اپنی جگہ کافی مضبوط ہیں تو اگر ان کے ساتھ دو داعیے اور مل جائیں تو کیا کیفیت ہوگی۔ دوسرے دو داعیوں سے مراد یہ ہے کہ غلط کار لوگ عموماً ان لوگوں کو ہی پسند کرتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں ملائیں اور ان لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں جو ان کی موافقت نہ کریں۔ تحریف شدہ ادیان میں ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے کہ ان کے ماننے والے لوگ اپنے تمام موافقین سے دوستی رکھتے ہیں اور مخالفین کے دشمن ہوتے ہیں۔

۱۔ صحیح ابن خزیمۃ: کتاب الزکاۃ، باب استحباب الإعلان بالصدقة ناوياً ۴: ۱۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی حال دنیوی معاملات اور خواہشاتِ نفس کا ہے۔ یہاں لوگوں کی نظر اکثر ایسے ہی لوگوں پر ہوتی ہے جو ان کے شریکِ کار بننے کے لیے تیار ہوں۔ یہ انہی کو ترجیح بھی دیتے ہیں۔ اس کا مقصد کبھی تو اپنے معاون و مددگار تیار کرنا ہوتا ہے جیسے قابض حکمران یا ڈاکو وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ کبھی یہ میلان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے شراب خوروں کے جذبات ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جو ان کے پاس آئے کچھ پی کر ہی جائے۔ اس کوشش کے پس پردہ یا تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ شخص بھلائی پر قائم رہ کر ان سے ممتاز نہ رہ سکے، یا وہ اس کی بھلائی سے جلتے ہوئے حسد کی آگ بجھانے کی خاطر ایسا کرتے ہیں، یا یہ چاہتے ہیں کہ وہ برائی سے دور رہ کر کہیں بلند مقام حاصل نہ کر لے جس کی وجہ سے انہیں اس کی خوشامدیں کرنی پڑیں، یا یہ کہ وہ ان کے خلاف کہیں زبان کھولنے کے قابل نہ رہے، یا وہ اس خوف سے بچنا چاہتے ہیں کہ وہ کہیں خود ان کی گوشمالی نہ کر ڈالے یا ان کے خلاف مقدمہ کر کے انہیں سزا نہ دِلوا دے، کبھی وہ اس لیے بھی وہاں موجود ہر شخص کو اس میں ملوث کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ مخواہ ہمیشہ کے لیے اس کے سامنے نظریں جھکا کر نہ رہنا پڑے یا کبھی اس سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ اسی سے ملتے جلتے اور اسباب بھی ہوتے ہیں جو ان کی اس کوشش میں کارفرما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ [البقرة ۲:۱۰۹] (بہت سے اہلِ کتاب اپنے دِل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں حالاں کہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے)۔ ایک مقام پر منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً﴾ [النساء ۴:۸۹] (یہ لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو کر سب برابر ہو جاؤ)۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کا ایک قول منقول ہے کہ: ودت الزانية لو زنى النساء كلهن (زانیہ کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ کاش تمام عورتیں زنا کرنے والی ہو جائیں۔) گناہ میں دوسرے لوگوں کو شریک کرنے کی یہ خواہش کبھی تو اسی گناہ میں شرکت کی صورت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے جس کے مرتکب یہ لوگ خود ہوتے ہیں جیسے شراب نوشی، جھوٹ اور غلط عقائد میں شرکت وغیرہ یا ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ اسی نوعیت کا گناہ تو کریں جو یہ کر رہے ہیں مگر اس کا موقع و محل وہ نہ ہو جو ان کے زیرِ استعمال ہے جیسے زانی، کہ وہ یہ تو چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی زنا کریں مگر یہ نہیں چاہتا کہ اسی کے ساتھ کریں جس کے ساتھ وہ کر رہا ہے اور چور، کہ وہ یہ تو چاہتا ہے کہ اور لوگ بھی چوریوں میں ملوث ہوں مگر یہ پسند نہیں کرتا کہ جو چیز وہ چرا رہا ہے، کوئی دوسرا شخص اسے چرانے کی کوشش بھی کرے۔

اس سلسلہ کا دوسرا داعیہ کہ غلط کار لوگ کسی شخص کو اپنے گناہ میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر وہ ان کی بات مان لے تو ٹھیک ورنہ اس سے عداوت بنا لیتے ہیں اور اسے اس حد تک ستاتے ہیں کہ کبھی تو وہ ان کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے اور کبھی مجبوری کی حد تک نہیں پہنچتا۔ پھر یہ لوگ اپنی غلط حرکات میں شریک کرنے کے لیے جن لوگوں کا انتخاب کرتے ہیں یا جنہیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں یا جن لوگوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر لیتے ہیں جب وہ ایک بار ان کے ساتھ شریک ہو جائیں، ان کے ساتھ تعاون کر لیں یا ان کی باتوں میں آ جائیں تو یہ لوگ اسے ان کی کمزوری کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ان کی تخفیف کرتے ہیں اور دوسرے غلط کاموں میں انہیں استعمال کرنے کے لیے اسے حجت بنا لیتے ہیں۔ اب اگر وہ ان کا ساتھ نہ دے تو اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اسے ایذا دیتے ہیں۔ اکثر ظالم جابر لوگوں کا یہی طریقۂ واردات ہوتا ہے۔

جن محرکات کا ہم نے برائیوں کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے اسی طرح کے دواعی نیکیوں میں بھی ہوتے ہیں بلکہ نیکیوں میں ایسے محرکات زیادہ ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرۃ ۲: ۱۶۵] (اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں)۔ بلاشبہ خیر کا محرک زیادہ قوت والا ہے۔ انسان کے اپنے اندر ایک ایسا داعیہ ہوتا ہے جو اسے ایمان، علم، صدق، عدل اور اداءِ امانت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کو کوئی دوسرا شخص یہی نیکیاں کرنے والا مل جائے تو یہ اس کے لیے ایک نیا محرک ثابت ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ وہ دوسرا شخص اس کا ہم مرتبہ بھی ہو اور نیکی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ بھی ہو۔ یہ جذبہ بہت اچھا اور قابلِ تعریف ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی مومن اور نیک آدمی ایسا مل جائے جو اس کی موافقت کرنا چاہتا ہو اور اگر کبھی یہ نیکی اور بھلائی نہ کرے تو اس سے ناراض ہو جاتا ہو تو اس شخص کا ساتھ اس کے لیے تیسرا محرک ہوگا۔ اگر نیک لوگ عملاً اسے نیکی کی طرف دعوت بھی دیں، نیکی کرنے پر اس سے دوستی بھی کریں اور نیکی چھوڑنے پر اس سے ناراض ہوں اور اسے سزا بھی دیں تو یہ اس کے لیے چوتھا محرک ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ مومنین کو حکم دیا جاتا ہے کہ برائی کا بدلہ اس کے برعکس نیکی سے دیا کریں جیسا کہ طبیب بیماری کا علاج اس کی متضاد دوا سے کرتا ہے۔ مومن کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے آپ کی اصلاح بھی کرے جو کہ دو چیزوں سے ہو سکتی ہے: ایک نیکیاں کرنے سے اور دوسرے برائیوں سے بچنے سے، باوجود اس کے کہ نیکیوں کی راہ میں رکاوٹیں بھی موجود ہوں اور برائیوں کے محرکات بھی موجود ہوں۔ یہ کل چار قسمیں ہیں۔ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ انہی چاروں طریقوں سے اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق دوسروں کی اصلاح بھی کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [سورۃ العصر ۱۰۳] (قسم ہے زمانے کی کہ انسان بڑے خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے)۔ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ آپؒ نے فرمایا: اگر سب لوگ سورۂ عصر میں غور کر لیں تو انہیں کافی ہو جائے۔ آپؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں خبر دی کہ سب لوگ نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو خود مومن اور نیک ہوتے ہیں اور دوسروں کو حق بات اور صبر کی تلقین کرنے والے ہوتے ہیں۔ اگر صالح مومن کسی بڑی آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو یہ اس کے درجات کی بلندی اور عظیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجر کا سبب بنتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہونے والے لوگ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الأنبياء ثم الصالحون ثم الأمثل فَالأمثل (۱)۔

انبیاء ہوتے ہیں۔ان کے بعد نیک لوگ اور پھر درجہ بدرجہ ان کی پیروی کرنے والے لوگ۔

آدمی کی آزمائش اس کے دینی مقام کے مطابق ہوتی ہے۔اگر وہ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہو تو اس کی آزمائش بھی زیادہ ہوتی ہے اور اگر اس میں دینی لحاظ سے کمزوری ہو تو آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے۔آزمائش مسلسل مومن کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلنے والا ہو جائے کہ اس کے ذمہ کوئی خطا باقی نہ رہے۔ایسے حالات میں پھر اسے اس قدر صبر کرنا پڑتا ہے جو کسی اور کو نہیں کرنا پڑتا۔دین میں امامت کے درجہ تک پہنچنے کے لیے یہی صلاحیت مطلوب ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَ كَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [السجدة ۳۲:۲۴] (اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے رہنما بنا دیئے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے)۔چناں چہ جن بھلائیوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر ثابت قدمی سے عمل پیرا رہنا اور جن برائیوں سے روکا گیا ہے ان کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔اسی میں جسمانی اور زبانی ایذاؤں پر صبر کرنا، جو تکالیف آئیں انہیں برداشت کرنا، نعمتوں پر تکبر کرنے سے بچے رہنا اور اس کے علاوہ بھی جہاں جہاں ضبطِ نفس کا موقع ہو وہاں ایسا کرنا بھی شامل ہے۔ضبطِ نفس سے کام لینا انسان کے لیے اس وقت ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے اندر ایسی صفت نہ ہو جس کی بنا پر وہ مطمئن رہے، اس سے مستفید ہو اور تقویت حاصل کرے، اور وہ صفت یقین ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ مسند امام احمد: مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: ۲۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أيها الناس سلوا الله اليقين والعافية فإنه لم يُعطَ أحد بعد اليقين خيرًا من العافية فسلوهما الله(۱)۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے یقین اور عافیت مانگو۔ کسی شخص کو یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت عطا نہیں کی گئی، اس لیے تم اللہ تعالیٰ سے ان دونوں کا سوال کرو۔

اسی طرح جب کوئی شخص دوسروں کو بھلائی کی طرف دعوت دے یا نیکی کے کام میں اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا چاہے یا اسے کسی چیز سے روکنے کا ارادہ کرے تو ضروری ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کرے کہ جو بھلائی وہ اس سے کروانا چاہتا ہے یا جس برائی سے اس کو روکنا چاہتا ہے اس کے حسنِ سلوک سے اس کا مقصد حاصل ہو جائے کیوں کہ نفسِ انسانی کسی کڑوی چیز پر اس وقت تک صبر نہیں کر سکتا جب تک اس کے ساتھ کچھ مٹھاس شامل نہ ہو۔ اس کے بغیر یہ کام ممکن نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تالیفِ قلوب کا حکم فرمایا ہے اور اسے اس قدر اہمیت دی ہے کہ صدقات میں بھی اس کے لیے حصہ مقرر فرمایا ہے، چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾[الأعراف ۷:۱۹۹] (درگزر اختیار کیجیے اور نیکی کا حکم دیتے رہیے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجیے)، نیز فرمایا: ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾[البلد ۹۰:۱۷] (وہ آپس میں صبر کی تلقین اور ایک دوسرے پر شفقت کی نصیحت کرتے رہے)۔ اس لیے داعی کی ذمہ داری ہے کہ خود صبر کرے اور دوسروں پر رحم کرے۔ اسی کو بہادری اور سخاوت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں نماز کو زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جو کہ مخلوق پر احسان کا ذریعہ ہے، اور کبھی نماز اور صبر کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ نماز، زکوٰۃ اور صبر تینوں ہی ضروری ہیں۔ ان کے بغیر نہ اہلِ ایمان کی ذاتی مصلحتیں قائم رہ سکتی ہیں نہ ہی دوسروں کی اصلاح کے لیے کی جانے والی کوششیں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ خصوصاً جب فتنے طاقت

۱۔ مسند ابی یعلی: مسند أبي بكر الصديق رضي الله عنه ۱:۱۲۳، مسند البزار: مسند أبي بكر الصديق رضي الله عنه ۱:۹۰ قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکڑ جائیں اور آزمائشیں سخت ہو جائیں تو ان تینوں کی ضرورت بھی شدید ہو جاتی ہے۔ درگزر اور صبر تو تمام انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے ان کی کوئی دینی یا دنیوی مصلحت اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے عام طور پر دیکھا جاتا ہے سبھی لوگ بہادری اور سخاوت پر ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ دونوں صفات شعراء کے ہاں مدح کے عمومی موضوعات کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ یہی حال اس کے مدمقابل بخل اور بزدلی کا ہے کہ لوگ ان کی مذمت میں اسی قدر اہتمام کرتے ہیں۔ جن امور پر تمام انسانوں کا اتفاق ہو وہ حق ہی ہو سکتے ہیں جیسا کہ صدق و عدل کی مدح اور کذب و ظلم کی مذمت پر ان کا اتفاق ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دیہاتیوں نے کچھ مال کا سوال کیا اور اس پر اتنا تقاضا کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک درخت کے کانٹوں کے ساتھ اٹک گئی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

والذي نفسي بيده لو أن عندي عدد هذه العضاة نعمًا لقسمته عليكم ثم لا تجدوني بخيلاً ولا جبانًا ولا كذوبًا(۱)۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی مال ہوتا تو میں اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ اس حال میں بھی تم مجھے بخیل یا بزدل یا جھوٹا نہ پاتے۔

البتہ تعریف اور مذمت کے معیار، مقاصد اور انسانی صفات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں کیوں کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس بخل اور بزدلی کو برا کہا گیا ہے جو اللہ کی رضا کے کاموں میں کیے جائیں اور ایسی بہادری اور سخاوت کی تعریف کی گئی ہے جو اسی کی خاطر ہو۔ اللہ

۱۔ صحیح ابن حبان: کتاب السیر، باب الغنائم وقسمتها ۱۱:۴۴۹، مصنف عبدالرزاق: کتاب الجهاد، باب الغلول ۵:۲۴۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کے علاوہ اگر کوئی بخل اور بزدلی یا شجاعت وسخاوت کے مواقع متعین کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

شر ما في المرء شح هالع وجبن خالع(۱)۔

دو چیزیں انسان کی بدترین عادات میں سے ہیں: ایک ایسا بخل کہ خرچ کرنے سے جی گھبرائے اور دوسرے ایسی بزدلی کہ اٹھنے نہ دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بنوسلمہ سے پوچھا: اے بنوسلمہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا:

الجد بن قيس على أنا نَزِنُه بِالْبخل فقال وأي داء أدوأ من البخل (۲)۔

ہمارا سردار جد بن قیس ہے باوجودیکہ اس کی امتیازی شان اس کا بخل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخل سے بری بیماری کونسی ہو سکتی ہے؟۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان السيد لا يكون بخيلاً بل سيدكم الأبيض الجعد البراء بن معرور(۳)۔

۱۔ سنن ابی داؤد: **كتاب الجهاد، باب في الجرأة والجبن** ۳:۱۲، صحیح ابن حبان: كتاب الزكاة، باب الوعيد لمانع الزكاة ۸:۴۲، مسند امام احمد: مسند أبي هريرة رضي الله عنه ۲:۵۸۳، سنن بیہقی: كتاب السير، باب الشجاعة والجبن ۱۳:۵۵۸، شعب الإيمان: الرابع والسبعون ..... **باب في الجود والسخاء** ۷:۴۲۴۔ ان تمام محدثین نے شر ما في المرء کی بجائے شر ما في الرجل نقل کیا ہے۔

۲۔ **المعجم الصغير: باب الجيم، من اسمه جعفر** ۱:۱۳۹۔ متن کے الفاظ اسی کے مطابق ہیں۔ اس کے علاوہ بنوسلمہ کے ذکر کے ساتھ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مستدرک حاکم: كتاب معرفة الصحابة، باب ذكر مناقب بشر بن البراء بن معرور رضي الله عنه ۳:۲۴۲، شعب الإيمان: الرابع والسبعون .....باب في الجود والسخاء ۷:۴۲۹، الأدب المفرد: باب البخل ۱:۹۶ میں منقول ہے۔

۳۔ **الأبيض الجعد** کے الفاظ کے ساتھ براء بن معرورؓ کا نام مجھے نہیں ملا، تعجيل المنفعة میں حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ کے ذکر کے تحت ابونعیم کی حلية الأولياء کے حوالہ سے اس طرح کی روایت منقول ہے جس میں حضرت عمرو بن الجموحؓ ہی کا نام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سردار بخیل نہیں ہوتا۔ تمہارا سردار حسین صورت گھنگریالے بالوں والا براء بن معرور ہے۔

اسی طرح صحیح میں منقول ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا: چاہیں تو آپؓ مجھے دے دیں اور چاہیں تو بخل کریں۔ آپؓ نے فرمایا: کیا آپ نے مجھے کہا ہے کہ چاہوں تو آپ کو دوں اور چاہوں تو بخل کروں۔ بخل سے بری بیماری کیا ہو سکتی ہے؟(۱)۔

چناں چہ آپؓ نے بخل کو بہت بڑا مرض قرار دیا۔ صحیح مسلم میں سلمان بن ربیعہؓ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مال تقسیم فرمایا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کئی دوسرے لوگ ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنهم خيّروني بين أن يسألوني بالفحش وبين أن يبخلوني ولست ببخيل(۲)۔

ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو وہ مجھ سے بداخلاقی کے ساتھ مانگیں یا مجھے بخیل کہیں اور میں تو بخل کرنے والا نہیں ہوں۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے ایسی چیز مانگی جس کا انہیں حق نہیں تھا۔ جب میں نے انہیں وہ کچھ دے دیا تو ٹھیک ہوا ورنہ وہ مجھے بخیل کہتے۔ اس طرح انہوں نے مجھے دو ایسے کاموں میں اختیار دیا جو دونوں ناپسندیدہ تھے مگر ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیے بغیر چارہ نہیں تھا۔ ان میں سے ایک ان کی بداخلاقی تھی اور دوسرا بخل کا الزام تھا تو چوں کہ بخل کا الزام زیادہ برا تھا اس لیے میں نے انہیں مال دے کر زیادہ برے رویے کو روکا۔

بخل ایک اسمِ جنس ہے جس کے ضمن میں بہت سے صغیرہ کبیرہ گناہ آتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب قصة عمان والبحرين ۴: ۱۵۹۳، مسند احمد: مسند جابر بن عبداللہؓ ۴: ۲۴۳، مسند ابی یعلیٰ: مسند جابرؓ ۴: ۱۷، سنن بیہقی: کتاب الفيء والغنيمة، باب مصرف أربعة أخماس الفيء ۹: ۴۴۰

۲۔ صحیح مسلم: کتاب الزكاة، باب إعطاء من سأل بفحش وغلظة ۲: ۷۳۰، مسند امام احمد: مسند عمر بن الخطابؓ ۱: ۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾[آل عمران ۳: ۱۸۰] (اور جو لوگ اس میں بخل کرتے رہتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں کچھ اچھا ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے۔ جس مال میں وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اسی کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ سے لے کر ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَ يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ تک [النساء ۴: ۳۶-۳۷] (اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ کرو اور حُسنِ سلوک رکھو والدین کے ساتھ اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اور پاس والے پڑوسیوں کے ساتھ اور دور والے پڑوسیوں کے ساتھ اور ہم مجلسوں کے ساتھ اور راہ چلتے مسافروں کے ساتھ اور جو تمہاری مِلک میں ہیں ان کے ساتھ۔ قطعاً اللہ تعالیٰ ایسوں کو دوست نہیں رکھتا جو اپنے آپ میں بڑے بنتے ہیں اور فخر کے عادی ہیں، جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں)۔ اور فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ﴾[التوبۃ ۹: ۵۴] (ان کے خرچ کیے ہوئے اموال قبول ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا، اور یہ لوگ نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناگواری سے کرتے ہیں)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَهُمْ مُعْرِضُونَ، فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ﴾[التوبۃ ۹: ۷۶، ۷۷] (پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے مال دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کر کے پھر بیٹھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انجام یہ کیا کہ ان کے دلوں میں اس روز تک کے لیے نفاق ڈال دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس روز وہ اس کے پاس حاضر ہوں گے)۔اور ﴿وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهٖ﴾ [محمد ۴۷:۳۸] (اور جو کوئی بخل کرتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے سے بخل کرتا ہے)۔اور ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ، الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ [الماعون ۱۰۷: ۴-۷] (تو خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی استعمال کی چیزوں تک مانگے سے نہیں دیتے)۔اور ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ، يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ﴾ [التوبۃ ۹: ۳۴-۳۵] (جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ انہیں ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے، جس دن اس کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو، پہلوؤں کو اور پشتوں کو داغا جائے گا)۔ قرآنِ مجید میں سخاوت وعطا کا جہاں جہاں حکم دیا گیا ہے اور نہ دینے کی جہاں جہاں مذمت کی گئی ہے وہ سب بخل کی مذمت ہے۔

اسی طرح قرآن میں بزدلی کی مذمت بھی بکثرت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ [الأنفال ۸:۱۶] (اور جو کوئی جنگ کے دن اس سے پشت پھیرے گا سوائے اس کے کہ جنگی حکمتِ عملی کے طور پر ایک طرف کو ہو لے یا اپنی فوج کے ساتھ ملنے کی تدبیر کرے تو ایسا شخص اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور وہ بہت بُری جگہ ہے)۔منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ، لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ﴾ [التوبۃ ۹: ۵۶-۵۷] (اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں حالاں کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ یہ بزدل لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اگر انہیں کوئی سی بھی پناہ کی جگہ ملتی ہے جیسے کوئی غار یا کوئی اور گھس بیٹھنے کی جگہ تو یہ منہ اٹھا کر اسی طرف چل پڑتے ہیں)، نیز یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ [محمد ۴۷: ۲۰] (اور جب صاف اور واضح مضمون کی سورت نازل ہو اور اس میں قتال کا بیان ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگیں گے کہ جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو)۔ اور یہ ارشاد: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ ، فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً، وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ، لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلٰى أَجَلٍ قَرِيبٍ، قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا﴾ [النساء ۴: ۷۷] (بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو، نماز کی پابندی کرو اور زکاۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا، کاش ہمیں تھوڑی مدت اور مہلت دے دیتا۔ آپ کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت ہی تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے کہیں بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔ تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا)۔ قرآنِ مجید میں جہاد کی دعوت اور ترغیب آئی ہے اور جہاں جہاں اس کے تارکین اور اس سے پیچھے ہٹنے والوں کی مذمت ہوئی ہے وہ سب بزدلی کی مذمت ہے۔ اب جب بنی آدم کی دینی و دنیوی بھلائی صرف اور صرف بہادری اور سخاوت سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ جو کوئی خود جہاد سے منہ موڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کوئی دوسرا بندہ لے آئیں گے جو یہ عمل بجا لائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ، أَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ. فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ قَلِيلٌ، إِلاَّ تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلاَ تَضُرُّوهُ شَيْئًا ، وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾[التوبة ۹: ۳۸-۳۹] (اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو۔ دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی قلیل ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿هَا أَنْتُمْ هٰؤُلاَءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ، وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَلَى نَفْسِهِ، وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ، وَإِنْ تَتَوَلَّوا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لاَ يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴾[محمد ۴۷: ۳۸] (ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے تو تم میں کچھ لوگ بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور جو کوئی بخل کرتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے سے بخل کرتا ہے۔ اللہ تو کسی کا محتاج نہیں بلکہ تم سب اس کے محتاج ہو۔ اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا جو تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے)۔ اللہ کی راہ میں بہادری اور سخاوت کی وجہ سے ہی سابقین صحابہ کو فضیلت بخشی اور فرمایا: ﴿لاَ يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ، أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِن بَعْدُ وَ قَاتَلُوا وَكُلاًّ وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾[الحدید ۵۷: ۱۰] (تم میں سے جو لوگ فتح مکہ سے قبل خرچ کر چکے اور جہاد کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے بعد میں یہ کام کیا دونوں برابر نہیں۔ ان لوگوں کا درجہ دوسرے لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ تو سبھی سے کیا ہوا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب کی متعدد آیات میں اپنی راہ میں جہاد بالنفس اور جہاد بالسیف کا ذکر کر کے اس کی تعریف کی ہے۔ اسی کا نام بہادری ہے اور یہی کھرے وہ سے اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اطاعت کرنا ہے۔ اشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة ۲:۲۴۹] (بارہا ایسا ہوا کہ چھوٹی سی جماعت بڑی جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آ گئی اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے)۔ نیز فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا، إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [الأنفال ۸:۴۵-۴۶] (اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تا کہ تم مراد حاصل کرو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرتے رہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔ شجاعت صرف قوتِ بدنی کا نام نہیں، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی کا بدن تو قوی ہوتا ہے مگر دِل کمزور ہوتا ہے۔ شجاعت دِل کی قوت اور استقامت کا نام ہے۔ قتال کا دارومدار ایک طرف قوتِ بدنی اور اس کی جنگی مشق پر ہوتا ہے تو دوسری طرف دِل کی قوت اور اس کے جنگی تجربہ پر ہوتا ہے۔ قتال وہی قابلِ تعریف ہوتا ہے جو علم اور مہارت کے ساتھ ہو، صرف جوش کے ساتھ نہ ہو جس کی وجہ سے نہ انسان کچھ سوچ سکتا ہے، نہ اچھے برے میں تمیز کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوی اور مضبوط اس شخص کو کہا گیا ہے جو غضب کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے تا کہ وہی کام کرے جو مناسب ہو۔ اس کے مقابلے میں غصے سے جس شخص کے ہوش اڑ جائیں وہ نہ بہادر ہوتا ہے، نہ طاقت ور۔

صبر کیا ہے؟

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ان تمام امور کا مرکزی نقطہ صبر ہے جس کے بغیر چارہ نہیں، اور صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک غضب کی حالت میں صبر اور دوسرے مصیبت کے وقت صبر جیسا کہ حسنؒ نے فرمایا: ''ما تجرّع عبد جرعة أعظم من جرعة حلم عند الغضب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجرعة صبر عند المصيبة ''(بندے کا کوئی گھونٹ ان دو گھونٹوں سے بہتر نہیں ہوتا: ایک یہ کہ غصے کے وقت حوصلے کا گھونٹ بھرے اور یہ کہ مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ بھرے۔) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تمام کیفیات میں اصل چیز تو تکلیف دہ حالات میں صبر کرنا ہے اور جو شخص تکلیف دہ حالات میں صبر کرتا ہے وہی بہادر اور طاقتور ہوتا ہے۔ اب اگر یہ تکلیف دہ حالات ایسے ہوں کہ ان کو دور کرنا ممکن ہو تو ان سے غضب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اگر دور کرنا ممکن نہ ہو تو اس سے دُکھ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غضب کے وقت انسان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے کیوں کہ جب اس کے اندر اپنی طاقت کا احساس ابھرتا ہے تو اس کا خون کھولتا ہے مگر اس کے برعکس دُکھ کی حالت میں چہرہ زرد ہو جاتا ہے کیوں کہ بے بسی کے احساس سے خون گہرائی میں چلا جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما تعدون الرقوب فيكم؟ قالوا الرقوب الذي لا يولد له، قال: ليس ذلك بالرقوب ولكن الرقوب الرجل الذي لم يقدم من ولده شيئًا ثم قال: ما تعدون الصرعة فيكم؟ قلنا الذي لا تصرعه الرجال، فقال: ليس بذلك ولكن الصرعة الذي يملك نفسه عند الغضب (۱)۔

تم لوگ رَقوب کسے کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: ہمارے نزدیک رَقوب وہ ہوتا ہے جس کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ رَقوب وہ شخص ہے جس نے اپنی اولاد میں سے کسی کو آگے نہ بھیجا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم لوگ پہلوان کسے شمار کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہمارے نزدیک پہلوان وہ ہے جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل پہلوان وہ نہیں ہے، بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔

۱۔ صحیح مسلم: کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب وبأي شيء يذهب ۴: ۲۰۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کیفیت بھی بیان فرمائی جس کا تعلق مصیبت کے وقت صبر سے بھی ہے اور وہ بھی بیان فرمائی جس کا تعلق غضب کے وقت صبر سے ہے۔ مصیبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ﴾[البقرة ۲:۱۵۶] (اور آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانوالے ہیں)۔ اور غضب کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾[فصلت ۴۱:۳۵] (اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے رہتے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی جو بڑی قسمت والے ہوتے ہیں)۔ مصیبت کے وقت صبر اور غضب کے وقت صبر دونوں کا آپس میں تعلق اسی طرح ہے جیسے مصیبت کے وقت صبر اور نعمت کے وقت صبر کا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَئِنْ أَذَقْنَا الإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَؤُسٌ كَفُورٌ، وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾[هود ۱۱:۹-۱۱] (اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں اور پھر اسے اس سے چھین لیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد نعمت کا مزہ چکھائیں تو خوش ہو کر کہتا ہے کہ میرا دکھ درد رخصت ہو گیا۔ بے شک وہ بڑا اترانے والا اور شیخی بگھارنے والا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو صبر کرنے والے ہیں اور نیک کام کرتے رہتے ہیں۔ یہی ہیں جن کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے)۔ نیز ارشاد فرمایا: ﴿لِكَيلَا تَأسَوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ﴾[الحدید ۵۷:۲۳] (تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اس پر زیادہ رنج نہ کرو اور جو چیز اس نے تمہیں عطا کی ہے اس پر اتراؤ نہیں)۔ حضرت کعب بن زہیرؓ نے مہاجرین صحابہ کی صفت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

لا يفرحون إذا نالت سيوفهم

قومًا وليسوا مجازيعًا إذا نيلوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ان کی تلواریں کسی قوم کو شکست دے دیں تو وہ اس پر فخر نہیں کرتے اور اگر خود انہیں کوئی نقصان پہنچ جائے تو وہ بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے انصارؓ کی شان میں کہا:

لافخر إن هم أصابوا من عدوهم

وإن أصيبوا فلا خوَر ولا هلَع

وہ اگر اپنے دشمن پر فتح حاصل کریں تو کوئی فخر نہیں کرتے، اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو بزدلی نہیں دکھاتے نہ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

کسی عرب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا تھا: یغلَبُ فلا یبطر ویُغلَبُ فلایضجر (وہ غالب آتے ہیں تو تکبر نہیں کرتے اور مغلوب ہوتے ہیں تو بے صبری نہیں کرتے)۔ چوں کہ شیطان ان دونوں مواقع پر لوگوں کو اپنے دِلوں، آوازوں اور ہاتھوں کے ذریعے حدود سے تجاوز کی دعوت دیتا ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کو نزع کی حالت میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اس پر کسی نے کہا: کیا جناب بھی رو رہے ہیں؟ کیا آپ نے رونے سے منع نہیں فرمایا ہوا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنما نهيت عن صوتين أحمقين فاجرين: صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامير شيطان وصوت عند مصيبة: لطم خدود وشق جيوب ودعاءٍ بدعوى الجاهلية (۱)۔

بے شک میں نے تو بے وقوفی اور نافرمانی کی دو آوازوں سے منع کیا ہے۔ ایک

۱۔ سنن ترمذی: کتاب الجنائز، باب ماجاء في الرخصة في البكاء على الميت ۳:۳۲۸، مستدرک حاکم: کتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، باب ذكر سراري رسول الله صلى الله عليه وسلم ۴:۴۳ میں ملتے جلتے الفاظ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو فضولیات اور کھیل تماشے کے نغمے اور شیطان کی سریں اور دوسرے مصیبت کے وقت کی آواز جب چہرے پیٹے جائیں اور گریبان چاک کیے جائیں اور جاہلیت کی پکار پکاری جائے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں آوازوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا۔

مصیبت کے وقت اس فعل سے منع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة(۱)۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنے گال پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت والی باتیں کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

أنا بریء من الحالقة والصالقة والشاقة(۲)۔

مصیبت کے وقت سر مونڈ دینے والیوں، چیخ و پکار کرنے والیوں اور کپڑے پھاڑنے والیوں سے میں بری الذمہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

ما کان من العین والقلب فمن اللّٰه، وما کان من الید واللسان فمن الشیطان(۳)۔

جو کچھ آنکھ اور دل سے ظاہر ہو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے نکلے وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب لیس منا من شق الجیوب ۱:۴۳۵

۲۔ صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب ماینهی من الحلق عند المصیبة ۱:۴۳۶

۳۔ مسند امام احمد: مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۱:۳۹۳، سنن بیہقی: کتاب الجنائز، باب سیاق أخبار تدل علیٰ جواز البکاء بعد الموت ۵:۴۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر فرمایا:

إن اللّٰه لا يؤاخذ على دمع العين ولا حزن القلب ولكن يعاقب بهذا أو يرحم أشار إلى لسانه (۱)۔

اللہ تعالیٰ نہ تو آنکھ کے آنسو پر مواخذہ فرماتے ہیں نہ دِل کے غم پر۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: البتہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سزا دیتے ہیں یا رحم کرتے ہیں۔

ایک اور ارشادِ نبوی ہے:

من يُنَح عليه فانه يعذب بما يُنَح عليه(۲)۔

جس شخص پر نوحہ کیا جائے گا اسے اس نوحے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے توبیعت کی شرائط میں یہ بات ذکر فرمادی کہ وہ نوحہ نہ کریں، اور فرمایا:

إن النائحة إذا لم تتب قبل موتها فانها تلبس يوم القيامة درعًا من جرب وسربالاً من قطران(۳)۔

نوحہ کرنے والی عورت نے اگر موت سے پہلے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دِن زنگ کی زرہ پہنائی جائے گی اور گندھک کا لباس پہنایا جائے گا۔

بے بسی، مصیبت اور خوشی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن اللّٰه كتب الإحسان على كل شيء ، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة ، وإذا

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الجنائز ، باب البكاء عند المريض ۱:۴۳۹، صحیح مسلم: کتاب الجنائز، باب البكاء على الميت ۲:۶۳۶ الفاظ کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ۔

۲۔ مسند امام احمد: مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ۲:۱۶۶

۳۔ صحیح مسلم: كتاب الجنائز ، باب التشديد في النياحة ۲:۶۴۴، صحیح ابن حبان: کتاب الجنائز ، باب المريض ومايتعلق به ۷:۴۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذبحتم فأحسنوا الذبحة وليحد أحدكم شفرته وليُرِح ذبيحته(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی کو قتل کرنا پڑے تو بہتر انداز سے قتل کرو اور کسی چیز کو ذبح کرنا ہو تو اچھے انداز سے کرو۔ ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ اپنا چاقو تیز کرلے اور ذبح ہونے والے جانور کو جلد فارغ کرے۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن أعفّ الناس قِتلة أهل الإيمان (۲)۔

قتل کرتے وقت بہترین انداز سے پیش آنے والے اہلِ ایمان ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

لا تمثلوا ولا تغدروا ولاتقتلوا وليدًا(۳)۔

مقتول کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو، عہد شکنی نہ کرو اور بچوں کو قتل نہ کرو۔

یہ اور ان کے علاوہ وہ دیگر احادیث جن میں جہاد کے دوران عدل کا حکم دیا گیا ہے اور زیادتی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ارشاداتِ نبوی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی اتباع میں ہیں: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا، اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ [المائدۃ ۵:۸] (اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو، وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے)۔ نیز اس ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق ہے: ﴿وَقَاتِلُوا

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الصید والذبائح ومایوکل من الحیوان، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ ۳:۱۵۴۸

۲۔ سنن ابوداود: کتاب الجهاد، باب في النهي عن المثلة ۳:۵۳، سنن ابن ماجہ: کتاب الدیات، باب أعف الناس قتلة أهل الإيمان ۲:۸۹۴، صحیح ابن حبان: کتاب الرهن، باب القصاص ۱۳:۳۳۵، مسند احمد: مسند عبداللہ بن مسعودؓ ۱:۶۵۰

۳۔ صحیح مسلم: کتاب الجهادِ والسیر، باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعوث ۳:۱۳۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾[البقرۃ ۲: ۱۹۰] (اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ حد سے باہر نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے، سونے کی انگوٹھی پہننے، سونے چاندی کے برتنوں میں پینے، لمبے کپڑے بنانے اور دیگر ایسے امور سے منع فرمایا ہے جن میں فضول خرچی اور مال کی کثرت پر تکبر پایا جاتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کی دونوں قسموں خز اور حریر کے لباس بنانے، شراب نوشی اور گانے بجانے کے آلات کی برائی بیان فرمائی اور ان کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے اور شکلیں بگڑ جانے کے عذابوں کی خبر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴾[النساء ۴: ۳۶] (قطعاً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا)۔ قارون کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴾[القصص ۲۸: ۷۶] (جب اس سے اس کی قوم نے کہا کہ اترا ؤ مت۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

یہ تینوں امور اور ان کے ساتھ ساتھ خواہشِ نفس کی وجہ سے کسی پر زیادتی سے اپنے آپ کو باز رکھنا اس موضوع کا خلاصہ ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اپنی پسندیدہ اور ناپسندیدہ چیزوں کے درمیان اور اسی طرح اپنی خواہشات اور نفرتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ پہلی قسم کو وہ اپنی پسند اور خواہشِ نفس سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسری قسم کو اپنی ناپسندیدگی اور نفرت کے ساتھ اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ جب پہلی قسم سے کچھ اسے حاصل ہو جائے یا دوسری قسم سے کوئی چیز اس سے دور ہو جائے تو اسے خوشی اور سرور ملتا ہے اور اگر دوسری قسم سے کچھ ہو جائے یا وہ پہلی قسم کی کسی چیز سے محروم ہو جائے تو اسے دکھ ہوتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پسندیدہ چیزوں اور خواہش کے حصول کی صورت میں وہ ایسا صبر کرے جو اسے ان دونوں کی حدود سے تجاوز سے باز رکھے۔ اسی طرح غضب اور نفرت کی صورت میں اسے ایسے صبر کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے جو اس کی حدود سے تجاوز نہ کرنے دے۔ مصیبت کے وقت بھی صبر کرنا اور جزع فزع سے بچنا ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وقوفی اور نافرمانی کی ایسی دو آوازوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خوشی کی حدود سے تجاوز کر کے تکبر اور غرور کرنے لگتا ہے اور دوسری وہ آواز ہے جس سے بے صبری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

باقی جہاں تک ان آوازوں کا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ اور جوش دلاتی ہیں جیسے جہاد میں بلند آواز سے سُر لگا کر اشعار کہنا وغیرہ تو یہ آلاتِ موسیقی کے بغیر ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح خوشی کے مواقع پر ایسی آوازیں جو دِلی جذبات ابھارنے والی ہوں تو ان میں سے جن جن کا ذکر سنت میں آیا ہے ان کی اجازت ہے جیسے شادیوں اور دیگر خوشی کے مواقع پر بچوں کا دف بجانا یا عورتوں کا اپنے حلقوں میں ایسا کرنا وغیرہ۔ البتہ عام اشعار جو کہ جذبات کو حرکت دینے کے لیے گائے جاتے ہیں وہ چار قسم کے ہیں: اشعار میں شباب کا ذکر کرنا، غضب کا مظاہرہ کرنے والے اشعار، خاندانی یا قبائلی شان وشوکت پر مشتمل اشعار جن میں بہادری کے ذکر اور ہجو گوئی والے شعر شامل ہیں، مصائب کے اشعار جیسے مرثیے وغیرہ اور خوشی کے مواقع پر کہے جانے والے اشعار جیسے مدح وغیرہ۔ شعراء کی عام طور پر عادت ہوتی ہے کہ اپنی موج میں شعر کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ﴾ [الشعراء ۲۶: ۲۲۵-۲۲۶] (کیا تمہیں خبر نہیں کہ شعراء ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ شعراء کی پیروی کرنے والے بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ غاوِي استعمال ہوا ہے اور غاوی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بغیر جانے پہچانے اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ اس کیفیت کو "غَيّ" کہا جاتا ہے اور یہ "رُشد" (عقلمندی) کا متضاد ہے جیسا کہ "ضَال" (گمراہ) جو کہ اپنے نفع کو نہیں جانتا "مُهتَدِي" (ہدایت یافتہ) کا متضاد ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى، مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى﴾ [النجم ۵۳: ۱-۲] (اور قسم ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستارے کی جب وہ غائب ہونے لگے کہ تمہارا رفیق نہ رستہ بھولا ہے نہ بھٹکا ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدین من بعدي(۱)۔

تم میرے طریقے کو تھامے رہو اور میرے بعد ہدایت کے پیکر خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم سمجھو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرات خلفاءِ راشدین مطلق شجاعت کی بھی تعریف کرتے ہیں اور سخاوت کو بھی اچھا کہتے ہیں کیوں کہ ان دونوں کا بالکل نہ پایا جانا قابلِ مذمت ہے۔ یہ دونوں جہاں پائی جائیں وہاں انسانوں کو فوائد تو ہوتے ہی ہیں، البتہ ان سے آخرت کا فائدہ صرف متقین کو ہوتا ہے جب کہ غیرِ متقین کو دنیا کا فوری فائدہ مل جاتا ہے مگر آخرت میں ان کا حصہ نہیں ہوگا۔ لفظِ عاقبت سے مراد اگرچہ آخرت کا فائدہ ہے مگر کبھی یہ فائدہ دنیا میں بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے واقعہ میں کشتی کے ذریعے ان کی نجات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِمَّن مَّعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ سے ارشادِ باری تعالیٰ ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ تک [ھود ۱۱: ۴۸-۴۹] (ارشاد ہوا کہ اے نوح! اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکات لے کر۔ اپنے اوپر بھی اور ان جماعتوں پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور کچھ جماعتیں تو ایسی بھی ہوں گی جنہیں ہم چند روزہ عیش دیں گے، پھر ان پر ہماری طرف سے دردناک عذاب ہوگا۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم نے وحی کے ذریعے سے آپ تک پہنچا دیا۔ اس سے پہلے نہ تو آپ ہی اسے جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم ہی اس سے واقف تھی۔ چناں چہ صبر کیجیے کہ نیک انجام پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ، وَاتَّقُوا اللَّهَ

۱۔ سنن ترمذی: کتاب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة والاجتناب عن البدع ۵: ۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾[البقرة ۲:۱۹۴] (پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو ویسی ہی زیادتی تم بھی اس پر کرلو جیسی اس نے کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے)۔ اس بحث کا فیصلہ یہ ہوا کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اچھا کہیں اسی کو اچھا کہا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تعریف ہو وہی حسن و آراستگی ہے اور جس چیز کی وہ مذمت کرے وہیں بدصورتی ہے۔ اس کے علاوہ خطباء اور شعراء وغیرہ کی تعریف عزت نہیں اور نہ ان کی مذمت ذلت ہے۔ اسی لیے جب بنو تمیم کے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا کہ ''إنَّ حمدي زَين وذَمي شين'' (میری تعریف عزت ہے اور میری مذمت ذلت ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

ذاک اللّٰه(۱)۔

یہ شان تو اللہ رب العزت کی ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے راستے میں شجاعت اور سخاوت کی تعریف فرمائی ہے جیسا کہ حدیثِ صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ: ایک شخص اپنی بہادری کی وجہ سے لڑتا ہے دوسرا غیرت کی وجہ سے اور تیسرا دکھاوے کے لئے۔ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قاتل لتكون كلمة اللّٰه هي العليا فهو في سبيل اللّٰه (۲)۔

جس نے اس لیے قتال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے تو اس کا قتال اللہ کے

۱۔ سنن ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجرات ۵:۳۸۷، مسند امام احمد: حديث الأقرع بن حابس رضی الله عنه ۴:۵۴۱

۲۔ صحیح بخاری: کتاب العلم، باب من سأل وهو قائمٌ عالماً جالساً ۱:۵۸، صحیح مسلم: کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليافهوفي سبيل الله ۳:۱۵۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال ۸:۳۹] (اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہ جائے اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لیے ہو جائے)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اصل مقصود ہے جس کے لیے ساری مخلوق کو پیدا کیا گیا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات ۵۱:۵۶] (میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں)۔ اس لیے جو کام اس غرض وغایت کے لیے ہوگا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا تو وہ اللہ کے نزدیک قابلِ تعریف ہوگا۔ وہی اپنے کرنے والے کے لیے باقی رہتا ہے اور ایسے ہی کاموں کو اعمالِ صالحہ کہا جاتا ہے۔

اس طرح لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

- ایک وہ لوگ جو اللہ کی خاطر پوری بہادری اور کھلے دِل کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ یہی مومن ہیں جو کہ جنت کے مستحق ہیں۔
- دوسرے وہ لوگ ہیں جو غیر اللہ کے لیے جرأت سے کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں تو اپنے کاموں سے نفع اٹھاتے ہیں مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔
- تیسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے کام تو کرتے ہیں لیکن جرأت اور کھلے دِل سے نہیں، ایسے لوگوں میں منافقت ہوتی ہے اور اس منافقت کے برابر ان کے ایمان میں نقص ہوتا ہے۔
- چوتھے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے کوئی کام نہیں کرتے۔ نہ ان میں جرأت ہوتی ہے اور نہ دِل کی آمادگی۔ ایسے لوگوں کے لیے نہ دنیا ہے نہ آخرت۔

ان اخلاق وعادات کی مومن کو ہمیشہ ضرورت رہتی ہے خصوصاً آزمائشوں کے دوران اور سخت فتنوں کے اوقات میں۔ جب بھی کسی فتنے کا خطرہ ہو انہیں اپنے نفوس کی اصلاح اور گناہوں سے ان کے دِفاع کی ضرورت ہوتی ہے اور حسبِ قدرت دوسروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں بھی یہ صفات ان کے کام آتی ہیں۔ ان دونوں امور میں مشکلات تو ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوائے ان لوگوں کے جن کے لیے اللہ تعالیٰ انہیں آسان فرما دے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا بھی حکم دیا ہے اور لوگوں کو ایمان اور عملِ صالح کی دعوت دینے اور اس کے لیے جہاں ضرورت ہو جہاد کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ان کی شان یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ، إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ. الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾[الحج ۲۲:۴۰-۴۱] (اور اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے۔بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے۔یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے)۔نیز فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾[غافر ۴۰:۵۱] (بے شک ہم مدد کرتے رہتے ہیں اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی، دنیوی زندگی میں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے)۔اور فرمایا: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾[المجادلة ۵۸:۲۱] (اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب آ کر رہیں گے۔بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے۔)ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾[الصّٰفّٰت ۳۷:۱۷۳] (اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے)۔

چوں کہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور جہاد فی سبیل اللہ میں آزمائشیں اور مشقتیں ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے فتنے میں پڑنے کا خطرہ رہتا ہے اس لیے لوگوں میں کچھ ایسے عناصر بھی پیدا ہو گئے جو ایسی آزمائشوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان واجبات سے پہلو تہی کرنے لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا﴾[التوبة ۹:۴۹] (اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو رخصت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی دیجیے اور آفت میں نہ ڈالیے، خوب سن لو کہ یہ آفت میں پڑ ہی چکے ہیں)۔ تفسیر میں آیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غزوۂ روم کے لیے تیاری کا حکم دیا تو غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''هل لک في نساء بني الأصفر ؟'' (کیا گورے لوگوں کی خواتین سے تمہیں دلچسپی ہے؟) تو اس نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا شخص ہوں کہ عورتوں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ گوروں کی عورتوں سے آزمائش میں نہ پڑ جاؤں۔ آپ مجھے اجازت دے دیجیے اور فتنے میں نہ ڈالیے(۱)۔

یہی جُد ہے جو درخت کے نیچے ہونے والی بیعتِ رضوان میں شامل نہیں ہوا تھا اور ایک سرخ اونٹ کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ اسی کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

إنّ كلهم مغفور له إلا صاحب الجمل الأحمر (۲)۔

ان سب کی بخشش ہو چکی ہے سوائے سرخ اونٹ والے کے۔

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا﴾ [التوبة ۹:۴۹] (اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو رخصت ہی دیجیے اور آفت میں نہ ڈالیے، خوب سن لو کہ یہ آفت میں پڑ ہی چکے ہیں)۔ یعنی اس نے جہاد سے پیچھے رہنے کی درخواست اس لیے کی کہ اس طرح عورتوں کے فتنے سے بچ سکے ورنہ اسے خطرہ تھا کہ اس فتنہ میں پڑ جاتا۔ اسے چاہیے تو یہ تھا کہ اس ممنوع کام سے خود بچتا اور اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا اور اس کے لیے جو مشقت اٹھانا پڑتی اٹھاتا۔ دوسری متوقع صورت

۱۔ تفسیر طبری سورۂ توبہ ۹:۴۹۔ ''هل لک في نساء بني الأصفر ؟'' (کیا گورے لوگوں کی خواتین سے تمہیں دلچسپی ہے؟) کے الفاظ غالباً مصنفؒ نے اندازے سے فرما دیے۔ حدیث میں: ''هل لک يا جُدّ العام في بلادِ بني الأصفر ''؟ (اے جد کیا اس سال ہمارے ساتھ گورے لوگوں کے علاقے میں جاؤ گے)؟ باقی واقعہ اسی طرح ہے جیسے ذکر ہوا۔

۲۔ صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین و احکامهم ۴:۲۱۴۴ تھوڑے بہت لفظی فرق کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تھی کہ وہ جہاد کے لیے جاتا اور اس فتنہ میں پڑ کر گناہ گار ہوتا کیوں کہ جو شخص حسین صورتوں کو دیکھتا ہے اور انہیں پسند بھی کرتا ہے تو وہ اگر شرعی حرمت یا وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان پر تصرف نہیں کر پاتا تو اس کا دل دُکھی ہوتا ہے اور اگر اسے تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ممنوع کام کر لیتا ہے تو برباد ہو جاتا ہے۔ اس طرح تو بعض حلال صورتوں میں بھی فتنے کا امکان موجود رہتا ہے جیسا کہ عورتوں کا مردوں سے علاج کروانا وغیرہ۔ مذکورہ شخص کے قول ﴿لَا تَفْتِنِّي﴾ (مجھے فتنے میں نہ ڈالیے) کا جواب بھی یہی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا﴾ [التوبۃ ۹:۴۹] (خوب سن لو کہ یہ آفت میں پڑ ہی چکے ہیں۔) مطلب یہ کہ اس شخص کا فرض جہاد سے پہلو تہی کرنا، اس کا بزدلی دکھانا، اس کے ایمان کا کمزور ہونا اور اس کے دل کی بیماری جس نے ترکِ جہاد کو اس کے لیے مزین بنا کر پیش کیا، یہ سب چیزیں فتنہ ہیں جن میں وہ پڑ چکا ہے۔ عملاً ایک بہت بڑے فتنے کا شکار ہو کر ایک چھوٹے فتنے سے بچنے کی کوشش کرنا جو ابھی ظاہر بھی نہیں ہوا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال ۸:۳۹] (اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہ جائے اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لیے ہو جائے)۔ اب جو شخص قتال چھوڑ دیتا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس لیے دیا تھا کہ فتنہ باقی نہ رہے، وہ نفس کے شک، دل کی بیماری اور جہاد نہ کر کے اللہ کا حکم چھوڑنے کی وجہ سے فتنے میں پڑنے والا ہے۔ اس صورتِ حال میں خوب غور کریں یہ خطرناک مقام ہے۔

اس حوالے سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

- ایک قسم ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے تخیل سے کسی چیز کو فتنہ قرار دے کر اس کے بارے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور اسے ختم کرنے کے لیے قتال کرتے ہیں جیسے امت کے اندر واقع ہونے والے فتنوں میں قتال کرنے والے لوگ۔ ان کا یہ فعل بذاتِ خود بڑا فتنہ ہے۔
- لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جو ایسا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے اور ایسا قتال کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بزدلی دکھاتے ہیں جس کے نتیجے میں پورے کا پورا دین اللہ کے لیے ہوتا ہے اور جس کا مقصد کلمۃ اللہ کی سربلندی ہوتا ہے۔ یہ اپنے تئیں فتنے سے بچنے کے دعوے دار ہوتے ہیں مگر حقیقت میں وہ فتنے میں پڑ چکے ہوتے ہیں۔ سورۂ "براءۃ" میں جس فتنے کا ذکر ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ حسین صورتوں کی وجہ سے فتنے میں پڑنا بھی اسی میں شامل ہے کیوں کہ آیت کے شانِ نزول میں یہی وجہ مذکور ہے۔

یہی حال دین داری کے بہت سے دعوے داروں کا ہے جو امر و نہی اور جہاد جیسے فرائض کو جن سے پورے کا پورا دین اللہ کے لیے ہوتا ہے اور کلمۃ اللہ کی سربلندی ہوتی ہے اس زعم میں چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں ان کاموں کے لیے نکلنے کی وجہ سے خواہشاتِ نفس کے فتنے میں نہ پڑ جائیں حالاں کہ وہ عملاً اس سے عظیم تر فتنے میں پڑ چکے ہوتے ہیں جس سے بچنے کی وہ اپنے زعم میں تدبیر کر رہے تھے۔ ان کا فرض تھا کہ اپنی ذمہ داری بھی پوری کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ ممنوعہ امور سے بھی بچتے۔ یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ انہوں نے وہ کام اس لیے چھوڑ دیا کہ ان کے دل یا تو دونوں کاموں کو بیک وقت کرنا چاہتے تھے یا دونوں کو چھوڑ دینا چاہتے تھے۔ یہی مثال ایسے بہت سے لوگوں کی ہے جو ریاست، مال یا دنیوی خواہشات کا حصول چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ جب امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد یا امور ریاست کی بجا آوری جیسی ذمہ داریاں ادا کرنا چاہتے ہیں تو اس میں ضمناً کچھ نہ کچھ ممنوعہ کام بھی آجاتے ہیں۔ اس حال میں ضروری ہے کہ وہ غور کر کے ان دونوں میں سے اہم ترین کام کا انتخاب کریں۔ اگر ان ذمہ داریوں کی ادائیگی ممنوعہ کاموں کے چھوڑنے کے مقابلے میں زیادہ اجر والی ہو تو کم درجے کے بگاڑ کے ڈر سے اعلیٰ درجے کا عمل نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر ممنوعہ کام کو چھوڑنے میں اجر زیادہ ہو تو اس کے ساتھ متصل کم درجے کی نیکی کے حصول کی خاطر ممنوعہ کام نہ کرے۔ یہ بات اس صورت میں ہے جب کسی شخص کے سامنے نیکی اور برائی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اس کی وضاحت یہی ہے اور اس کی مزید تفصیل طویل ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری

زمین پر بسنے والے ہر انسان کی ذمہ داری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ اگر وہ اکیلا ہی ہو تو اپنے آپ کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾[یوسف ۱۲:۵۳] (کیوں کہ نفس تو بری ہی بات سکھانے والا ہے)۔ کیوں کہ امر کا معنی کسی چیز کا طلب کرنا یا اس کا ارادہ کرنا ہے اور نہی کا مطلب کسی چیز کو چھوڑنے کی طلب یا اس کا ارادہ ہے۔ ہر زندہ انسان کے دِل میں طلب اور ارادہ ضرور ہوتا ہے جن سے وہ خود اپنے آپ سے کوئی کام کرنے کا تقاضا کرتا ہے یا اگر ممکن ہو تو دوسروں سے اس کا تقاضا کرتا ہے۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے ارادے کے ذریعے ہی حرکت کرتا ہے۔ بنی آدم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ہی زندگی گزارتے ہیں اور جہاں دو یا دو سے زیادہ آدمی مل کر رہیں وہاں ان کے درمیان کسی امر کی اطاعت اور کسی نہی سے باز رہنا ضرور پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کے لیے کم از کم جماعت دو آدمیوں کو قرار دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد ہوں تو وہ جماعت ہیں، مگر نماز میں شرکت کا معاملہ ہو تو وہ دو افراد سے بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ ان میں سے ایک امام بن جائے اور دوسرا مقتدی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی کو فرمایا تھا:

إذا حضرت الصلاة فأذّنا وأقيما وليؤمّكما أكبركما (۱)۔

جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہو اور اقامت کہو اور تم دونوں میں سے بڑا امام بن جائے۔

قراءت کے لحاظ سے یہ دونوں حضرات تقریباً برابر برابر درجہ رکھتے تھے۔ نماز کے علاوہ عام حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ مسند امام احمد: حديث مالك بن الحويرثؓ ۴:۴۵۹، سنن بیہقی: كتاب الصلاة، باب الأذان في السفر ۲:۱۷۶

۲۔ مسند امام احمد: أول مسند عبدالله بن عمرو بن العاصؓ ۲:۳۶۹، سنن ابوداود: أول كتاب الجهاد، باب في القوم يسافرون، يؤمرون عليهم أحدهم ۳:۳۶، مسند ابویعلیٰ: من مسند أبي سعيد الخدريؓ ۲:۵۱۱، سنن بیہقی: كتاب الحج، باب القوم يؤمرون أحدهم إذا سافروا ۸:۱۷ وغیرہ میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا يحل لثلاثة يكونون في سفر إلا أمروا عليهم أحدهم(۲)۔

تین آدمی سفر میں ہوں تو ان کے لیے سوائے اس کے کوئی صورت جائز نہیں کہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

جب امر اور نہی بنی آدم کے وجود کے لوازم میں سے ہیں تو جو شخص امر بالمعروف نہیں کرتا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، یا ان امور سے نہی نہیں کرتا جن سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو وہ بتقاضائے بشریت ہر حال میں امر اور نہی تو کرے گا اور اسے بھی امر و نہی کیا جائے گا۔ اس صورت میں امر و نہی یا تو مذکورہ اصل امر و نہی کے خلاف ہوگا یا ایسا ہوگا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا حق اور وہ باطل جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا دونوں شامل ہوں گے۔ اگر یہ کام کسی نے دین سمجھ کر کیا تو یہ دین بدعت ہوگا۔

اسی طرح ہر انسان آزاد ہے اور اپنے ارادے سے ہمام اور حارث بنتا ہے۔ اگر کسی شخص کی نیت صحیح نہ ہو اور اس کا عمل صالح نہ ہو، یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نہ ہو تو (ان ناموں سے قطع نظر) وہ عملِ فاسد ہوگا۔ اگر اس میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہوئی تو وہ باطل ہوگا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى﴾ [اللیل ۹۲:۴] (بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)۔ اس قسم کے سب اعمال باطل اور کفار کے اعمال کے ہم جنس ہیں جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً، حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ، وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ [النور ۲۴: ۳۹] (اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے بلکہ اس کو وہاں اللہ ہی ملے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دے اور اللہ بہت جلد حساب پورا کر دیتا ہے)۔ نیز فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا﴾ [الفرقان ۲۵: ۲۳] (اور ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو یہ کر چکے ہوں گے اور ان کو اڑتے غبار کی طرح کر دیں گے)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اہلِ ایمان میں سے جو اولی الامر ہوں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ [النساء ۴:۵۹] (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہلِ اختیار کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز پر اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا لیا کرو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی زیادہ اچھا ہے)۔

اُولوالامر کون ہیں؟

اولوالامر سے مراد وہ لوگ ہیں جو امر والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو حکم کرتے ہیں۔ اربابِ اختیار و اقتدار اور اہلِ علم و اہلِ کلام سبھی اس میں شامل ہیں۔ اسی بنا پر اولوالامر کی دو قسمیں ہیں: علماء اور امراء۔ اگر یہ لوگ درست ہو جائیں تو سب لوگ درست ہو جاتے ہیں اور اگر یہ لوگ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جب احمسیہ (۱) نے پوچھا تھا کہ ہماری اس دین پر بقا کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے تو آپؓ نے فرمایا تھا: جب تک تمہارے

۱۔ ام حصین سلمٰی بنت جابر الاحمسیہ صحابیہ ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث بھی نقل کی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلقین (سر منڈوانے والوں) کے لیے تین بار دعا فرمائی اور مقصرین (بال ترشوانے والوں) کے لیے ایک بار۔ اسی حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ: اے لوگو! اللہ سے ڈرو اگرچہ تمہارا امیر کسی حبشی غلام کو بھی بنا دیا جائے ..... مسند احمد: حدیث ام الحصین الاحمسیۃ ۷:۵۰۰۔ انہوں نے اور ان کی بہن زینب بنت جابر احمسیہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت نقل کی ہے۔ یہ یحییٰ بن حصین کی دادی تھیں۔ تعجیل المنفعۃ: تعارف سلمٰی بنت جابر ۱:۶۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ائمہ درست رہیں گے۔ انہی میں بادشاہ بھی داخل ہیں مشائخ بھی مختلف محکموں کے افسرانِ مجاز بھی اور ایسے تمام لوگ جن کا حکم چلتا ہو۔ یہ سب اولی الامر ہیں اور ان میں ہر ایک کی ذمہ داری ہے ان باتوں کا امر کرے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان باتوں سے نہی کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ جن لوگوں پر ان کی اطاعت فرض ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی اطاعت کے کاموں میں ان کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کی اطاعت نہ کریں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب مسلمانوں کی خلافت سنبھالی اور ان کے درمیان خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! جو تم میں سے قوی ہے میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اس سے حق نہ لے لوں اور جو تم میں سے ضعیف ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق لے کر نہ دوں۔ میری اطاعت کرو جب تک میں تمہارے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۹

اعمال کی کسوٹی

تمام اعمالِ صالحہ میں دو شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ایک یہ کہ ان سے اللہ کی رضا مقصود ہو اور دوسرے یہ کہ وہ شریعت کے مطابق ہوں۔یہی اصول تمام اقوال اور افعال کے لیے ہیں جنہیں کلماتِ طیبہ اور اعمالِ صالحہ بھی کہا جاتا ہے۔مطلب یہ کہ علمی امور ہوں یا عبادت سے متعلقہ معاملات ہوں سبھی اس کے تحت آتے ہیں۔حدیثِ صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

إن أوّل ثلاثة تسجر بهم جهنم رجل تعلّم العلم وعلّمه ، وقرأ القرآن وأقرأه ليقول الناس هو عالم وَقارئ. ورجل قاتَل وجاهد ليقول الناسُ هو شجاع وجريئ. ورجل تصدّق وأعطى ليقول الناس جوّاد سخي (۱)۔

سب سے پہلے جن تین لوگوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی ان میں سے ایک وہ ہوگا جس نے علم سیکھا سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھا پڑھایا ہوگا تاکہ لوگ اسے عالم اور قاری کہیں۔دوسرا وہ ہوگا جس نے قتال اور جہاد اس لیے کیا ہوگا کہ لوگ اسے بہادر اور جرأت مند کہیں۔تیسرا وہ شخص ہوگا جس نے صدقہ خیرات کیا ہوگا تاکہ لوگ اسے سخی کہیں۔

یہ تینوں لوگ جو ریاکاری کرتے اور شہرت چاہتے ہیں، انبیاء کے بعد ان تین درجات کے لوگوں کے برعکس ہیں جن میں صدیقین، شہداء اور صالحین ہوں گے۔اس لیے کہ جو شخص

۱۔ صحیح مسلم: کتاب الأمارة.....، سنن نسائی: کتاب الجهاد، باب من قاتل ليقال فلان جريئ.....، مسند احمد: باقي مسند المكثرين ..... میں یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وہ علم سیکھتا اور سکھاتا ہے جو اس نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا، وہ صدیق ہے اور جس نے اس لیے قتال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے اور اسی راہ میں قتل ہو گیا وہ شہید ہے اور جس نے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کیا وہ صالح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے مال میں بے جا تصرف کرنے والا موت کے وقت دنیا میں واپسی کی درخواست کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''جس شخص کو مال دیا گیا اور اس نے اس سے حج نہ کیا، نہ زکوٰۃ دی تو وہ موت کے وقت واپسی کی درخواست کرے گا'' یہاں آپؐ نے درج ذیل ارشادِ باری تعالیٰ کی تلاوت کی: ﴿وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [المنافقون ۶۳: ۱۰] (اور جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کر لو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو، پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! آپ نے مجھے کچھ مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات کر لیتا اور نیکی کرنے والوں میں شامل ہو جاتا)۔

یہ سب علمی اور کلامی امور ہیں۔ ان کی خبر دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں، یومِ آخرت کے بارے میں اور ماضی و مستقبل کی خبروں کے بارے میں جو کچھ بتا رہا ہے وہ حق اور سچ ہو اور وہ جن کاموں کے کرنے کی دعوت دے رہا ہے اور جن کے کرنے سے منع کر رہا ہے، سب اسی کے مطابق ہوں جو کچھ رسول اپنے اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ یہی درست اور سنت و شریعت کے مطابق ہے۔ یہی ہے جسے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی اتباع کہا جاتا ہے۔

اسی طرح عبادات کا معاملہ ہے یعنی وہ طریقے جن سے بندے عبادات بجا لاتے ہیں۔ یہ اگر انہی امور میں سے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا اور جن کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو یہ درست، حق اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق ہوں گے جو اس نے اپنے رسولوں کو دیکر بھیجی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ دونوں قسموں میں سے جو کچھ اس معیار کا نہیں ہوگا وہ باطل، جہالت اور گمراہ کن بدعات میں سے ہوگا اگرچہ لوگ اسے علوم، معقولات، عبادات، مجاہدات، ذوق اور مقامات وغیرہ جو نام چاہیں دیتے رہیں۔ ان امور میں بھی یہی چاہیے کہ اسی بات کا امر کیا جائے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اسی سے نہی کی جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور وہی خبر دی جائے جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے کیوں کہ یہی حق ہے، یہی ایمان ہے اور یہی ہدایت ہے جیسا کہ حضراتِ رُسل نے اس کی خبر دی ہے۔ عبادت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اگر خواہشِ نفس، فخر، اِظہارِ علم و فضل کو عبادت کہا جانے لگے یا ریا و شہرت کے مظاہر کو عبادت کا نام دیا جانے لگے تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے بہادری کے مظاہرے، فخر اور ریاکاری کے لیے قتال کرنے والا۔

اس سے اس کیفیت کی وضاحت ہو جاتی ہے جس کا شکار بہت سے اہلِ علم و کلام اور بہت سے عبادت گزار و اہلِ احوال ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ کئی مرتبہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوتی ہیں یا ان میں سنت کی خلاف ورزی اور موافقت دونوں شامل ہوتی ہیں۔ یہ لوگ کئی مرتبہ ایسی عبادات کر رہے ہوتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا بلکہ بعض اوقات ایسے کام بطورِ عبادت کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یا جن میں ضمناً کوئی ممنوع امر شامل ہوتا ہے۔ یہ لوگ کئی مرتبہ قتال بھی ایسا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم فرمودہ قتال کے خلاف ہوتا ہے یا اس میں ضمناً کوئی ممنوع امر پایا جاتا ہے۔

پھر ان تینوں قسموں مامور، ممنوع، مشترک (مشکوک) میں سے کوئی بھی کام کرنے والے کی نیت یا تو اچھی ہوگی یا وہ اس میں اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے۔ بعض اوقات کسی کام کرنے والے کی نیت میں یہ دونوں چیزیں بیک وقت جمع بھی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح کے اعمال اور ان پر خرچ کیے جانے والے اموال کو ملا کر نو قسمیں ہوئیں۔ ان میں حکومتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموال جیسے مالِ فیئ وغیرہ، وقف کے اموال، وصیت سے حاصل ہونے والے اموال، نذر کے اموال، عطیات، صدقات اور صلہ وغیرہ کے اموال۔ یہ سب حق کو باطل کے ساتھ ملا جلا دینے اور عملِ صالح کو برے اعمال کے ساتھ خلط ملط کرنے کی صورتیں ہیں۔ اس میں جو حصہ برائی کا ہوتا ہے اس کے کرنے والا بعض اوقات غلطی سے ایسا کرتا ہے اور بعض اوقات وہ بھولا ہوا ہوتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اسے معافی ہو جائے گی جیسا کہ مجتہد اگر غلطی کر جائے تو اسے اجر بھی ملتا ہے اور اس کی غلطی بھی معاف ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات کسی کا گناہ بہت چھوٹا ہوتا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچنے کی برکت سے معاف کر دیا جاتا ہے، کبھی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے، کبھی گناہ کے بعد نیکی کرنے کی وجہ سے مٹ جاتا ہے، کبھی دنیوی مصائب کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے اور کبھی اس کے علاوہ اس کی بخشش کا اور کوئی ذریعہ بن جاتا ہے۔

البتہ اللہ کا دین جس پر مشتمل اس نے اپنی کتابیں نازل کیں اور جو دے کر اس نے اپنے رسول بھیجے جیسا کہ پہلے بیان ہوا، وہی عمل صالح ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مرضی کے مطابق ہے۔ یہی وہ جامع اسلام ہے جس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی دین قبول نہیں کرتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران ۳: ۸۵] (اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)۔ نیز فرمایا: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران ۳: ۱۸] (اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرشتے اور اہلِ علم بھی یہی گواہی دیتے ہیں کہ وہ عدل سے انتظام چلانے والا معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو کہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے)۔ لفظِ اسلام میں دونوں معانی پائے جاتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ایک معنی اطاعت وفرماں برداری ہے اور دوسرا معنی خالصتاً ایک کا ہونا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَجُلاً سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾[الزمر ۳۹:۲۹] (اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ہی ایک شخص کی مِلک ہے) یعنی وہ مشترک نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ بندہ خالصتاً رب العالمین کے لیے ہو جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ، وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ، إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ: أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ. وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ: يَا بَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلاَ تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾[البقرۃ ۲:۱۳۰-۱۳۲] (اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے گا، سوائے اس کے جو خود احمق بن چکا ہو۔ ہم نے تو انہیں دنیا میں بھی منتخب کر لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صلحاء میں سے ہوں گے۔ جب ان سے ان کے رب نے فرمایا کہ فرماں بردار ہو جاؤ تو انہوں نے عرض کیا: میں سارے جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہوں۔ اسی بات کی ہدایت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یہی یعقوب نے اپنی اولاد سے کہا: اے میرے بچو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے دین کا انتخاب فرما لیا ہے۔ اب ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ تم مرتے وقت مسلمان ہونے کے علاوہ کچھ اور ہو)۔ نیز فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ، دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾[الأنعام ۶:۱۶۱-۱۶۳] (آپ کہہ دیجیے کہ مجھ کو میرے پروردگار نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، مستحکم دین، یکسو چلنے والے ابراہیم کا طریقہ، اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے)۔

اسلام مصدر سے فعل لازم بھی استعمال ہوتا ہے اور اسے متعدی کرنے کے لیے بطورِ صلہ لام لگایا جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ آیتِ کریمہ میں آیا ہے۔ اسی طرح درجِ ذیل ارشادِ باری تعالیٰ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے: ﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾ [الزمر ۳۹:۵۴] (اپنے رب کی طرف رجوع کرلو اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ۔ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آواقع ہو اور پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ پہنچ سکے)۔ نیز اس ارشاد میں: ﴿قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [النمل ۲۷:۴۴] (وہ بول اٹھی: اے میرے رب! میں اپنی جان پر ظلم کرتی رہی اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ [آل عمران ۳:۸۲] (تو کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طریقے کی تلاش میں ہیں حالاں کہ جو کوئی بھی زمین و آسمان میں ہے، اسی کا فرماں بردار ہے خواہ اس کا دل چاہے یا نہ چاہے۔ اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)۔ اور ﴿قُلْ أَنَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ، لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا، قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى، وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ، وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ﴾ [الأنعام ۶:۷۱-۷۲] (آپ کہہ دیجیے: کیا ہم اللہ کے سوا کسی ایسے کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے نہ برا۔ اور جب ہمیں اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے تو ہم الٹے پاؤں پھر جائیں، جیسے کسی شخص کو کسی علاقے میں شیاطین نے راستہ بھلا دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرے۔ اِدھر اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔ آپ کہہ دیجیے کہ راستہ تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے اور ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ پوری طرح رب العالمین کے فرماں بردار بن جائیں۔ اور یہ کہ نماز کے پابند رہیں اور اس سے ڈرتے رہیں)۔ کبھی یہ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس صورت میں عام طور پر اس کے ساتھ ''احسان'' کا ذکر بھی ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى، تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ، قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ. بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾[البقرۃ ۲: ۱۱۱-۱۱۲](اور وہ کہتے ہیں یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں۔ آپ کہہ دیجیے: تم اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو، ہاں البتہ اگر کوئی شخص اللہ کے آگے اپنی گردن جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔ اور ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَّاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴾[النساء ۴: ۱۲۵] (اور دین کے لحاظ سے اس شخص سے اچھا کون ہو سکتا ہے جو اپنی گردن اللہ کے آگے جھکا دے اور مخلص بھی ہو اور ابراہیم کے طریقے پر بھی چلے جو یکسو ہو کر چلنے والے تھے۔ اور اللہ نے تو ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا)۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی نفی فرما دی کہ کوئی دین اس دین سے بہتر ہو سکتا ہے جس میں گردن کو جھکا دینا بھی ہو اور اخلاص بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ جو شخص بھی اخلاص کے ساتھ اپنی گردن اس کے سامنے جھکا دیتا ہے اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جامع بات اور عمومی اصول بیان فرما کر ان لوگوں کا رد فرما دیا جو اپنے تئیں سمجھتے ہیں کہ جنت میں صرف وہی داخل ہوگا جو یہودی ہوگا یا نصرانی ہوگا۔ انسان کے یہ دونوں اوصاف یعنی گردن اللہ کے سامنے جھکانا اور اسی کے لیے مخلص ہونا سب سے اعلیٰ اصول ہیں۔ ان دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل خالص اللہ کے لیے ہو، درست ہو اور سنت و شریعت کے مطابق ہو۔ گردن اللہ کے آگے جھکانے کے اندر ارادہ اور نیت بھی شامل ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

أستغفر الله ذنبًا لست محصيه

رب العباد اليه الوجه والعمل

میں اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگتا ہوں جس سے بچنا میرے بس میں نہیں۔ وہ بندوں کا رب ہے۔ اسی کی طرف ہماری نیت بھی ہے اور عمل بھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کیفیت کے لیے چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں: ایک تو یہی اِسلام الوجہ (چہرہ جھکانا) ہے دوسرا اِقامۃ الوجہ (سیدھا رُخ کرنا) ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾[الأعراف ۷:۲۹] (اور تم ہر سجدے کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو)۔ نیز فرمایا: ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا، فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾[الروم ۳۰:۳۰] (تو تم ایک طرف کے ہو کر سیدھا منہ کیے دینِ حق پر چلتے جاؤ اور اللہ کی فطرت کو اختیار کیے رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے)۔ تیسرا لفظ توجیہ الوجہ (کسی سمت رُخ کرنا) جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قول ارشادِ باری تعالیٰ میں منقول ہے: ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[الأنعام ۶:۷۹] (میں نے ایک طرف کا ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کی افتتاحی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ(۱)۔

میں نے ایک طرف کا ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو یوں فرماتے:

۱۔ صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه ۱:۵۳۴، سنن ابی داؤد: کتاب الصلاة، باب مايستفتح به الصلاة من الدعاء ۱:۲۰۱، سنن ترمذی: کتاب الدعوات عن رسول الله، باب منه ۵:۴۸۷، سنن نسائی: کتاب الافتتاح، باب نوع آخر من الذكر والدعاء بين التكبير..... ۲:۱۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيكَ(۱)۔

اے اللہ میں نے اپنا نفس آپ کے تابع کر دیا اور اپنا رُخ آپ کی طرف پھیر دیا۔

وجہ (رُخ کرنے) کے عمل میں متوجہ (رُخ کرنے والا)، متوجہ إليه (جس کی طرف رُخ کیا جائے) اور توجہ (رُخ کرنا) سب شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے: أيّ وجه تريد أي أيّ وِجهة وناحية تقصد یعنی کس سمت اور کس رخ پر جانے کا ارادہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ چناں چہ جب بھی انسان رُخ کرے گا کسی سمت رُخ کرے گا اور سمت کے لیے رُخ کرنے کا عمل ضروری ہے۔ باطن اور ظاہر دونوں میں یہی صورتحال ہے۔

یہ چار امور ہیں اور باطن اصل ہے جب کہ ظاہر اس کا تکمیلی مرحلہ اور اس کی علامت ہے۔ جب انسان کا دِل کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی پیروی میں اس کا ظاہری رُخ بھی اسی طرف ہو جاتا ہے۔ اگر بندے کا مقصود، اس کی مراد اور اس کی توجہ اللہ کی طرف ہو تو یہ اس کے ارادے اور قصد کی درست سمت کی علامت ہے۔ اگر وہ اس توجہ کے ساتھ ساتھ مخلص بھی ہو تو اب اس کے پاس پورے اسباب مہیا ہیں جن سے اس کا عمل، عملِ صالح بن سکتا ہے اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانے والا نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ کی دعا میں بھی اسی بات کا ذکر ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''اللهم اجعل عملي كله صالحاً ،واجعله لوجهك خالصاً ولاتجعل لأحدفيه شيئاً'' (اے اللہ! میرے پورے عمل کو عملِ صالح بنا دے۔ اسے خالص اپنی ذات کے لیے بنا دے اور کسی دوسرے کے لیے اس میں کوئی حصہ نہ بنا)۔ عملِ صالح ہی احسان ہے۔ ''احسان'' کا معنی ''فعل الحسنات'' (نیک کام کرنا) ہے اور نیک کام وہی ہوتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ وہی ہے جو اس نے شریعت بنا کر بھیجی ہے۔ یہ وہی کام ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ جو شخص اپنا قصد خالص

۱۔ صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الأیمن ۵: ۲۳۲۷، صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب مایقول عندالنوم وأخذ المضجع ۴: ۲۰۸۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے لیے رکھے گا اور اپنے عمل میں مخلص ہوگا وہ ثواب کا مستحق اور سزا سے محفوظ رہنے والا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالح ان دونوں اصولوں کو جمع رکھتے تھے جیسا کہ فضیل بن عیاضؒ نے ارشادِ باری تعالیٰ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ [الملک ۶۷:۳] (تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے) میں ''أحسن عملا'' (سب سے اچھا عمل) کی تفسیر میں فرمایا: ''أخلصه وأصوبه'' (سب سے زیادہ مخلصانہ اور سب سے زیادہ درست)۔ کسی نے عرض کیا: اے ابوعلی! سب سے زیادہ مخلصانہ اور سب سے زیادہ درست کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے کہا: کوئی کام جب درست ہو مگر خالص نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا، اور خالص ہو مگر درست نہ ہو تب بھی قبول نہیں ہوگا یہاں تک کہ اخلاص اور درستی دونوں اس میں پائی جائیں۔ کسی عمل کا خالص ہونا یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے ہو اور درست ہونا یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔

ابنِ شاہینؒ اور لالکائیؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کوئی قول یا عمل نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتا اور کوئی قول، عمل اور نیت قبول نہیں ہوتے مگر اس صورت میں کہ وہ سنت کے مطابق ہوں۔ ان دونوں حضرات نے حسن بصریؒ سے اسی سے ملتی جلتی بات نقل کی ہے، البتہ ان کے قول میں ''لا یقبل'' (قبول نہیں ہوتے) کی بجائے ''لا یصلح'' (درست نہیں ہوتے) کے الفاظ ہیں۔ اس میں مرجئہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ صرف قول ہی کافی ہے(۱)۔

انہوں نے یہ واضح کر دیا کہ قول اور عمل دونوں ضروری ہیں کیوں کہ ایمان قول اور عمل دونوں کا نام ہے جن کے بغیر چارہ نہیں۔ ہم اس کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر ذکر کر چکے ہیں۔

۱۔ آیا ایمان کے لیے بنیادی طور پر دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہی کافی ہے یا عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ ایک لمبی بحث ہے جس میں علماءِ کلام کے ہاں کافی سرگرمی رہی ہے علماء کی ایک بڑی جماعت اس کی قائل ہے کہ ایمان تو دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے اور اعمال کی اپنی جزا و سزا ہے اور ان کے پاس وافر مقدار میں دلائل ہیں مگر یہ نظریہ بھی بہر حال مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے ہاں مقبول ہے کہ عملِ صالح کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا غالباً امام ابن تیمیہؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں ہم نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ بغض اور تکبر کے ہوتے ہوئے صرف دِل اور زبان کی تصدیق کو ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا یہاں تک کہ اس تصدیق کے ساتھ عملِ صالح بھی شامل ہو۔ اس پر تمام مومنین کا اتفاق ہے۔

عمل کی اصل بنیاد دِل کا عمل ہے۔ دِل کا عمل ایسی محبت اور تعظیم ہے جو بغض اور تکبر کے منافی ہو۔ پھر علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی قول اور عمل نیت کے بغیر قابلِ قبول نہیں اور یہ ظاہر ہے کیوں کہ قول اور عمل اگر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرتے۔ علماء مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قول، عمل اور نیت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ سنت کے مطابق نہ ہوں۔ یہی شریعت ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ ایسا کوئی بھی قول، عمل یا نیت جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ساتھ مسنون اور مشروع نہ ہو وہ بدعت ہوتا ہے اور ایسے امور میں سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ اسے قبول بھی نہیں کرتے، نہ ایسے اعمال اعمالِ صالحہ بنتے ہیں جیسا کہ مشرکین اور اہلِ کتاب کے اعمال وغیرہ۔

علماءِ سلف کے بیان کے مطابق لفظِ سنت کے ضمن میں عبادات بھی آتی ہیں اور عقائد بھی اگرچہ اکثر مصنفین جنہوں نے سنت کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں سنت سے مراد عقائد کی بحث ہی لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کا یہ ارشاد: ''اقتصاد في سُنّة خير من اجتهاد في بدعة'' (سنت میں میانہ روی سے چلتے رہنا بدعت میں زیادہ محنت کرنے سے بہتر ہے)۔ اسی طرح کی اور بھی مثالیں ملتی ہیں۔

اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور صلاۃ وسلام حضرت محمد پر اور ان کی آلِ پاک پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔

اللہ کا شکر ہے کہ کتاب مکمل ہوئی

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ

آئینِ پاکستان ۱۹۷۳ء xxxvi,xxxv

آذربیجان xxxii

آزر xlvi

آصی liii

آقوش افرم، نائب شام lvii، xli، lxvi، lv

آقوش محمدی lxv

آکش بیگ lv

آیدمیر ظاہری، عزالدین lxv، lv

ائمہ اربعہ xlii

اباقا بن ہلاکو xlix

ابراہیم علیہ السلام xlv، xlvi، ۱۷۷، ۱۷۸

ابراہیم (بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۵۴

ابن ابی لیلیٰؒ ۳۶

ابنِ اثیر، ضیاء الدین ابو الفتح lx

ابن اخوۃ شافعیؒ xxxv

ابن بسام محتسب xxxv

ابن تیمیہؒ، شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم xii، xi، x، ix، viii، vii، xxxv، xxxvi، xxxvii، xxxviii، xxxix، xl، xli، xlii، xliii، xliv، lii، liii، liv، lvi، lvii، lviii، lxvi، lxviii، ۳

کا جنازہ xliv

کا سنِ ولادت li

کا مسکن liii

کا وطن دمشق liii

کی پیدائش کے وقت xlv، li

کی پیدائش کے تین سال بعد xlix

کی پیدائش سے پانچ سال xlviii

کی گرفتاری xliii

کی والدہ سیدہ منعم حرانیہ xlii

کی وفات xliii

کے والد ابوالمحاسن عبدالرحیم xlvi

ابنِ جملہ، قاضی جمال الدین xliii

ابنِ جوزی، ابوالفرج ۳۲

ابن حبیبؒ ۴۸، ۴۹، ۵۰

ابنِ حجرؒ، حافظ xxi

ابن حداد lxvi

ابن حزم اندلسی xxxiv

ابن خزیمہؒ ۳۵

ابنِ خطیری، حاجب دمشق xliii

ابن خلدون xxxiv

ابن دریدؒ xxiii

ابن الدیلیؒ ۷۳

ابن الساعدی xxiii

ابن سلعوس lxv

ابنِ شاہینؒ ۱۸۰

ابن شیخ السلامیہ، فخرالدین lxvi

ابن عائشہ xxxiii

ابنِ عاشور، محمد طاہر xv,xxi,xxiii,xxxiii

ابن عباسؓ xxvi، ۲۶، ۱۰۰، ۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عبدون اشبیلی xxxv
ابن عتابؒ ۸۵،۸۶
ابن عقیل ۴۶
ابنِ العلقمی، مؤیدالدین xlviii
ابن قاسمؒ (امام) xxxiii، ۴۷، ۸۵
ابن قدامہؒ xxxix
ابن قطانؒ ۸۵
ابنِ القیم الجوزیہ، حافظ شمس الدین محمد xvi،xliii
ابنِ کثیر، حافظ xliii،xliv
ابن اللتبیہؓ ازدی xxxi، ۳۴
ابن یشون ۸۶
ابن مسعودؓ، (ابوعبدالرحمٰن) xxv، ۳۵، ۵۵، ۱۰۴
ابن منظور افریقی xiv
ابنِ نحاس، جمال الدین lxvi
ابن نشابی lxvi
ابوالاصبع، قاضی ۸۵
ابوبکر صدیقؓ ۳۵، ۱۰۵، ۱۳۶، ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۶۹، ۱۷۰
ابوبکر بن منذرؒ ۳۵
ابوثعلبہ خشنیؓ ۱۰۵
ابوالحسن بن قصار مالکیؒ ۴۸
ابوالحسن علی ندویؒ xxxix
ابوحمید الساعدیؓ ۳۴
ابو حنیفہؒ ۳۱، ۳۶، ۵۳، ۵۹
ابوالخطابؒ ۴۶
ابوداودؒ ۲۹، ۵۰، ۸۷، ۸۸، ۸۹
ابوالدرداءؓ ۱۸۱
ابوزہرہ، محمد xxxix
ابوسعیدؓ ۱۰
ابوسعید بہادر بن خربند xlix
ابوعبداللہ محمد lxvi
ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی حنبلی xxxix
ابو عبیدہ ۸۲
ابوعمادسخاوی lxviii
ابومجنؓ lxiii
ابوموسیٰ اشعریؓ ۵، ۳۴، ۱۶۱
ابونصر فارابی xlvi
ابوالولید باجیؒ ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۱
ابوہریرہؓ xxix,xxviii، ۱۰، ۲۱، ۵۰، ۸۷
ابویعلی حنبلیؒ x
ابویعلی فراء xxxiv
ابویعلی (قاضی) ۴۶، ۱۲۰
ابویوسف، امامؒ ۳۶، ۵۹
ابی بن کعبؓ ۱۸۱
اجارہ ۳۷، ۳۸
احتساب ix،x،xiv،xxiii،xxxi، xxxiv،
xii، xxxv
احتسابی حکمتِ عملی کا بہترین نمونہ xxx
احمد تگودر بن ہلاکو xlix
احمد بن حنبلؒ ۱۰، ۲۶، ۳۵، ۴۱، ۴۶، ۵۵، ۵۶، ۵۷،
۵۸، ۵۳، ۶۲، ۷۰، ۷۷، ۸۰، ۸۲، ۸۸، ۸۹
احمیہ ۱۶۹
ادرلو، شجاع الدین lv
اڈیسا xlv
ارجواش، علم الدین منصوری lvi

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارغون بن ابا قا xlix
اُرفا xlv
ارمنی امین الدین یوسف رومی lxvi
اَزد ۳۴
اسحاق بن راہویہ ۳۵
اسکندریہ xli
اسلامی نظریاتی کونسل xxxvi
اسلامی ہند xxxiv
اشج، محمد بن خالد بن مرتعیل xxxiii
اشہبؒ ۴۹، ۸۴، ۸۶
اصحابِ مدین ۱۲۲
اصلام lv
افغانستان xlvii
ام شفاء xxxiii
امر بالمعروف ix، xi، xxii، xiii، xv، xxxiii، lxvii، ۱۱، ۱۸، ۳۳، ۶۹، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸
امراءِ سبعین (ستر) اور خمسین (پچاس) liii
امراءِ طبل خانہ جات کی تعداد liii
امراءِ عشرات liii
امراءِ عشریات (بیس بیس کے دستے) liii
امراءِ مقدمین کی تعداد liii
امم سابقہ ۹۸
امیرِ طبل خانہ liii
امیرِ عشرات (دس دس کے دستے) liii
امیرِ مقدم liii
انسؓ ۴۸
انصارؓ ۱۳۰
اوکتائی خان xlvii
اولگاتیو، محمد خرزبندا xlix
اولوالامر xxi، ۱۶۹، ۱۷۰
اہلِ خیبر ۳۶، ۴۴
اہلِ روم ۱۵
اہلِ سنت وجماعت ۱۰۷
اہلِ فارس ۱۵
اہلِ کتاب ۱۱۲، ۱۸۱
اہلِ مدینہ xxv، ۴۲
ایران xxxiv، xlvii
ایلخانی مملکت xlvii
ایوبی خاندان l
بایدو خان بن طرغای بن ہلاکو xlix
بخاری ۳۲، ۳۵، ۴۰، ۴۱، ۹۶
براء بن عازبؓ ۱۷۸
براء بن معرور ۱۴۶
برق، غلام جیلانی xxxix
بزار، سراج الدین عمر xxxix
بصراوی، نجم الدین lxvi
بصراوی، فخر الدین سلیمان lxvi
بصرہ ۷۵
بعلبک xxxviii، li
بغداد xl، xlviii، li، l
بلادِ مغرب ۱۸
بنو امیہ xlvi

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنو تمیم ۱۶۱
بنو حفص xxxiii
بنو سلمہ ۱۴۵
بنو عباس xlvi
بنو اسرائیل ۹۸، ۹۹
بیت المقدس xli
بیع غرر ۴۴
بیع ملامسہ ۴۴
بیع منابذہ ۴۴
بیعتِ رضوان ۴۳، ۱۶۴
پاکستان xxxv، xxxvi
پولیس xxxiii
تاتاری lviii، lvii، li، xlix، xli، xl، xxxviii
تبریز xlix
ترک liii
ترکی xl، xlv، xlvii
ترکوں کی عثمانی خلافت xxxiv
ترمذیؒ ۲۵، ۲۹، ۸۸
تقلید lx
تکریتی، یوسف بن توبہ lxv
تنفز، سیف الدین خلیل lv
تیونس xxxiii
جابر بن عبداللہؓ ۱۴۶
جاگیردار ۳۸
جاگیر کا ٹھیکہ پر دینا ۳۸
جد بن قیس ۱۴۵، ۱۶۴
جرکس liii
جزیرۂ عرب ۴۴
جزیرۂ فرات xlv
جزیہ ۴۴
جنگِ احزاب lviii
جوا ۴۴
چاغان اغیرلی، سیف الدین lv، lxvi
چنگیز خان xlvii
چین xlvii
حاطب بن ابی بلتعہؓ xxxii، ۴۶
حاکم بامراللہ، ابوالعباس احمد بن ابی علی li
حدِ حرابہ ۵۸
حدِ سرقہ ۵۸
حدِ شراب نوشی ۵۸
حدِ قذف ۷۰
حذیفہ بن یمانؓ ۱۰۴
حران liii، xlv، xlvi، xl، vii
حسبہ lx، xvii
ابن تیمیہؒ کے دور میں lix
امر بالمعروف کا نام xv
ایکٹ xxxvi
کا ادارہ دیگر مناصب میں lix
کا شعبہ قضا کے ماتحت xxxii
کا فکری اور تاریخی پس منظر xiii
کی عملداری xv
کی لغوی تحقیق xiii
کے قواعد وضوابط xx
کے موضوع پر تالیفات xxxiv

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسان بن ثابتؓ ۱۵۴
حسن بصریؒ ۱۵۱، ۱۸۰
حکیم بن حزامؓ ۲۱، ۶۳
حلب ۱، li، lvii
حماہ lvii، li، xli
حمص li، xxxviii
حمل کے حمل کی بیع ۴۴
الحموی، عزالدین ایبک، نائب دمشق xl، lv، lxvi
حوی، محمد بن احمد تغلبی lxv
خالد بن سعید العاصؓ ۳۳
خاندانِ ممالیک lii
خراسان xxxii
خلافتِ عباسیہ xiii, xx, xiii
خلافتِ فاطمیہ xxxiii
خوارج ۱۰۶
خوارزم شاہی xlvii
خیبر ۳۶، ۴۳، ۷۸
دارالحدیث السکریۃ xl، xxxvii
دارالسعادہ xlii
دارالکاتب العربی lxvii
داؤد بن صالح تمار ۴۶
داؤد بن علی ۳۵
دراوردی ۴۶
دمشق xl، xli، xlii، xliii، l، li، lvi، lvii، lix، l
کا انتظامی ڈھانچہ liii
کا نائب liv
کی افواج liii
کے نائب سلطنت xliii
دورِ فاروقی xxxiv، xlvi
دیارِ عُیینہ ۳۳
دیوانِ مظالم li
ذخیرہ اندوزی ۲۷
رائج الوقت قیمت ۲۷
رِبَاالفضل ۲۴
رِباالنسیئہ ۲۴
ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن ۴۹
روافض ۱۰۶
روسی liii
روی liii
رُوَیشِد ثقفی xxxii، ۸۲
رُہا xlv
زبیرؓ ۸۳
زرعی، شیخ برہان الدین احمد بن ہلال xliii
زرکلی، خیر الدین xlviii
زہریؒ xxxiii
زین الدین، عبدالرحمٰن برادر ابن تیمیہؒ xliii، xliv
زین الدین محتسب lxvi
سالمؒ ۴۹
سعد بن ابی وقاصؓ xxxii، xlvi، lxiii، ۸۰
سعد بن معاذؓ ۱۱۰
سعید بن جبیرؒ ۱۸۰
سعید بن العاصؓ xxxi
سعید بن میتبؒ ۴۶، ۴۹
سفح قاسیون xl

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفینۂ جعفر ۴۳
سقطی مالقی xxxv
سلاطینِ ممالیک xlix، lii
سلمان بن ربیعہؓ ۱۴۶
سلمی، محمد بن احمد بن عمر lxv
سلمیہ xxxviii، li
سلیمان ۱۷۶
سمرہ بن جندبؓ xxx
سنائی، ضیاء الدین xxxv
سنقر اشقر lv
سنقر منصوری lxvi
سنن ابوداؤد ۱۰، ۲۵، ۵۵، ۶۳
سنی xlviii
سود ۴۴
سوق خلیل xliv
سوق المصلی ۴۶
سیس lvi
شافعیؒ ۲۶، ۳۷، ۴۶، ۴۷، ۵۹، ۶۲، ۷۷، ۸۰، ۱۴۱
شام vii، xxxviii، xl، xli، xlv، l، li، liii، iv، lvi، lvii، ۱۷، ۳۲
شرف الدین عبداللہؒ، برادرِ ابن تیمیہؒ xliv
شریف، ابوجعفرؒ ۴۶
شعیب علیہ السلام xxvi، ۲۱
شفعہ ۵۴
شغب xli، lviii
شہاب الدین حنفی lxvi
شہاوی، ابراہیم دسوقی xxxv
شیبانی، شیخ الشیوخ محمود بن علی lvi،
شیرازی، تاج الدین lxv
شیرزی، عبدالرحمٰن xxxiv،
شیعہ xlviii
صبیغ بن عسل ۷۱، ۷۴
صوبہ سَرحد xxxvi
صوفیہ: مقبرہ xlii، xliv
ضحاک بن خلیفہ xxxii
طائف ۳۳، ۴۶
طبریؒ، محمد بن جریر xxv، ۴۴
طبل خانہ جات liii، liv
طرابلسِ شام xli
طرنطائی، حسام الدین lv، lxv
طوفانِ نوح xlv
طیبرس، وزیری، علاء الدین lv
عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین ۱۲۷
عبادات بدنیہ ۸۱
عبادات مالیہ ۸۱
عبادات مرکبہ (بدنیہ، مالیہ) ۸۱
عباسی خلافت xii، xlviii
عبدالرحمٰن بن سمرہ xxii
عبدالسلام حافظ xxxix
عبداللہ بن زبیرؓ ۸۳
عبداللہ بن عتبہ xxxiii
عبداللہ بن عمرؓ ۱۰، ۴۹، ۷۸، ۸۳، ۸۷
عبداللہ بن مسعودؓ ۱۸۱
عبدالملک بن حبیبؒ ۸۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عتاب بن اسیدؓ ۳۳
عثمانؓ بن عفانؓ ۳۵، ۷۹، ۸۹، ۱۳۶، ۱۳۹
عثمان بن العاصؓ ۳۳
عجمی، امین الدین lxvi
عجمی، یوسف lxvi
عدالت مظالم li
عراق xlv، xlvii
عرفِ عام ۳۷
عزالدین بن القلانسی lxvi
عزالدین بن مبشر lxvi
عساف نامی عیسائی گستاخِ رسول xl
عقدِ صحیح ۳۸
عقدِ فاسد ۳۸
عقوبات ۸۱
عقودِ فاسدہ ۳۷
عقودِ صحیحہ ۳۷
عکا lii
عکبریؒ، ابوحفص ۴۶
علاء بن عبد الرحمٰنؒ ۵۰
علوی، مصطفیٰ، ڈاکٹر xxxv
علی بن ابی طالبؓ ۳۴، ۳۵، ۷۹، ۸۲، ۱۳۶
عمرؓ بن خطابؓ xxxi, xxiii, xiii xxxiii, xxxi,
xxxiv، ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۳۵، ۳۶، ۴۳، ۴۶، ۵۷،
۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۴، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۹،
۹۲، ۱۱۷، ۱۳۶، ۱۴۶، ۱۷۹
عمر بن عبد العزیزؒ ۱۱۷
العمری، شہاب الدین احمد بن یحییٰ xxxix
عہدِ مملوکی xxxvii
عیاضؒ، قاضی ۱۱۵
عیاض بن غنم xlvi
عین جالوت کے معرکے میں l
عینیؒ، بدرالدین xxii, xxiii
غازان، تاتاری مسلمان بادشاہ محمود بن کیخاتو
xxxviii، xxxix، xlix، lvi،
غرلو عادلی، سیف الدین lxvi
غزالی، ابوحامد x، xxxiv، lxviii، ۳۲
غزوۂ روم ۱۶۴
غزہ xli
فارس xxxii
فرعون مصر ۱۵، ۱۲۴، ۱۲۶
فزاری، شیخ الاسلام تاج الدین شافعی xxxvii
فضیل بن عیاضؒ ۱۸۰
قاسم بن محمد ۴۶، ۴۹
قاہرہ xxxviii، xli، li، lvii، lix
قبچاق منصوری، سیف الدین lv، lvi، lxvi
قتلغشاہ، تاتاری کمان دار lviii
قرطبہ xxxiii
قرطبیؒ xx
قلاؤن lxv
قلعۂ جبل xli
قلعۂ دمشق xliii، liv، lvi
قلقشندیؒ xv، xxxiii
قومِ ثمود ۱۲۲، ۱۲۶
قومِ عاد ۱۲۲، ۱۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومِ فرعون ۱۲۲، ۱۲۶
قومِ لوط ۱۲۲
قومِ نوح ۱۲۲
کتبغانویں، تاتاری سپہ سالار
کرک li
کسروان xli، lvii
کعب بن زہیرؓ ۱۵۳
کفاراتِ بدنیہ ۸۱
کفاراتِ مالیہ ۸۱
کفاراتِ مرکبہ ۸۱
کوکن عمری، محمد یوسف، افضل العلماء xxxix
کویت lxvii
کیخاتو خان بن ابا قا xlix
کیوک خان بن اوکتائی خان xlvii
لاچین سلحداری lxv، lxvi
لالکائیؒ ۱۸۰
لقمان حکیم ۱۱۸
لیث بن سعدؒ ۳۶
مالِ فیئ ۵۲
مالک بن انسؒ ۲۰، ۳۷، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۵۳، ۶۲، ۷۳، ۷۷، ۸۰، ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۸۸
مالک بن حویرث ۱۶۷
مالی عقوبات ۸۲
ماوردیؒ، قاضی قضاۃ ابوالحسن x، xv، xxii، xxiv، lxviii
مبسوط فتاویٰ xxxix
مجدالدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ xlvi
محتسب xv، xvii، xxiii، xxxii، xxxv، lix، lxi، ۱۲، ۱۸، ۲۰، ۷۴
محصلین ۳۴
محمد بن اسحاق ۳۵
محمد بن تمام، شیخ xliv
محمد بن جبیر اندلسی xlvi
محمد بن حسنؒ ۳۶، ۴۸، ۶۰
محمد بن عثمان lxv
محمد بن مسلمہ xxxii
محمد مبارک، پروفیسر lxviii
محمد المبارک xxxv
محمد متقی ہندی xxxiii
مدرسہ حنبلیہ xl، xliii
المدرسة العادلية الكبيرة lvi
مدونہ ۸۴
مدینہ منورہ xxxii، ۳۴، ۵۲، ۱۳۰
مراقبہ ۳۹
مراغی، احمد مصطفیٰ xxxv
مرج صفر lvii، lviii
مرعی حنبلیؒ xxxix
مرکزی کردستان xlv
مروجہ اجرت ۳۷
مزارعت ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹
مساقات ۳۶، ۳۷، ۳۹
مسترسل ۶۲
مستعصم باللہ، ابواحمد عبداللہ بن منصور xl، xlviii
مستعیر ۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعودیؒ، مؤرخ xlvi
مسلمؒ (امام) xxiii، ۲۷، ۳۲، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۹۶
مسلم سپین (اندلس) xxxiv
مسند امام احمدؒ ۱۰
مشارکت ۳۷، ۳۹
مشائخِ دمشق xxxviii
مصحفِ امام ۷۹
مصر xxxiii، xxxiv، xl، xli، xlii، li، liii، liv، lvii، lviii، ۱۷، ۳۲
کی خوارزم شاہی سلطنت xii
میں مملوکی سلاطین xii
مضاربہ ۳۷
مطرفؒ ۸۶
معاذ بن جبلؓ ۴، ۱۱۷
معتزلہ ۱۰۶، ۱۰۷
معمر بن عبداللہؓ ۲۷
مغربی ممالک xxxiii
مغلتیا نامی ہیکل xlvi
مکہ مکرمہ ۳۳، ۱۲۷
ملک اشرف، صلاح الدین خلیل بن قلاؤن lii، lv، lxv
ملک الامراء، امیر سیف الدین تنکز xii، xlvi، lxvi
ملک سعید محمد بن برکہ خان بن سبرس iii، lv
ملک ظاہر، رکن الدین بیبرس بندقداری li، lii، lv، lxv
ملک عادل، بدرالدین سلامش بن بیبرس iii، lv
ملک عادل، زین الدین کتبغا منصور iii، lv، lxvi
ملک مظفر، سلطان سیف الدین قطز li، l
ملک مظفر، رکن الدین بیبرس جاشنگیر iii، lv
ملک منصور، سیف الدین قلاؤن الفی lii
ملک منصور، حسام الدین لاچین اشقر lii، lv
ملک ناصر، سلطانِ مصر محمد بن قلاؤن xxxviii، xli، lii، lv، lvi، lvii، lxvi
الملک الناصر العزیز l
ممالک شامیہ liii
ممالکی سلاطین li
منگوخان بن تولی خان xlvii
منگولیا xlvii
موسیٰ علیہ السلام ۷۸، ۹۸، ۱۰۱، ۱۲۴
مہتار ہولینڈ lxviii
میدان طوی ۱۲۴
ناز، ایس ایم، ڈاکٹر xxxv
ناصرالدین، مدیر اوقاف xliii
نبی کریمؐ کی احتسابی ذمہ داریاں xxvi
نبی کریمؐ کی چند احتسابی ہدایات xxvii
نبی کریمؐ کے احتسابی اقدامات xxviii
نحاس xv
نصاریٰ ۱۵، ۴۴
نصر بن حجاج ۷۴
نصرالدین محمد بن شیخ فخر lxvi
نظامِ حسبہ xi، xxiii، xxxv، xxvii، lxviii
ایک اہم ادارے کے طور پر lix
خلافتِ عباسیہ سے قبل xxiii
کی فکری اساس xvii
کے کئی خدوخال xiii
نفسِ امّارہ ۱۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسِ لوامہ ۱۳۵
نفسِ مطمئنہ ۱۳۵
نفقۂ واجب ۳۰
نوح علیہ السلام ۱۶۰
نوروز، امیر xlix
نوویؒ xxii,xviii،xxii
نہر بلخ xlv
نہی عن المنکر ix،xi،xv،xvi، xxxiii، lxvii،
۱۱، ۱۸، ۳۳، ۶۹، ۹۵،۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۲،
۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹،
۱۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶
کے بہت سے قواعد وضوابط xxii
کے پروقار نظام xiii
کے فریضے کی ادائیگی xxxiii
نیا بتِ دمشق liv
نیا بتِ سلطنت ۱۱
واجباتِ شرعیہ ۸۱
وادی حوران xlv
وادی خازندار xxxviii
واقعۂ افک ۱۱۰
ولایتِ حرب صغریٰ ۱۱
ولایتِ حرب کبریٰ ۱۱
ولایتِ سوق xxxiii
ولایتِ مالیات ۱۱
ہارون، خلیل اللہ علیہ السلام کے چچا xlv
ہلاکو خان بن تولی xl، xlvii،xlviii،xlix، l
کا انتقال ہوگیا xlix
ہندوستان xlvii
یحییٰ بن سعید ۴۹
یعقوب ۱۷۵
یمن ۳۲، ۳۳،
یہودی xxxviii، ۴۴
یوسف علیہ السلام xx,xxi، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۵
یوسف بن ماہک ۱۲۷
یونس بن سیف ۴۶
کے ہاتھوں لُٹ چکا تھا (بغداد) xii
نے وہاں اپنا نائب مقرر کیا ۱

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

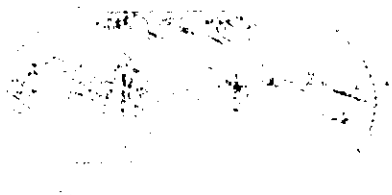

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حسبہ کا ادارہ ایک زمانے تک مسلم ریاستوں کے فعال اداروں میں شامل رہا ہے۔ اس ادارے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نظام کے ذریعے دینی شعائر کے قیام، معاشرے کے اسلامی تشخص کے تحفظ اور رفاہِ عامہ کے باب میں اسلام کے زریں اصولوں کی عمل داری کے لیے بہت مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ حسبہ کی بنیادیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہی پڑ چکی تھیں۔ حضرت عمرؓ کے دور تک اس ادارے کے خدوخال اور زیادہ واضح ہو گئے تھے۔ بعد کے ادوار میں جب مختلف ریاستی ذمہ داریوں کو اداروں کی شکل میں منظم اور مربوط کیا گیا تو حسبہ بھی ایک مستقل ادارے کی شکل اختیار کر گیا۔

اس ادارے کے مقاصد و اہداف اور فرائض و وظائف کو کئی مسلم مفکرین نے اپنے مطالعے کا موضوع بنایا ہے۔ ان میں ابوالحسن ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) ابن حزم اندلسیؒ (م ۴۵۶ھ)، ابویعلی فراء (م ۴۵۸ھ)، امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) اور ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) جیسے ممتاز اہلِ علم شامل ہیں۔ ان علماء نے اسلامی ریاست اور اس کے اداروں کے تعارف کے ضمن میں حسبہ کے ادارے پر بھی گفتگو کی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلیؒ (م ۷۲۸ھ) کی کتاب **الحسبة في الإسلام** اس لحاظ سے ایک منفرد کاوش ہے کہ اس میں پہلی دفعہ نہایت جامعیت کے ساتھ **الحِسبة** کی فکری بنیادوں اور اس ادارے کے فرائض و واجبات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں مؤلف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک اور صحابہ و تابعین کے ادوار سے احتسابی عمل کے رہنما اصول جمع کیے ہیں۔ شریعہ اکیڈمی اردو دان طبقے کے لیے اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہی ہے۔

اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالنے اور حسبہ کا فکری و تاریخی پس منظر لکھنے کا اعزاز ڈاکٹر حافظ اکرام الحق یٰسین صاحب کو حاصل ہوا ہے۔ موصوف شریعہ اکیڈمی میں تفسیرِ قرطبی کے اردو ترجمہ کے عظیم منصوبے پر بھی کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ کی پہلی جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر علمی حلقوں میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان